دعوتی بصیرت اور

اُس کا فہم و اِدراک

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے بتیس ۳۲ سالہ دورِ امارت
میں ہونے والے وسیع اور عمیق دعوتی عمل کا مطالعہ و جائزہ
نیز آپکے احساسات و خیالات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع جس کے
مطالعہ سے آپکے دعوتی عہد کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آجاتی ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرتب
سید محمد شاہد سہارنپوری

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

دعوت کی بصیرت اور

اُس کا فہم و اِدراک

حضرتِ جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے بتیس ۳۲ سالہ دورِ امارت
میں ہونے والے وسیع اور عمیق دعوتی عمل کا مطالعہ جائزہ
نیز آپکے احساسات خیالات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع جس کے
مطالعہ سے آپکے دعوتی عہد کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آجاتی ہے

از

سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

1/4/2000
25/12/1420H
6.10 P.M - SAT

نام کتاب : .... دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک

تالیف : .... سید محمد شاہد سہارنپوری

باراول : ۱۹۹۹

تعداد : ۱۰۰۰

مطبع : .... گنج شکر پرنٹرز

قیمت : .... ۴۸/- روپے

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نوٹ

یہ کتاب سوانح حضرت جی ثالث (جلد دوم) کا ایک باب ہے جس کو عمومی نفع کے پیش نظر علیحدہ سے کتابی شکل میں بھی شائع کیا جارہا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مضامین

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

حرفِ اوّلین

دعوت وتبلیغ کے حضرت جی اوّل مولانا محمد الیاس کاندھلوی ؒ نے اپنے بعد اس دعوتی محنت کے بقا واستحکام اور خود اپنے الفاظ میں سلسلہ کے قیام کے لیے جن پانچ افراد کو امتیازی طور پر منتخب ونامزد فرمایا تھا ان میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب ایک ایسی آخری جلیل القدر شخصیت تھے جو اپنے سے پہلے جاتے والوں کی بلند وبالا اور قیمتی روایات کے امین اور ان کی اعلیٰ قدروں کے وارث اور محافظ تھے۔

حضرت مولانا یوسف صاحب کے وصال پر آپ اس دعوتی محنت کے تیسرے امیر وقائد منتخب ہوئے۔ اور توفیق الٰہی وفضل خداوندی سے اپنا تیس سالہ طویل دورِ امارت کامیاب طور پر پورا فرماکر دس محرم ۱۴۱۶ھ (دس جون ۱۹۹۵ء) میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔

بات اگر صرف اتنی ہوتی کہ وہ پہلے ہمارے درمیان تھے اور اب نہیں رہے، تب بھی یہ اسلامی ملت کا بہت بڑا سانحہ اور دینی سرچشموں، قوتوں اور اسلامی محاذوں کا ذاتی المیہ تھا اس لیے کہ وہ جو ہما عمل کر رہے تھے اس سے دین وایمان کے تمام شعبوں کو سرسبزی وتازگی بلکہ زیادہ مناسب اور بہتر الفاظ میں حیاتِ نو مل رہی تھی۔ باطل کی رگیں خشک ہو رہی تھیں اور حق وصداقت کی رگوں کو جوان اور صحت مند خون پہونچ رہا تھا ـــــــ لیکن دنیا بھر کے اصحابِ دانش وبینش اور اہل عقل وخرد کی نگاہ میں جو ناقابل تلافی نقصان اُن کے ہمارے درمیان سے چلے جانے اور اُٹھ جانے پر سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ لعل وجواہر کی اُس بیج دانہ تسبیح کا آخری دانہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوراس بزم کی آخری شمع تھے وہ حضرتِ الیاسؒ کے تربیت دیئے ہوئے ایک ایسے "صاحب مقام شیخ" تھے جنھوں نے ان کا بھرپور زمانہ پایا، اپنی نگاہ سے ان کا کام دیکھا، ان کا مقام پہچانا اور پھر اپنے دل و دماغ کو ان کے دل و دماغ سے ہم آہنگ کرلیا۔

جن لوگوں کو حضرت حق جل مجدہٗ کی پاک بارگاہ سے دل و دماغ کی بیداری عطا کی گئی ہے ان کے نزدیک دعوت و تبلیغ کی ستر سالہ تاریخ میں آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اب وہ "صاحبِ ساز"، جس کا لہو ہر وقت ہر دم اور ہر لمحہ ہر پل "رگِ ساز" میں رواں دواں رہتا تھا اور جو اپنی نوا کی پرورش اپنے ہی دل و جگر کے خون سے کرلیا کرتا تھا، ہمارے درمیان نہیں رہا۔[1]

انھوں نے دورِ الیاسی میں دعوت کا آغاز دیکھا پھر دورِ یوسفی میں اس محنت کا شباب دیکھا اور خود اپنے دور میں انھوں نے دعوت کا عروج وارتقاء اور اس کا اعزاز و استقبال دیکھا اور مزید برآں پروفیسر کلیم عاجز صاحب کے الفاظ میں:

> "مولانا الیاس صاحب کے زمانہ میں محنت کہاں سے چلی پھر مولانا یوسف صاحب کے زمانہ میں وہ کہاں تک پہونچی اور اب کام کی جو عالمی و آفاقی سطح چل رہی ہے وہ سب مولانا انعام الحسن صاحب کی وسیع اور بسیط آنکھوں میں محفوظ تھی۔"

تاہم جو چیز اس دینی دعوت سے وابستہ لاکھوں افراد کے لیے اطمینان والی اور دلوں کو تھامنے والی ہے وہ ان کی اخلاص اور استخلاص سے بھرپور زندگانی میں ہونے والی عملی محنت اور کام کی عظمت ہے اب ان کے قائم کردہ وہ آثار و نقوش ــــ ہی اس حقیقت و سچائی والے راستہ پر چلنے والوں کے لیے بہت بڑی مایہ اور پونجی ہیں

---

[1] یہ دو سطریں علامہ اقبال کے اس شعر سے لی گئی ہیں ؎

خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں، صاحب ساز کا لہو

toobaa-elibrary.blogspot.com

جن کو وہ دنیا کے ہر مقام ہر ملک اور ہر براعظم میں قائم کر گئے ہیں۔ یہ نقوش و آثار ایسے ہلکے پھلکے اور کمزور نہیں ہیں کہ زمانے کا نشیب و فراز یا گردش لیل و نہار ان کو مٹا دے یا ان کی قدر و منزلت کو گھٹا دے اس لیے کہ حضرت مولانا کے ہاتھوں قائم ہونے والے ان آثار و نقوش اور اس دعوتی نہج و منہج میں تنہا ان کی اپنی ذات و شخصیت کو دخل نہیں بلکہ وہ فکر الیاسی، زبان یوسفی اور بصیرت انعامی کا ایک حسین و خوبصورت گلدستہ ہیں۔

اور پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ خدا ہی بہتر اور صحیح جانتا ہے کہ اُن کے آخری شب میں بہنے والے کس قدر گرم گرم آنسوؤں سے ان نشاناتِ قدم کا سانچہ اس کا قوام اس کی مٹی اور اس کا خمیر تیار کیا گیا ہوگا پھر کس کس طرح کے نالہ ہائے نیم شبی کے ذریعہ اس کو پکا اور پختہ کیا گیا ہوگا۔ اس کے بعد کیسی کیسی سحر خیز دعاؤں کے ذریعہ اس کا حصار اور اس کی چوحدی قائم کی گئی ہوگی۔ اس لیے اللہ جل شانہ کے فضل و کرم اور ان کے وعدۂ مستحکم ان اللہ لایضیع اجر المحسنین کی بنا پر اس کا پورا یقین ہے کہ ان آثار سے اب انحراف کرلینا یا انکو ایک قصۂ پارینہ سمجھ لینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا ۔ کی بشارت کے مطابق اس کا بھرپور یقین ہے کہ اب ان نشانات پر قدم بقدم چلنے والوں کی دل کی دنیا ہمیشہ بنتی رہے گی، سنورتی رہے گی اور فکر آخرت سے معمور ہوتی رہے گی۔

حضرت جی ثالث کے دور مسعود میں دعوت و تبلیغ کا یہ کام جس زبردست عروج وارتقاء کے مرحلہ سے گذرا اور شہرت و آفاقیت کے جس بام پر پہنچا اس کا لازمی اور استدلالی نتیجہ اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں نکل سکتا کہ یہ پیچھے ہٹ کر دوبارہ ماضی میں —— داخل نہیں ہوسکتا اور حال پر قناعت واکتفار نہیں کرسکتا۔

اس لیے اب اس کا ہر دم اور ہر قدم مستقبل کی بلندیوں تک پہونچنے کے لیے آگے ہی کی طرف رواں دواں رہے گا اور جانے والے کی پاک وصاف روح و روحانیت پکار پکار کر یہ اعلان کرتی رہے گی کہ ؎

لہو دے دے کے صحرا بھی گلستاں کر دیئے ہم نے
کئی صدیوں کی شادابی کے ساماں کر دیئے ہم نے

classical

toobaa-elibrary.blogspot.com

آئندہ آنے والے صفحات میں قارئین کرام اجتماعیت اور وحدت سے بھرپور ان آثار ونقوش کی دل کشا اور اسی نہج و منہج کی چشم کشا تفصیلات مطالعہ فرمائیں گے جو دورِ فکر، دورِ جوش اور دورِ ہوش سے عبارت ہے اور جس کے مجموعے کی طرف حضرت جی ثالث تمام عمر ساری دنیا کو دعوت دیتے رہے اور دنیا والے اس کو گوشِ دل سے سن کر بشاشت وخوش شگفتگی کے ساتھ اس پر لبیک کہتے رہے۔

آخر میں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ پیش نظر کتاب دراصل سوانح حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ (جلد دوم) کا ایک باب ہے جس کو عمومی اشاعت وافادیت کے نقطۂ نظر سے علیحدہ بھی شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ اس کو اپنی پاک بارگاہ کی قبولیت ومقبولیت عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط

سید محمد شاہد غفرلہٗ

یکم رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دعوت کی بصیرت
اور
اس کا فہم وادراک

دعوت کے تقاضوں اور اس کے نشیب وفراز کو سمجھنے میں حق تعالےٰ شانہ نے حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو جس درجہ کا کمال و ملکہ عطا فرمایا تھا اسی طرح دور بینی و دور اندیشی اور اصابت رائے بھی اعلیٰ درجہ کی مرحمت فرمائی تھی جب جب آپ کی معاملہ فہمی، دقت نظری اور اصابت فکر اپنی تمام تر قوت روحانی اور نورِ ایمانی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی تو اچھے اچھے خرقہ پوش آپ کے چہرہ کے نور کی روشنی میں اپنے چاک داماں کی بخیہ گری کر لیا کرتے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے تمام تذکرہ نگار اور وقائع نویس اس بات پر متفق ہیں کہ اُن کے پورے دورِ امارت میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس دعوت و تبلیغ کے دماغ بن کر رہے۔

مسائل خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، اندرونی ہوں یا بیرونی، فرد کا مسئلہ ہو یا افراد کا، اجتماع کا مسئلہ ہو یا اجتماعیت کا، مولانا محمد یوسف صاحب بڑے اہتمام کے ساتھ آپ سے مشورے فرماکر ـــــ آپ کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔

دعوت و تبلیغ کے ایک قدیم کارکن محترم بھائی خالد سیف اللہ (دہلی)، مولانا محمد یوسف

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحب کی نگاہ میں آپ کے مشوروں کی اہمیت و افادیت اور آپ کی وجہ ترجیح کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ اس طرح سناتے ہیں:

"مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں ہم لوگ مولانا انعام الحسن صاحب سے بہت ڈرتے تھے چونکہ ان کا رعب بہت پڑتا تھا اس لیے ان سے دور دور رہتے تھے لیکن میں نے متعدد مشورے ایسے دیکھے جس میں ساری شوریٰ کی رائے ایک طرف اور مولانا انعام الحسن صاحب کی رائے ایک طرف تھی، لیکن مولانا محمد یوسف صاحب نے سب کی رائے سے ہٹ کر مولانا انعام الحسن صاحب کی رائے پر فیصلہ دے دیا۔ مشورہ کا یہ منظر دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوتی تھی، ایک مرتبہ میں نے تنہائی میں اس کی وجہ مولانا یوسف صاحب سے پوچھی تو فرمایا کہ بڑے حضرت کی زندگی میں سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہ کر دعوت کو مولوی انعام نے پیا ہے، خطوط کے جوابات بھی اکثر وہی لکھتے تھے۔ اس زمانے میں میرا ذوق تو حضرت شیخ والا ذوق تھا، ذکر اور مطالعہ و تصنیف۔ بڑے حضرت جب مجھے حکم دیتے تھے تو جماعت میں چلا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں میرے ذمہ بڑے حضرت نے دعوت کے عنوان سے حیات الصحابہ لکھنا طے فرما دیا میں ان دنوں اوپر کے حجرہ میں رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ بہت سے ٹیلی فون کے تار میرے حجرہ میں آرہے ہیں اور ہر تار کے ساتھ ایک پرچہ چسپاں ہے جس پر کسی ملک کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو بڑا خوش ہوا اور میں نے یہ تعبیر لی کہ میری یہ کتاب حیات الصحابہ ان ملکوں میں جائے گی۔ لیکن جب بڑے حضرت سے یہ خواب سنایا تو خوش ہو کر تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ انشاءاللہ اِن ملکوں میں تمہارے ذریعہ دعوت کا کام پہنچے گا، لیکن مجھ پر اس وقت بھی کتاب و مطالعہ کا ایسا ذوق غالب تھا کہ میں نے یہ تعبیر سننے کے باوجود دل میں یہی سوچا تھا کہ نہیں ان ملکوں میں میری کتاب جائے گی۔"

دور یوسفی میں آپ کی مثال اس کمانڈر جیسی تھی جو بڑی خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہ کر اپنے ماتحت عملہ کو برابر متحرک رکھتا ہو اور وقت وقت پر ضروری اور اہم ہدایات ومشورے دے کر ان کی قوت عمل اور نقل وحرکت کو بڑھاتا رہتا ہو۔

اور پھر جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو منصب امامت وامارت مرحمت فرمایا اور اس کام کا بار بوجھ تن تنہا آپ پر آگیا تو آپ نے عزیمت وجد وجہد اور سرفروشی وقربانی کی ایک ایسی عظیم الشان تاریخ رقم فرمائی کہ دنیا والے آج بھی اس پر حیران ہیں کہ گوشہ گمنامی او کنج تنہائی میں رہنے والے اس مرد درویش نے اس قدر کامیاب بین الاقوامی قیادت اور عالمی رہنمائی کیسے کر دی۔

چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ آپ کے بتیس سالہ دورِ امارت میں ہونے والے عظیم تر اور وسیع تر دعوتی عمل پر اپنے تاثرات واحساسات ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے رفیق کار اور داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص معتمد علیہ اور تربیت یافتہ تھے، امیر منتخب ہوئے تو ان کے زمانہ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت وکامیابی حاصل کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اس نے اپنے اثرات دکھائے۔ اس میں مولانا انعام الحسن صاحب کی استقامت، روحِ محافظت اور اس جذبہ کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصلی راستہ اور ابتدائے کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے اس لیے انھوں نے (اس تحریک کو) انھیں حدود اور دائرہ کار میں رکھا جو ابتداء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اس کے لیے مقرر کر رکھے تھے۔“ (تعمیر حیات)

اس استقامت، روحِ محافظت یا بالفاظ دیگر دعوتی بصیرت اور اصابت فکر کی سب سے مضبوط اور پختہ دلیل یہ ہے کہ آپ دین کے کسی ایک ہی شعبہ کے ترجمان اور داعی نہیں تھے بلکہ تمام دینی شعبوں اور گوشوں کی مکمل رعایت اور ان کے حقوق کی ادائیگی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ ساتھ اس دعوت و تبلیغ کے ذریعہ ایک صالح معاشرہ اور اعمال سے مالامال ایک خالص دینی و روحانی ماحول پیدا کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ مختلف مجالس و اجتماعات میں بڑے اعتماد و وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہم اس دعوت والے کام کے ذریعہ یہ چاہتے ہیں کہ جس وقت حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اس وقت جو اس امت کی (دینی و ایمانی) حالت تھی اس حالت پر تمام امت آجائے۔"

اسی طرح آپ کی دعاؤں میں یہ فقرہ کہ " اے اللہ اس نقل و حرکت کے ذریعہ دین کے تمام شعبوں کو زندہ فرما۔" اس بات کو پورے طور پر واضح کرتا ہے کہ آپ کی نگاہ پورے دین پر تھی اور اس دعوت کے ذریعہ پورے دین کے احیاء کی کوشش آپ کے پیش نظر تھی ۔ موجودہ زمانہ میں دین کی حیات کے جتنے شعبے اور طریقے ہیں خواہ وہ درس و تدریس ہو یا تصنیف و تالیف اور وعظ و ارشاد، دینی مدارس اور علمی جامعات ہوں یا سلوک و احسان کی راہ سے تزکیہ و تجلیہ اور بیعت و طریقت، حضرت مولانا کا ان سب شعبوں سے براہ راست اور بہت قریبی تعلق تھا ۔ آپ نے حکمت و تدبر کے ساتھ ہمیشہ اس کی کوشش فرمائی — کہ دعوت و تبلیغ کی شکل میں چلنے والا یہ عمل نبوت دین کے ان تمام شعبوں کے ساتھ مربوط ہو کر چلتا رہے تاکہ ایک کو دوسرے سے تقویت پہونچے۔

دعوت و تبلیغ کی راہ سے دین کے معاملہ میں آپ کا طرز فکر صرف اسلام کے چند ارکان کو زندہ کرنا نہیں تھا بلکہ روشن ضمیری کے ساتھ اس دینی غیرت اور ایمانی حرارت کو پیدا کرنا تھا جو ایک مسلمان کو ایمان و یقین کی بھرپور دولت عطا کر کے اعمال و اخلاق کی لائن سے اس کو — اتنا مضبوط کر دے کہ جلوت و خلوت میں اس کا رابطہ برابر خدا کے ساتھ قائم رہے ۔ نیز دعوت و تبلیغ کی راہ سے آپ کا اصلی ذوق و وجدان یہ تھا کہ امت کو اعمال صالحہ پر کھڑا کیا جائے اور ان میں دین کے بنیادی و اساسی اعمال، نماز، ذکر و تلاوت، تسبیحات، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا شوق پیدا کیا جائے ۔ اسی فکر و نظریہ کے تحت آپ اپنی تقریروں و تحریروں میں اعمال پر خصوصی توجہ صرف فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ امت کے اندر سو فیصد اعمال زندہ ہو جائیں ۔ بالخصوص اسلام کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنیادی اور اساسی فرض، نماز کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اتنی محنت کی جائے کہ ہر علاقہ میں سو فیصد نمازی بن جائیں۔ ایک موقع پر آپ نے اسی طرز فکر و نظریہ کی وضاحت میں یہ فرمایا تھا کہ ہم تینوں کے زمانہ میں مختلف چیزوں پر زور رہا ہے۔ بڑے حضرت جی (حضرت مولانا الیاس صاحبؒ) کے زمانہ میں آخرت اور جنت وجہنم پر زور تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانہ میں قربانی اور مجاہدات پر زور رہا۔ اور میرے زمانہ میں اعمال پر زور ہے۔

جناب پروفیسر کلیم عاجز صاحب (پٹنہ بہار) دعوت وتبلیغ کی ستر سالہ تاریخ کے آغاز، تقابلی عروج اور عروج، نیز اسکے پہلے، دوسرے اور تیسرے دور کے درمیان باہمی ربط واتصال کے ساتھ ساتھ ایک لطیف فرق و خطِ امتیاز اور حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی دعوتی بصیرت اور ان کی حقیقت ومعنویت سے بھرپور تقاریر پر اجلی اور صاف ستھری زبان میں اپنا ایک مبنی بر حقیقت تجزیہ ان الفاظ کے ساتھ سپردِ قلم کرتے ہیں:

"قانونِ ارتقاء کے تین منازل ہیں۔ پہلی منزل آغاز، دوسری منزل تقابلی عروج اور تیسری منزل عروج۔ اب یوں سمجھئے کہ کسی بھی چیز کا آغاز اس کی تخلیقی منزل ہے۔ تقابلی عروج اس کا دور نشوونما ہے۔ اس کے بعد شباب ہے جہاں پہنچ کر نشوونما رک جاتا ہے اگر فکر سے شباب کو قائم رکھنے کی کوشش ہوئی تو شباب کا ٹھہراؤ قائم رہتا ہے اور شباب کی کوئی معین مدت نہیں ہے۔ یہ ــــ حالات پر قابو پانے کے وسائل پر منحصر ہے ورنہ کمال کے بعد زوال کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا دور اس محنت کے آغاز اور اس کے نشوونما کا تھا۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا آخری دور اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی امارت کا اول دور اس محنت کے شباب اور عروج کا ہے ۱۹۷۰ء کے بعد مجھے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ حضرت جی ثالثؒ کی فکر اس شباب کے ٹھہراؤ کو قائم رکھنے کی طرف بہت مائل ہے ان کی ہر بات اور گفتگو سے یہ حقیقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

مترشح ہوتی تھی کہ اب وہ کام کے پھیلاؤ سے زیادہ کام کرنے والوں میں ان صفات کو پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہیں جن کے ذریعہ اس محنت کے شباب میں ٹھہراؤ اور استحکام پیدا ہو سکتا ہے۔ جماعتوں کی روانگی کی ہدایات میں بس ایک ہی پیغام ان کا نظر آرہا تھا کہ قربانی کے معیار کو تیز کرتے ہوئے خدا کے تعلق کو بڑھاتے ہوئے، اعمال میں اخلاص پیدا کرتے ہوئے تقویٰ کی صفت سے خود کو آراستہ کرتے ہوئے مخلوق خدا میں اس محنت کو عام کرو۔ میرے حافظہ میں اس کے علاوہ اور کوئی مرکزی پیغام حضرت جی رح کے ارشادات اور ہدایات میں نظر نہیں آتا۔

حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کا بالکل آغاز تھا کہ بجنور میں اجتماع کی تاریخ آگئی، اجتماع کی تیاری زور و شور سے ہو رہی تھی میں بھی قافلہ کے ساتھ بجنور روانہ ہوگیا۔ دوسری صبح سے اجتماع شروع ہوا اس اجتماع میں آخری دن پھر حضرت جی کا مختصر بیان ہو کر دعا ہوئی اس نہایت مختصر بیان نے میرے حافظہ میں یہ بات محفوظ کر دی کہ حضرت جی کا بیان تقریر نہیں ہے بلکہ وہ کام کا خلاصہ بیان فرما دیتے ہیں، سادہ جملے اور گنے چنے چند جملے جن میں حقیقتوں کی روح سمائی ہوئی ہوتی۔ جیسے اردو شاعری میں میر تقی میر کے سادہ اشعار، ان اشعار کی سادگی اور اختصار و ایجاز کا یہ حال ہے کہ غالب کے زمانہ کے چند اساتذہ جن میں صدر الصدور صدرالدین آزردہ، حکیم آغا جان، عیش مومن خاں مومن وغیرہ ایک دن ایک ساتھ میر کے ایک شعر پر غزل یا شعر لکھنے کو بیٹھے اسی دوران ایک مشترک دوست ان حضرات کے پاس آگئے اور پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے تو صدرالدین آزردہ نے کہا کہ قُلْ هُوَ اللّٰه کا جواب لکھ رہے ہیں اور وہ شعر یہ تھا ؎

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کے تار اور گریباں کے تار میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس اجتماع میں ظہر کے بعد خواص کا ایک اجتماع ہوا۔ جس میں پرانے کام کرنے والے بھی تھے وہاں میں نے حضرت جی رحؒ کو بالکل قریب سے آمنے سامنے دیکھا ان کی آنکھیں دیکھیں اور بھرپور دیکھیں جنھیں پہلے بھی دور سے دیکھا کرتا تھا۔ نزدیک سے غور سے دیکھا تو ایسا لگا کہ میں ان آنکھوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوب جاؤں گا ہیں ان آنکھوں کے اندر کی وسعت بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کی تعبیر اس وقت یہی لی کہ حضرت مولانا محمدؐ الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں محنت جہاں سے چل کر جہاں تک پہونچی اور اب جو چل رہی ہے وہ سب ان وسیع اور بسیط آنکھوں میں محفوظ ہے جیسے کوئی خزانے کو محفوظ رکھنا چاہے میں نے مولانا یوسف صاحبؒ کی آنکھیں بھی دیکھی ہیں، ایک داعی اور ایک مجاہد کی آنکھیں بے خوف اور بے نیاز جیسے کسی نے دنیا کو تول کر دیکھا اور پھر حقارت سے بے وزن سمجھ کر پھینک دیا جس کی زندگی میں نہ کسی کی اہمیت داخل ہوتی ہے نہ کسی کی قیمت، نہ کوئی خوف نہ خطرہ اُن کی آنکھوں میں مجھے علامہ اقبال کے اس شعر کی تصویر نظر آئی ؎

آئین جوانمردی، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

اور حضرت جی ثالث رحؒ کی آنکھوں میں مجھے بے اختیار علامہ اقبال کا یہ شعر جھلکتا تھا ؎

باغِ بہشت سے مجھے اذنِ سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

مجھے حضرت جی کی آنکھوں میں یہی کار جہاں دراز ہے کی وسعت اور پنہائی نظر آئی تھی کہ دنیا بھر میں ہونے والا یہ کام اتنا بڑھ گیا ہے اب اس کو کیسے سنبھالا جائے، اسے کس طرح محفوظ رکھا جائے۔ اس درد

toobaa-elibrary.blogspot.com

دکڑھن نے آپ پر فہم کا اور بصیرت کا دروازہ کھولا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اس محنت کو فکر کی دولت عطا کی۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے اس محنت کو عجیب وغریب زبان بخشی، اور حضرت جیؒ نے اس محنت کو بصیرت کی پونجی سے نوازا۔ بہت سے نکتے بہت سے معنویت سے لبالب جملے فرماتے رہتے تھے جن کا مفہوم عموماً یہی ہوتا تھا کہ اب کام کو سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔ حضرت جیؒ کی کم سخنی بلکہ خاموشی اس حقیقت کی دلیل معلوم ہوتی ہے کہ بہت کچھ کہا جاچکا بہت کچھ بولا جاچکا وہ بول محفوظ ہیں کانوں میں بھی اور دلوں میں بھی اب ــ الفاظ کی زیادہ ضرورت نہیں، اب نہ زبان کو زیادہ بولنے کی ضرورت، نہ خیمہ وخرگاہ کی ضرورت، نہ مال وسامان کی ضرورت، اب تو آہ نیم شبی اور نالۂ سحرگاہی کی ضرورت ہے۔ دلِ بے نیاز و مستغنی کی ضرورت ہے، خاموش قربانی اور محنت کی ضرورت ہے اب یہی چیزیں روشن ضمیری اور بصیرت پیدا کریں گی اور یہی سامان اس کے استحکام کا ذریعہ بنے گا۔

میں تو بہت غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں اور یہ سمجھا ہوں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا دور "فکر کا دور" تھا اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا دور جوش کا تھا اور حضرت جیؒ کا پورا دور ہوش پر مبنی تھا اِس دعوتی محنت کے معاملہ میں حضرت جی کی بصیرت بڑی قابلِ رشک تھی۔ ہم لوگوں پر کبھی کبھی حیرت واستعجاب اور خوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی جب ہمارے سامنے حضرت جیؒ سے کوئی استفسار کیا جاتا اور حضرت ایک یا دو جملے ایسے فرمادیتے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر جواب ناممکن تھا اور کبھی وہ مختصر وضاحت فرمادیتے تو وہ جواب فراست اور بصیرت کا بہترین مرقع ہوتا۔ مرکز کے بعض احباب اس مختصر وضاحت کو "کھولنے"

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے کہ حضرت نے پھر اس جملہ کو اس طرح کھولا تو یہ کھولا (لفظ) ایسا ہی لگتا جیسے کہ فراست اور بصیرت کی کوٹھری کا گویا دروازہ کھل گیا۔

اب کیا بتلائیں کہ اُن کے چلے جانے کے بعد رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ — ہم نے حضرت جی رحؒ سے محبت تو کی ہے لیکن کام کے سلسلہ میں حضرت کی منشاء فراست و بصیرت سے کم فائدہ اٹھایا ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ کہ ہم نے حضرت جی رحؒ کی قدر نہیں کی، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے آمین۔

حضرت جی رحؒ کی دینی وفکری اور دعوتی بصیرت سے استفادہ نہ کرنے کا ایک سبب شاید یہ بھی ہو کہ حضرت جی رحؒ کی ذات وشخصیت میں جو کشش تھی وہ کبھی کبھی ہمارے ذہن وقوت کارکردگی کو مفلوج کر دیتی تھی۔ اور شخصیت کی اس کشش کے بہت سے واقعات میرے دماغ وحافظہ میں محفوظ ہیں"[۱]۔

دعوتی ذہن وفکر کی تعمیر وتشکیل، نیز پوری دنیا میں پھیلے ہوئے لاکھوں لاکھ اصحابِ دعوت وتبلیغ کے معاملات سمجھنے اور — انکو مشورہ دینے، الجھے ہوئے مسائل میں دنیا بھر کے مراکز تبلیغ اور ان میں متعین ونامزد اصحاب شوریٰ کو اپنی اجتماعیت برقرار رکھنے اور کام کو صحیح نہج پر چلاتے رہنے کے لئے جو زرّیں ہدایات اور قیمتی مشورے آپ عمر بھر دیتے رہے انکا ایک منتخب نمونہ اور جامع مرقع اس باب میں پیش کیا جاتا ہے۔

ارشادات وفرمودات اور اصول وآداب کی وضاحت میں پیش کی جانے والی یہ تمام تفصیلات (جن سے آپ کی دعوتی فہم وبصیرت بخوبی آشکارا ہوتی ہے) آپ کے مکاتیب وارشادات وفرمودات اور تقاریر کے اہم اور مفید اقتباسات سے ترتیب دی گئی ہے۔

اللہ جل شانہٗ، وعم نوالہٗ، ان تمام احبابِ دعوت واصحابِ تبلیغ کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی

---

[۱] اقتباس مکتوب پروفیسر صاحب موصوف بنام مصنفِ کتاب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارسال کردہ معلومات سے یہ مضمون مرتب ہوا۔

دعوت و تبلیغ کے چھ نمبر

دعوت و تبلیغ کے چھ نمبر (یعنی کلمہ، نماز، علم و ذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، اور تفریغ وقت) کے متعلق بعض ناواقف لوگوں کا تاثر یہ ہے کہ دین کو ان ہی چھ باتوں میں محدود و منحصر کر دیا گیا ہے، حضرت مولانا اس کی تردید کرنے کے بعد ان چھ نمبروں کی غرض و غایت اسطرح بیان فرماتے ہیں۔

"ہماری اس دعوت کی غرض جمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگیوں میں آجانا ہے وہ ناسمجھ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے دین کو چھ نمبروں میں محدود کر دیا ہے۔ اس دعوت کی غرض یہ ہے کہ حضور پاک علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ زندگیوں میں آجائے۔ ان چھ نمبروں کی محنت کی غایت بھی یہی ہے۔ احکامات الٰہیہ میں ادنیٰ و اعلیٰ ہونا یہ ایک دوسرے کے اعتبار سے ہے باقی نفس عمل کے اعتبار سے کوئی ادنیٰ نہیں ہے" آج کل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میاں سنت ہی تو ہے، ایک عارف کا مقولہ ہے کہ ہاں وہ تو سنت ہے لیکن تمہارا لہجہ کافرانہ ہے۔

ایک موقعہ پر فرمایا کہ یہ چھ نمبر مقرر بنانے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہیں کہ ان کے ذریعہ خدا کا یقین اور معرفت حاصل کرنے کی فکر پیدا ہو۔ یہ چھ نمبر پورے دین پر چلنے کی استعداد پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ ان پر محنت کرنے سے جتنا ایمان بڑھے گا اتنا ہی خدا کے احکامات پر چلنے کی استعداد پیدا ہو گی اور جتنا ایمان میں ضعف آئے گا اتنا ہی خواہشات پر چلنے کا مزاج بنے گا۔

حضرت مولانا اپنی تقریروں اور مجلسوں میں مختصر اور بچے تلے الفاظ میں ان چھ نمبروں کو اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے۔

"کلمہ اور نماز کو لے کر علم الٰہی اور ذکر الٰہی کے ساتھ اپنا حق معاف کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے گلی در گلی پھریں گے محلہ در محلہ پھریں گے، گاؤں در گاؤں پھریں گے۔"

حضرت مولانا نے مختلف مواقع پر ان چھ نمبروں کی جو توضیح و تشریح فرمائی ہے اس کو ترتیب وار یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) کلمہ فرمایا: کلمہ ایک زندگی لیئے ہوئے ہے۔ اس کے اندر اللہ جل شانہٗ نے برکات وانوار رکھے ہیں۔ کلمہ والی اور ایمان والی زندگی یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر عبادت، معاشرت، اخلاق اور معاملات آجائیں۔ ایمان کے اندر قوت اعمال سے آتی ہے اور نافرمانی اور گناہ سے ایمان کمزور ہوجاتا ہے۔

فرمایا: کلمہ کا ظاہر اس کے الفاظ کا ٹھیک ہونا ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ اسکا مفہوم اور یقین دل میں جم جائے۔ کلمہ جنت کی کنجی ہے۔ اور باقی اعمال اس کے دندانے ہیں۔ تو جب یہ جنت کی کنجی ہے تو بلا محنت کے کیسے حاصل ہوگا۔ آج ہمارا کلمہ کے اوپر یقین اتنا کمزور ہے کہ وہ ہمیں حرام سے بھی نہیں روک پا رہا ہے۔ اس پر محنت کی جائے تاکہ اس میں حقیقت آئے۔

فرمایا: ہمارے کام کی جان قربانی اور اخلاص ہے۔ قربانی ہو اور اللہ کے لئے ہو۔ تعیش، سہولت پسندی اور اغراض نہ ہوں۔ یہ ہمارا کام ہر طبقہ اور ہر ملک کیلئے ہے۔ اور سب کے لئے پہلی سیڑھی کلمہ ہے۔ کلمہ کے درجات لامحدود ہیں، لامعبود الا اللہ سے شروع ہوکر انتہائی ترقی کر کے لاموجود الا اللہ تک پہونچتا ہے۔ M. Damp

(۲) نماز فرمایا: نماز کی لائن سے عبدیت والا تعلق درست ہوتا ہے۔ ذکر و تسبیح سے خدا کا دھیان جمتا ہے۔ کلمہ کی دعوت سے یقین صحیح ہوتا ہے۔ اکرام اور خدمت گزاری سے خدا کی مخلوق کے ساتھ معاشرت اور برتاؤ درست ہوتا ہے۔ ذکر و نماز سے خالق کے ساتھ تعلق ٹھیک ہوتا ہے اور اکرام سے مخلوق کے ساتھ کا تعلق ٹھیک ہوتا ہے۔ کلمہ اور یقین سے خالق و مخلوق دونوں کا تعلق ٹھیک ہوتا ہے اور تعلیم کے حلقوں میں بیٹھنے سے اعمال کی قیمت کا پتہ چلتا ہے [۱]

ایک مرتبہ فرمایا: نماز پورے دین پر چلنے کے لئے مثل دروازے کے ہے۔ نماز

---

[۱] ارشاد بموقعہ جوڑ کارکنان ہند، مورخہ ۲۳؍۳؍۱۹۸۷ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے فریضہ پر اگر عمل کر لیا جائے تو خدائے پاک بقیہ دین پر عمل کرنے کی توفیق دیں گے۔
نماز کو جی لگا کر پڑھنا اور نماز کو جاندار بنانے کی محنت کرنا بہت ضروری ہے۔
حدیث شریف میں فرمایا گیا صلوا کما رایتمونی اُصَلی، یعنی ظاہر اور اندرون کے اعتبار سے میری طرح نماز پڑھو، نماز عملی کلمہ ہے۔ کلمہ میں اللہ کی عبادت کو آپ کے طریقہ پر کرنے کا اقرار ہے۔ اور نماز اس کی عملی مشق ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ نماز منکرات سے روکنے کا سلبی طریقہ کے بجائے ایجابی طریقہ ہے۔

ایک مرتبہ نماز کی ترغیب پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تارک صلوٰۃ کے استخفاف کے بجائے اس کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ شفقت و محبت کے ساتھ اس کو اللہ کے اس فریضے پر لانے کی کوشش کرنا ہے۔ نماز اتنی قیمتی چیز ہے کہ اللہ نے دیگر احکامات تو حضرت جبرئیل کے ذریعہ دنیا میں بھیجے لیکن نماز اپنے نبی کو معراج میں اپنا قرب خاص عطا فرما کر مرحمت فرمائی۔

(۳) **علم وذکر** فرمایا! ہر چیز کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن۔ ذکر کا ظاہر تسبیح پڑھنا ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ جو پڑھ رہا ہے اس کا دھیان ہو، اسی طرح تعلیم کا ظاہر کتاب پڑھنا ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ بیٹھے جو اس کتاب میں بتلائی اور پڑھی جارہی ہے۔
فرمایا! جتنا فضائل کا علم آتا جائے گا اتنا ہی ان عملوں پر چلے گا جن سے خدا تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔ بارش کا پتھر پہ اثر نہیں ہوتا، زمین پر ہوتا ہے۔ دل کی سختی پتھر سے زیادہ سخت ہے۔ دل نرم ہوگا تو بات اثر کرے گی۔ اللہ کا نام لینے سے دل نرم ہوں گے۔ تو جنت و دوزخ کی بات دل میں اثر کرے گی۔ دل میں نرمی لانے کے لئے اللہ پاک کا نام لینا ہے، تسبیحات کی پابندی کرنی ہے۔
(دل کے اعتبار سے نفس اثبات یعنی اللہ سے ہونے کا اور مخلوق سے نہ ہونے کا یقین) سیکھنا ضروری ہے)
فرمایا ۔ تعلیم سے دل میں نور اترنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور مجاہدات سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ نور راسخ ہوجاتا ہے ۔ تعلیم دعوت کا نور ہے ۔ تعیش و آرام طلبی سے استعداد نہیں بنتی ۔ بلکہ مجاہدہ سے استعداد پیدا ہوتی ہے ۔

فرمایا ۔ فضائل علم کا تعلق ایمانیات سے ہے ۔ آج ہمیں اس کی قیمت کا پتہ نہیں ہے ہر چیز کی قیمت معلوم ہے لیکن دینی عمل کی قیمت کا پتہ نہیں ہے ۔ ذکر میں سب سے اونچی چیز لاالہ الا اللہ ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس پر خدا کے یہاں سے کیا ملتا ہے ۔ ساری دنیا کو سونے سے بھر دیا جائے تو اس سے آدمی دوزخ سے نہیں بچ سکتا ۔ لیکن اس کلمہ کو سچے دل سے کہنے پر وہ دوزخ سے بچ جائے گا ۔

فرمایا ۔ اجتماعی و انفرادی اعمال اللہ جل شانہ کے ذکر کے ساتھ اور اللہ کے وعدوں پر یقین کے ساتھ اگر کئے جائیں تو اس سے ہمارے اندر نور کی کیفیت پیدا ہوگی ۔[1]

فرمایا ۔ ذکر کا اہتمام کیا جائے ۔ جتنا ذکر اہتمام سے کیا جائے گا اتنا دھیان پیدا ہوگا اور جتنا دھیان پیدا ہوگا اتنا ہی خدا کا حکم پورا کرنے کی فکر ہوگی ، اور جتنی فکر ہوگی اتنا ہی صحیح کرنے کا خیال ہوگا ۔

(۴) اکرام مسلم

فرمایا ۔ اکرام کے معنیٰ یہ ہیں کہ حقوق سے زیادہ دے ، تب تو اکرام کہلایا جائے گا ۔ ورنہ حق کی ادائیگی ، تو ماوجب کی ادائیگی ہوتی ہے اور اکرام ماوجب سے آگے کی چیز ہے ۔ اکرام کی مشق ہو تو حقوق کی ادائیگی آسان ہوجاتی ہے ، آج تو ہم لوگوں سے حق ہی کی ادائیگی نہیں ہوتی ۔ پھر بھلا اکرام جو اس سے آگے کی چیز ہے وہ کیسے ہوگا ؟

فرمایا ۔ اکرام کا ظاہری پہلو یہ ہے کہ مخلوق پر شفقت اور ترس کھائے ۔ اور دنیاوی تکلیفوں سے اس کو بچا کر اس کو سہولت پہونچائے ۔ اور اکرام کا باطن یہ ہے کہ اس کو آخرت کی مصیبت سے بچانے کی فکر کرے ۔ یہ ساری چلت پھرت ظاہر اکرام اور باطن اکرام کو دل میں اتارنے کے لئے ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ظاہر میں پابند شریعت بنے اور باطن میں اس کے اتارنے

---

[1] ملفوظ بموقعہ آمد کارکنانِ امریکہ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء، بحوالہ ملفوظات و اقتباسات از مفتی روشن صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی فکر کرے، یعنی ظاہر سے شروع کر کے باطن تک پہونچے۔

فرمایا ۔ اخلاق کی درستگی سے غیروں کے لئے اسلام کا دروازہ کھلے گا۔ اور آپس کے اختلافات دور ہوں گے۔ اس لئے اخلاق کی درستگی اور حقوق کی ادائیگی کی فکر کرو۔

فرمایا۔ اکرام کا مسئلہ بڑا نازک ہے۔ ذرا سی بے اکرامی سے اعمال کا ثواب دوسروں کو مل جاتا ہے۔ قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا جس کے ساتھ صدقات خیرات، نماز، روزہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا حق دبایا ہوگا، تو وہاں اس کے یہ اعمال ان لوگوں پر تقسیم کر دیئے جائیں گے اور یہ نیکیوں والا خالی ہاتھ کھڑا رہ جائے گا۔ اس لئے اپنے اعمال کی حفاظت کے لئے بھی اکرام کی مشق ضروری ہے۔ کسی کے ساتھ بے توقیری اور بے اکرامی نہ کی جائے بلکہ اکرام کے ساتھ اس کو دعوت دی جائے۔

(۵) اخلاصِ نیت

فرمایا ۔ اخلاص یہ ہے کہ خدائے پاک کو راضی کرنے کیلئے اعمال کئے جائیں اور اخلاص دعوی کی چیز نہیں ہے، بلکہ حاصل کرنے کی چیز ہے۔ اللہ نے اخلاص کے بارے میں فیصلے کا کسی کو اختیار نہیں دیا۔ قیامت کے دن اللہ ہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ اخلاص کے بارے میں ہر ایک کو فکرمند ہونا ہے۔ اور موت سے پہلے پہلے اس کو حاصل کرنا ہے۔

فرمایا ۔ اخلاص نیت آسان بھی ہے اور نازک بھی ہے، اس کی نزاکت کا ہر وقت فکر کرتے رہنا چاہیئے۔ ذرا سی بے پرواہی سے بات جاتی رہتی ہے۔ اپنی کوتاہیوں کو سامنے رکھ کر دعائیں مانگتے رہیں۔ اور اپنی بساط بھر کوشش کرتے رہیں موت تک بھی اگر نیت صحیح ہو جائے اور قبولیت حاصل ہو جائے تو ہم کامیاب ہیں۔ بس لگے رہنا ہے اور صحیح عمل اور صحیح نیت کی کوشش کرتے رہنا ہے۔ اللہ پاک سے امید ہے کہ وہ قبول فرمالیں گے۔

ایک مرتبہ امریکہ کے کام کرنے والے احباب کا مرکز میں جوڑ تھا۔ اس میں نیت کی درستگی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور تواضع پر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا :

" اگر تمہارے اندر نیت صرف دوسروں کی اصلاح کی ہوگی تو اپنی اصلاح سے غافل ہو جاؤ گے ۔ پھر چاہے کام زیادہ ہوتا ہوا نظر آئے لیکن کام میں جان نہیں ہوگی ۔ کام میں جان آتی ہے کام کرنے والے کے تواضع کرنے سے اور اپنے آپ کو محتاج سمجھنے سے ۔ ل

ایک موقعہ پر جب کہ پوری دنیا کے کارکن بنگلہ دیش (ٹنگرائل مرکز) میں جمع تھے ، اخلاص کی اہمیت ضرورت پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

" سب سے پہلی چیز اخلاص ہے ۔ اس کو ٹٹولتے رہنا ہے ، اس کی فکر اور کوشش میں لگے رہنا ہے ۔ اور یہ اخلاص ایسی چیز ہے کہ کسی بھی وقت میں جا کر اس سے مطمئن نہ ہونا بلکہ موت تک اس کی فکر اور اس کی کوشش کرتے رہنا ہے ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بات سے ہمیشہ ڈرتے تھے کہ کہیں ہم منافق تو نہیں ہیں ۔ ابن ابی مُلیکہ ایک تابعی ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ لقد ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یخاف النفاق علی نفسہا ، یعنی میں تیس صحابہؓ سے ملا ہوں لیکن وہ سب کے سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے " ۔ لہذا اپنے بارے میں یہ اطمینان اور اعتماد کر لینا کہ میں تو اخلاص ہی سے کر رہا ہوں اس کا ہمیں حق نہیں ہے ۔ یہ فیصلہ تو خدائے پاک فرمائیں گے کہ کون اخلاص والا ہے ۔ اور کون اغراض والا ہے ۔ بس ہمیں تو ہر آن اسی ٹوہ اور اس فکر میں رہنا ہے کہ ہماری کوئی غرض تو اس میں شامل نہیں ہوگئی ۔ اپنے اوپر مطمئن ہو جانا خسارہ کا راستہ ہے ۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون ، ٢

نیت کی بلندی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا ؛ آدمی محنت تو اتنی کرے جتنی اس کے بس میں ہے لیکن نیت اونچی رکھنی چاہیئے اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ نیت کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں جس وقت جس طرف ضرورت ہو اُس وقت اُدھر کی ضرورت پوری کرنا اجر کو بڑھا دیتا ہے ۔

ل بموقع آمد کارکنان امریکہ ، ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۹۰ء بحوالہ ملفوظات واقتباسات از مفتی محمد روشن صاحب ۔ ٢ بموقع اجتماع سالانہ بنگلہ دیش ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک موقع پر اخلاص کے ساتھ اس دعوتی عمل میں لگنے سے اپنے اندر پانچ صفات پیدا ہونے کو اس طرح بیان فرمایا :

اخلاص کے ساتھ اگر لگیں رہیں گے تو ہمارے اس دعوت کے کام سے عبادات میں جان پڑے گی، معاملات درست ہوں گے، معاشرت صحیح اور پاکیزہ بنے گی، اخلاق بلند ہوں گے اور ایمانیات میں پختگی آئے گی۔ یہ کام اگر اخلاص کے ساتھ کریں گے تو ان پانچوں اعمال میں طاقت آئے گی، ہمارے معاملات ایسے ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ تبلیغ والے، یہ دعوت والے ہیں۔ ہر کام کرنے والا اپنے اندر غور کرے کہ یہ پانچوں چیز ہیں میرے اندر آرہی ہیں یا نہیں اگر نہیں آرہی ہیں تو اپنے اوپر محنت کرکے ان کو اپنے اندر لانا ہے جو جتنی محنت کرے گا اتنی ہی ترقی کرے گا۔

یہ دعوت والا عمل اندر کی صفات اخلاص اور سچائی کے ساتھ چلے گا چاہے ظاہری اسباب کی کمی ہو، اس راہ میں اپنی کمی پر اور خامی پر نظر کرنا ہی کمال کا ذریعہ ہے جو شخص اپنی کمی پر نظر نہیں کرتا اس میں کمال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

ایک مجلس میں جس میں اہل علم بھی موجود تھے اور کارکنان بھی تھے۔ ارشاد فرمایا۔ اس کام کی جان اخلاص اور استخلاص میں ہے، اخلاص کے ساتھ اگر یہ کام کیا جارہا ہو چاہے وہ تھوڑی ہی ہو تو وہی اصل ہے۔ اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے کیا جارہا ہو اور یہ اخلاص ہر عمل میں آرہا ہو۔ اور دوسری چیز استخلاص ہے وہ یہ ہے کہ یکسوئی کے ساتھ اس کام میں لگے رہیں کسی دوسری طرف نہ جائے اگر کوئی ٹانگ پکڑ کر کھینچے تو بھی نہ جائیں۔

جو اپنے جذبات کو اللہ کے دین کے تقاضوں پر اخلاص کے ساتھ قربان کردے۔ اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہو جائے گی۔ انسان جب طبیعت کے خلاف اللہ کے دین کے تقاضوں پر قدم اٹھاتا ہے تو ظاہر کے خلاف اللہ کی مدد آجاتی ہے، دین کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے چلیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات کا غیب سے تکمیل فرمائے گا اللہ تعالیٰ نے جو زندگی گذارنے کا طریقہ بتایا ہے وہی دین ہے، دین سراسر عمل ہے وہ باتوں کا نام نہیں ہے، کام کا نام ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶) **تفریغ وقت** فرمایا، مال اور جان کو مسلمان اپنی ملک سمجھ کر خرچ نہ کرے بلکہ جان و مال کو اللہ کی امانت سمجھے اور خدا کے حکم کو سامنے رکھ کر اپنا وقت فارغ کرکے اس کو خرچ کرے۔ جان و مال کا سب سے مقدم خرچ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہے۔ پھر امت کی ضرورتوں اور احوال پر خرچ کرنا ہے۔ یہ چار ماہ اور چلہ اس کی مشق کے لئے ہے کہ پوری جان اور مال اللہ کے حکم پر خرچ کرنا آجائے

دعوت اور داعی

حضرت جیؒ کی زندگی کا اصل مقصد اور نصب العین دعوت تھا۔ چنانچہ آپ کے تمام اعمال و اشغال اسی کے گرد گھومتے تھے۔ آپ خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں یہی فکر وجذبہ آپ پر طاری رہتا تھا۔ اور قانون الٰہیہ یہ ہے کہ وہ فکر پر دروازہ کھولتے ہیں۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ اسی فکر اور کڑھن کے صلہ میں آپ پر اللہ جل شانہ نے کیسے کیسے ابواب خیر مفتوح فرمائے۔ اور دعوت کے کیسے کیسے حکیمانہ طور وطریقے آپ پر منکشف فرمائے۔

اس مقام پر دعوت —— اور داعی کے تعلق سے آپ کے ارشادات و فرمودات کا ایک انتخاب پیش کیا جاتا ہے امید ہے کہ دعوت سے وابستہ حضرات ان سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

ایک موقعہ پر دعوت کی حقیقت اور اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

"دعوت وہ محنت ہے کہ جس کے کرنے سے خدا کے بندوں میں ایمانی زندگی آجائے اس محنت کے کرنے والوں کو تکلیف اور مشقت جھیلنی پڑتی ہے۔ جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جھیلی اور برداشت کی، یہاں تک کہ جان پر بن آئی۔ پھر خدا نے ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ دعوت لقمہ تر نہیں ہے کہ ہر ایک نگل لے، بڑی جھیلنی پڑتی ہے اپنوں کی بھی اور غیروں کی بھی۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی جھیلی کہ فرشتے بھی چلا اٹھے۔ یہاں تک کہ اپنی ضروریاتِ زندگی میں بھی سہنا پڑتا ہے چنانچہ حضور پاک علیہ السلام کے گھر میں دو دو ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی۔ جو لوگ اس دعوت والے کام کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں ان کو دنیا کے ٹھیکروں میں نہیں الجھنا ہے۔ بلکہ جھیلنا ہے اور آگے بڑھنا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور یہ محنت اس نیت سے کرنا ہے کہ وہ زندگی عام ہو جائے جس پر پڑ کر انسانیت جنت کے راستے پر چلتی ہے ۔

ایک مرتبہ کارکنان ہند کے اجتماع (منعقدہ ۱۲ مارچ ۱۹۸۲ء) میں دعوت کی نزاکت اور اس کو مسموم کرنے والی چیزوں کی وضاحت اس طرح فرمائی ۔

دعوت، یہ ایمانی ثمرات حاصل کرنے کے لئے زمین کا تیار کرنا ہے اور اس کی زمین ہمارے قلوب ہیں ۔ جتنی زمین ہموار ہو گی، ایمانی پودے اتنی ہی جڑ پکڑیں گے ۔ جو زمین جتنی نازک چیز کے لئے تیار کی جاتی ہے اسکی اتنی ہی حفاظت کی جاتی ہے ۔ دل کو گندہ اور بدبودار کرنے والی چیز حب جاہ اور تکبر ہے ۔ اس دعوت کے ذریعہ دنیا کی حقیر چیزیں کمانا تو کمینگی ہے ۔ اس دعوت کو چیزوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے گا، تو اللہ جل شانہٗ اس کو ذلیل فرما دیں گے ۔

دعوت کا کام صرف اللہ کے لئے ہو گا اور سادگی کے ساتھ ہو گا، اس کے متعلق فرماتے ہیں :

" اللہ کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا جائے، تعلیم کی جائے اور نماز پڑھی جائے ۔ فتنوں کا زمانہ ہے ۔ فتنے چاروں طرف سے امنڈ رہے ہیں ۔ اس لئے اس کام کو اگر سادگی کے ساتھ کرتے رہیں گے ۔ تو اللہ جل شانہ حفاظت فرمائیں گے ۔ اور کام کے اندر بھی برکتیں عطا فرمائیں گے ۔ سادگی کے ساتھ، یکسوئی کے ساتھ ان عملوں میں لگے رہو اور فتنوں سے اس کام کو بچاتے رہو ۔ ورنہ یہ فتنوں میں گھر جائے گا ۔ اس کام کو کرنا ہے اور اس میں سادگی کو ملحوظ رکھنا ہے ۔ یہ سادگی ہی اس کا جوہر ہے اور اسی سادگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عموم کا دروازہ کھولیں گے، باریکیوں والی چیز عمومی نہیں ہو سکتی ۔ یہ دعوت ایک ایسی عمومی چیز ہے کہ ہر ایک ایمان والا اس کو کر سکتا ہے ۔ بشرطیکہ سادگی کے ساتھ ہو اور پابندی کے ساتھ ہو، گشت ناغہ نہ ہو رہا ہو ۔ سہ روزہ کا اہتمام ہو رہا ہو ۔ اور سال کا چلہ ناغہ نہ ہو رہا ہو اور ان سب کو کر کے اپنی بڑائی نہ سمجھی جا رہی ہو۔ مختصر یہ کہ کام کرنا اور اصول و آداب کیساتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنا ہے اپنی صفات کو اجاگر کرنا ہے اور کھو کھلا ہونے والی باتوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔[له]

ایک مجلس میں دعوت کا کام کرنے والوں کو دو باتوں پر خاص طور سے اس طرح متوجہ فرماتے ہیں۔

"دعوت کا کام کرنے والے دو باتوں کا خاص خیال رکھیں۔ ایک قربانی کی مقدار کو بڑھاتے رہیں اور دوسرے اپنے کو اور اپنے کئے ہوئے کام کو کمتر سمجھ کر خدا کی بارگاہ میں معافی مانگتے رہیں۔ اپنے کئے کو اگر اپنی ہنرمندی سمجھنے لگے تو خطرہ ہے۔ لہٰذا غرہ نہ کرو اور اپنی ہنرمندی کا ثمرہ نہ سمجھو۔"

ایک مرتبہ آیت شریفہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر، تلاوت کرنے کے بعد فرمایا:

"پوری امت کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ اتنے آدمی تیار کرے جو پوری امت کی دعوت کے لئے کافی ہو جائیں۔ فرض کفایہ فرض عین سے بھی زیادہ قابل فکر ہے، کیونکہ فرض عین تو جو ادا نہیں کرے گا وہی گنہگار ہو گا اور فرض کفایہ ادا نہ ہونے کی صورت میں سب گنہگار ہوں گے۔ نیز اس آیت شریفہ میں امر بالمعروف پر یدعون الی الخیر کو مقدم فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلا درجہ دعوت کا ہے، جب تک ایسی جماعت نہ بن جائے۔ جو پوری امت کے لئے کافی ہو تو اس وقت تک پوری امت کے ذمہ اس کا فکر ضروری ہے۔"[ٹ]

اجتماع چاند پور ضلع بجنور منعقدہ ۱۵ ر شعبان ۱۳۹۵ھ میں علماء و خواص کی ایک مجلس میں جس میں حضرت مولانا نسیم احمد صاحب فریدی مرحوم بھی موجود تھے، دعوت، تزکیہ اور تعلیم کے عنوان پر فرمایا:

"اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ، یعنی اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

له ارشاد بموقعہ جوڑ اہل جنوب مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء ٹ بموقعہ اجتماع کولمبو سری لنکا بوقت تعلیم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو تین چیزیں دے کر بھیجا ہے ، (۱) دعوت ، (۲) تزکیہ ، (۳) تعلیم - دعوت اصل ہے۔ اس لئے کہ اس کے کرنے سے بقیہ دونوں وجود میں آئیں گے ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ؓ کے دور میں اس دعوت کے ذریعہ سے تعلیم و تزکیہ سب زندہ ہوتے تھے۔ اس لئے آج بھی اس دعوت کی محنت کی ضرورت ہے - مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میں پہلے قرنی سے مراد دعوت دوسرے قرنی سے مراد ذکر اور تیسرے سے تعلیم ہے ۔ تو جو دعوت والا کام کرے گا تو وہ پہلی صف یعنی صحابہ کی صف میں ہو گا خواہ وہ قیامت تک کیوں نہ ہو - دوسرے سے مراد خانقاہ والے ہیں جو کہ قیامت تک اس میں لگیں وہ دوسری صف میں ہوں گے ۔ تیسرے سے مراد تعلیم ہے یعنی جو بھی عالم قیامت تک آئے گا وہ تیسری صف میں ہو گا - اس لئے دعوت اہم ہے ، اگر دعوت کو کرتے رہیں گے تو ساری دنیا میں دین سو فیصد زندہ ہو جائے گا۔[1]

دعوت کے فوائد و منافع کے متعلق فرماتے ہیں :

(" دعوت ایک ایسی دولت اور ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر اس کو صحیح طریقہ سے کیا جائے تو ایمان میں قوت ، عبادات میں جان ، معاملات میں درستگی ، معاشرت میں پاکیزگی اور اخلاقیات میں حسن پیدا ہو گا)

جس قدر اس دعوت والے کام میں آدمی بڑھتا جائے گا ، اس کی اپنی عملی زندگی بنتی چلی جائے گی ۔ اور یہی اس کی نجات کا راستہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔

حضرت مولانا فرماتے تھے کہ کسی ایک علاقہ میں اگر کوئی ایک داعی دعوت دے رہا ہے تو وہ پورے عالم میں ہدایت لانے کی محنت میں لگا ہوا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں ۔

" جو اللہ کا بندہ دنیا کے جس حصہ میں بھی محنت کر رہا ہے - وہ پورے عالم میں ہدایت کی محنت لانے پر لگا ہوا ہے - اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ ایک حوض ہے جس میں ہر شخص کی محنت جمع ہو رہی ہے اور سطح بتلانے کا پیمانہ لگا ہوا ہے کہ دعوت کی محنت کہاں تک

---

[1] ماخوذ از بیان مولانا شمیم احمد اعظمی ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہونچی اور اللہ کی طرف سے ایک انداز مقرر ہے کہ محنت کی سطح جب یہاں تک آجائیگی تو پھر یہ عالمی فیصلے ہونگے اور جب یہاں تک آجائے گی تو یہ عالمی فیصلے ہونگے تو جس شخص کی محنت کا ایک قطرہ بھی اس حوض میں پڑ گیا اس نے گویا محنت کی سطح کو عالمی فیصلے کیطرف بڑھا دیا۔

• دعوت کے ان ہی فوائد و منافع کو اپنی ایک دوسری تقریر میں مزید وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے ہیں

"ہمیں اپنی زندگی کو اعمال، معاملات، معاشرت اور اخلاق کے اعتبار سے دیکھنا ہے کہ کیسی گذر رہی ہے۔ اعمال میں جتنی قوت اور جان ہو گی اتنی ہی ان شعبوں میں قوت ہوگی۔ نماز جب جاندار بن جائے تو اس کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ اس کا خاصہ برائی سے روکنا ہے۔ ایسی نماز پڑھنے کے ہم مامور ہیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ کیسی نماز؟ اندر سے آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا پک رہی ہو۔ یہ گریہ وزاری، یہ خشوع وخضوع والی نماز تھی۔

ہم دعوت دینے والے امت کو بتلانے والے اقوام عالم کو ایمان کی طرف متوجہ کرنے والے ہیں۔ لہذا ہمارے اعمال جاندار ہوں، ہمارے اخلاق درست ہوں، ہمارے معاملات صحیح ہوں، اور معاشرت میں پاکیزگی ہو۔ جب یہ چاروں لائنیں درست ہونگی، تو لوگوں کے دل ایسے کھچیں گے کہ روکے نہ رکیں گے۔ ایمان و اعمال میں اللہ نے کشش رکھی ہے۔ آج مشکل یہ ہے کہ ہماری زندگی میں جو اعمال ہیں وہ ہماری ہی کشش کا ذریعہ نہیں ہیں اور ان کو اس طرح کیا جا رہا ہے گویا سر سے بوجھ اتارا جا رہا ہے کہ نہ ذوق ہے نہ شوق ہے، نہ بشاشت ہے۔

بھائیو! دعوت مہا عمل ہے جو دوسروں کے عمل پر آنے کے لئے ذریعہ بنتی ہے۔ دعوت نبیوں کا کام ہے اور نبی خالی نظریات نہیں رکھتے بلکہ عملی زندگی میں کر کے دکھلاتے اور بتلاتے ہیں۔

(فلسفی میں اور نبی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ فلسفی صرف فکر اور نظریہ رکھتا ہے۔ زندگی سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ پیش کرتے ہیں اس میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کی زندگی خود ایک نمونہ اور شاہراہِ عمل ہوتی ہے۔ [1]

دعوت کا فائدہ مدعو کو پہونچے یا نہ پہونچے لیکن داعی کو ضرور پہونچتا ہے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

" دعوت کا میدان ساری دنیا ہے۔ دعوت مسجد سے باہر بھی ہے اور مسجد کے اندر بھی ہے۔ دنیا کا چپہ چپہ میدان دعوت ہے۔ ایمان کی دعوت دینے سے ایمان کی صفات آتی ہیں، جس شخص کو دعوت دیے رہا ہے۔ اگر اُڑد کے دانہ کے برابر بھی اس پر اثر نہیں ہے تو یہ دعوت دینے والا اس کے فائدے سے محروم نہیں رہا، اسے تو فائدہ پہونچ کر رہے گا بشرطیکہ صحیح ترتیب اور صحیح نیت سے دعوت دی جائے۔ ہماری تقریر سے تحریر سے اور تدبیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے"۔ [2]

دعوت میں نکلے ہوئے امیر اور مامور کے آداب و فرائض ایک مرتبہ اپنی مجلس میں اس طرح بیان فرمائے۔

" دعوت لے کر جن لوگوں کے پاس جائیں ان پر شفقت اور رحم کے جذبہ کے ساتھ جائیں۔ آزاد زندگی کو چھوڑ کر امیر کی مان کر وقت گزارنے کی نیت سے جائیں جس طرح نماز میں امام کی مان کر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح جماعت میں امیر کی مان کر وقت گذاریں۔ امیر کو یہ سمجھایا جائے کہ امارت ذمہ داری کا نام ہے، یہ کوئی عہدہ نہیں ہے اور مامور کا وقت اور مال امانت ہے۔ امانت سمجھ کر صحیح وقت گذارنے کی فکر کریں۔ آپس میں دو دو کی جوڑی بنا کر سیکھنے سکھانے میں وقت گذاریں، بستی میں داخل ہوں تو خدا کی جناب میں اپنے ضعف کا اظہار اور خدا سے مدد مانگ کر داخل ہوں۔ دینی و دنیاوی لائن کے بڑوں سے ملاقات کریں۔ دینی لائن کے بڑوں سے بات اس طرح کریں جیسے چھوٹے بڑوں سے کرتے ہیں بشاشت دیکھیں تو ان کو کارگزاری سنائیں، اور دعا کے لئے کہیں ورنہ خاموشی کے ساتھ انکی مجلس میں بیٹھ کر یا ملاقات کر کے واپس آجائیں۔

---

[1] بہ شکریہ جناب حبیب الرحمٰن وائم باڑی۔ [2] بموقعہ جوڑ کارکنانِ ہند مارچ ۱۹۸۲ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور دنیاوی لائن کے بڑوں کو ذمہ داری کا احساس دلائیں کہ آپ کے تعاون سے لوگ ہمارے ساتھ جڑیں گے ۔ اور اس کا اجر خدا آپ کو دیں گے ۔"

ایک موقع پہ مدراس اور سری لنکا کے احباب مرکز میں جمع تھے ان کو مخاطب بنا کر فرمایا :

" دعوت کا کام کرنے والوں کو نتائج کبھی نہیں دیکھنا چاہیئے ۔ بلکہ ہمیشہ تقاضہ کے مطابق قدم اٹھا دینا چاہیئے ۔ کیونکہ بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن اس حال میں حاضر ہوں گے کہ ان کے ساتھ صرف ایک مختصر سی جماعت ہوگی ۔ بعض کے ساتھ اس سے بھی کم ہونگے ۔ اور بعض ایسے ہوں گے جن کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا ۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ناکام ہیں بلکہ وہ تو اپنی ذات کے اعتبار سے سو فیصد کامیاب ہیں ۔ اس لئے انسان کے ذمہ اپنے کو قربان کرنا ہے اور نتائج کو اللہ کے حوالہ کر دینا چاہیئے ۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو دعوت دی جائے اس کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے ۔ حدیث شریف میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آتا ہے کہ لا یحقر احداً یبلغ رسالات اللہ ، جس شخص کو بھی آپ اللہ کا پیغام پہونچاتے تھے اس کو ذلیل نہیں سمجھتے تھے ۔"

ایک مرتبہ بڑے زور و قوت کے ساتھ اس دعوت کے ذریعہ دنیا کمانے اور اپنی جاہ میں اضافہ کرنے کو بڑی کمینگی کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" جس طرح خدا نے فرمایا ہے اسی طرح کام کریں گے تو فائدہ حاصل ہوگا ، ہماری تقریروں سے نہیں بلکہ عمل کا اثر زیادہ ہوتا ہے ۔ اس واسطے کام کرنے والوں کو اخلاص اور استخلاص کے ساتھ لگنا ہے ۔ اس کام کو اگر دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ بہت بڑی کمینگی ہے ۔ اللہ ہمیں استقامت نصیب فرمائے ۔ ہم اپنی کوتاہی کی وجہ سے اپنی دولت کو داغدار کر رہے ہیں ۔ تکبر ہر نیک عمل کو سڑا دیتا ہے ۔ خدا کا قانون ہے کہ جو اس کے لئے اپنے کو پست کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو ظاہر میں بڑا بنتا ہے خدا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو ذلیل کرتے ہیں۔

آج کل تو اس پر لڑائی ہوتی ہے کہ اس نے ہماری پوزیشن نہیں پہچانی، خدا ہماری مغفرت فرمائے ہم تو خود ہی اپنے منہ میاں مٹھو بنے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ میں کہتا ہوں کہ ہم جیسا کوئی جانور رہے ہی نہیں کہ ہر وقت اپنے ہی خیال میں مبتلا رہتے ہیں۔ ؎

ایک مرتبہ اجتماعی دعوت اور انفرادی اعمال میں پیدا ہونے والے ایک نقص کو اس طرح بیان فرمایا:

اگر کوئی آدمی عالمی پیمانہ پر تو دعوت کی فکر کرتا ہے لیکن اپنی ذات میں وہ اعمال نہیں لا رہا ہے تو اس کی دعوت ناقص ہے اور اگر کوئی آدمی اپنے ذاتی اعمال تو خوب کر رہا ہے لیکن اسے دعوت کا فکر نہیں ہے تو اس کا عمل ناقص ہے۔ اس لیے ہمارا کام ان دونوں کو جوڑ کر اور جمع کر کے چلنا ہے اور دونوں کو اکٹھا کرنے میں لامحالہ قربانی بڑھانی ہوگی اور اس کام کو اپنا کام بنانا ہوگا۔ اپنا کام بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی ہمارے اپنے تقاضے دعوت کے تقاضوں سے ٹکرائیں تو ہم دعوت کے تقاضوں کو مقدم کر دیں اپنے تقاضوں پر اور اس کام کی کڑھن اور فکر میں ہم امت کو رو رہے ہوں، ہم دین کو رو رہے ہوں اور ہم اقوام عالم کی ہدایت کو رو رہے ہوں۔

داعی کے لیے اس مبارک عمل میں ترقی کا معیار کیا ہے؟ اور اپنی ہدایت کی نیت کسقدر ضروری ہے، اس کے متعلق ایک مجلس میں فرمایا کہ!

دعوت کے اندر ہماری ترقی کا معیار یہ ہے کہ ہم قربانیوں میں آگے بڑھتے چلے جا رہے ہوں، سنتوں کا اہتمام اور نبی پاک علیہ السلام کا اتباع ہماری زندگی میں آتا جا رہا ہو اگر یہ سب چیزیں ہو رہی ہیں تو سمجھ لو کہ یہ داعی دینی وایمانی طور پر ترقی کر رہا ہے ورنہ نہیں۔ اللہ کی طرف سے محنت کرنے والوں کے لیے ہدایت کا وعدہ ہے اس لیے ہمیں جماعتوں میں نکل کر اپنی ہدایت کی نیت کرنی چاہیے، اگر اپنی نیت نہیں کی اور دوسروں کی نیت کر لی تو جس کی نیت کی اس کو تو ہدایت کا کوئی وعدہ نہیں ہے اور جس کی ہدایت کا وعدہ ہے اس کی نیت نہیں کی، لہٰذا نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

؎ بموقعہ جوڑ کارکنان ہند مورخہ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعمال کی اہمیت اور اس کی تاکید

دینی و شرعی اعمال میں اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے کس قدر برکتیں، راحتیں اور دل و دماغ کا سکون رکھا ہے اور اعمال پر کیسی کیسی کامیابیوں کا یقین دلایا ہے، حضرت مولانا اس کو اپنے بھرپور اندرونی ایمان و یقین کی روشنی میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"انسان اگر دنیا پر محنت کرے تو دنیا کے اعتبار سے قیمتی بنے گا۔ اور اگر آخرت پر محنت کرے تو آخرت کے اعتبار سے قیمتی بنے گا۔ آخرت پر محنت کرنے والے کو اس کے عمل کی قیمت پوری ملتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی، بخلاف دنیاوی محنت کے کہ نہ اس کی قیمت پوری ملتی ہے اور نہ وہ ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ جس محنت کو لے کر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اسی محنت سے انسان قیمتی بنتا ہے بشرطیکہ محنت والی ترتیب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم والی ہو۔ اگر محنت کی ترتیب آپ والی ہو تو پھر اس انسان کی قیمت سوائے رضاء خداوندی کے اور کوئی چیز نہیں بن سکتی۔ اگر ایمانی محنت کو پہلا درجہ دیا تو بقیہ محنتیں سہولت سے صحیح ترتیب پر آجائیں گی۔"

ایک موقع پر دنیا کی بے وقعتی اور اعمال صالحہ کی وقعت واہمیت تبلاتے ہوئے فرمایا کہ: مال و دولت، سونا چاندی، عہدہ و منصب اللہ کے انعامات میں سے خصوصی انعام نہیں ہے بلکہ عمومی ہے اور اس کے لیے ایمان بھی شرط نہیں ہے۔ یہ چیزیں ایمان والوں کو بھی دیدیتے ہیں اور بے ایمانوں کو بھی دے دیتے ہیں۔ اللہ کا خصوصی انعام ایمان ہے اور ایمان بھی وہ جو اعمال صالحہ کے ساتھ ہو اور پھر ایمان اور اعمال صالحہ والوں میں سے خصوصی انعام ان پر ہے جنھیں اللہ تعالے دین کی محنت اور جدوجہد کیلئے قبول فرمائے اس لیے ہمیں عملوں کا اہتمام کرنا ہے عملوں پر جمنا ہے۔ عمل کی تاثیر دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہے اور آخرت میں بھی۔ اعمال کے لیے دن میں محنت کرنا ہے اور رات میں خدا سے مانگنا ہے۔ شیطان انسان کا دشمن ہے اس لیے وہ کوشش کرتا ہے کہ یہ انسان عملوں پر نہ پڑے کیوں کہ عمل ہی سے دنیا اور آخرت کی زندگی بنتی ہے۔ جتنی ہماری زندگی اعمال پر آجائے گی اتنے ہی ہم بنتے چلے جائیں گے اور جہاں پر بھی ہوں گے بنے ہوئے رہیں گے۔ اس لیے کوشش

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنی چاہئے کہ عمل کے ذریعہ سے ہم بھلے مانس بن جائیں ۔

ایک اجتماع میں سورہ اخلاص تلاوت کرنے کے بعد بڑے جوش و قوت کے ساتھ اعمال کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اللہ مستغنی اور بے نیاز ہیں، ان کی کسی سے رشتہ داری نہیں، خالق ہیں، خالق پنے کا تعلق ہے۔ اس واسطے کچھ راہیں ایسی تبلا دی ہیں جن سے مخلوق کا تعلق خالق سے جڑ جائے۔ نبیوں کے ساتھ جو معاملہ خدا نے کیا ہے آج بھی وہی خدا ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ خدا کا کسی کے ساتھ کوئی رشتہ نسب نہیں ہے۔ عملوں پر جو جتنی محنت کرے گا، اتنی ہی خدا کے یہاں پوچھ ہوگی اور مقام بنے گا۔ اللہ نے اپنے کرم سے یہ ایک شکل جاری فرمائی ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ مشاغل میں سے اپنے اوقات کو فارغ کریں۔ اللہ کے یہاں قیمت عمل کی ہے۔ بشرطیکہ وہ عمل خدا کی رضا کی نیت سے کیا ہو، رضا والا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ساری دنیا سے قیمتی ہے۔"[1]

حالات کا بناؤ بگاڑ اعمال پر موقوف ہے۔ اور اعمال کے بقدر زندگی بنتی سنورتی ہے۔ ایک اجتماع میں حضرت مولانا نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا۔

"حالات عمل کے تابع ہیں۔ اعمال اگر اچھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ دنیا کے حالات بھی اچھے بنائیں گے۔ اعمال کی کوشش کے بقدر ہمارے دین و دنیا کے حالات درست ہوں گے۔ اس لئے ہمیں اعمال کی مشق کرنی ہے۔ اور اعمال میں اپنے آپ کو لگائے رکھنا ہے۔ اصل مسئلہ آخرت کا ہے دنیا کا ہر مسئلہ تو ختم ہونے کے لئے ہے۔ لیکن آخرت کا بگڑنا بڑی پریشانی کی بات ہے۔ اعمال انسان کی فکر کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو دنیا کی فکر ہوگی تو دنیا کے اعمال کرے گا اور آخرت کی فکر ہوگی تو آخرت کے اعمال کرے گا۔"

دین و عمل کو چھوڑ کر بے دینی و بے عملی کی زندگی گزارنے والے کے متعلق فرماتے ہیں!

---

[1] بموقع اجتماع سایری ضلع سہارنپور، مورخہ ۶ رشوال ۱۳۸۶ھ ۱۸ رجنوری ۱۹۶۷ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

"اگر دنیا میں خدا کے احکامات سے آزاد مرا تو آخرت کی آزادی سلب ہو جائیگی اور اگر دنیا میں احکامات کی پابندی کی تو آخرت میں آزادی ملے گی۔ دنیا آخرت کی سوتن ہے اور دنیا خواہشات کے پورا ہونے کی جگہ ہے ہی نہیں چاہے امریکہ کا صدر ہی کیوں نہ ہو۔"

دنیا کی زندگی کے بعد ایک مقام راحت کا ہے اور دوسرا مقام تکلیف کا ہے۔ اگر انسان جانوروں جیسی زندگی گذارے گا تو موت پر مارا جائے گا۔ اور اگر انسانیت والی زندگی گذارے گا تو وہ نواز دیا جائے گا۔ جس نے زندگی کا مقصد کھانا کمانا نہیں بنایا بلکہ اپنے پیدا کرنے والے کے کہنے کے مطابق عمل کیا تو وہ موت کے بعد راحت والی جگہ پہونچ جائے گا۔ انسان کا جو سانس چلتا ہے۔ اس کی اتنی ہی عمر کم ہوتی ہے۔ چاہے وہ سو رہا ہو یا کام کر رہا ہو، سانس چلتا ہی رہتا ہے اور برف کی سلی کی طرح عمر پگھلتی جاتی ہے۔ پوری زندگی خواب کی زندگی ہے اگر اسی کو بنیاد قرار دے دیا تو آنکھ کھلنے کے بعد پچھتانا پڑے گا۔ ایک آدمی پر قرضہ تھا خواب میں دیکھا کہ کوئی اس کی بکری تیس روپے میں خریدنا چاہتا ہے۔ بکری والے نے کہا کہ چالیس روپیہ میں دوں گا اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ تو دیکھا کہ وہاں نہ کوئی تیس روپیہ میں خریدنے والا ہے اور نہ کوئی چالیس روپیہ میں۔ تو اس شخص نے جلدی سے اپنی دونوں آنکھیں بند کر کے کہا کہ اچھا تیس ہی روپیہ دیدو۔ یہ زندگی بالکل اسی خواب کی طرح ہے۔ آج بننے یا بگڑنے کا وقت ہے۔ موت کے بعد بننے یا بگڑنے کا زمانہ ختم ہے۔ اب اگر بنا تو ہمیشہ کے لئے بن گیا، اور اگر بگڑا تو ہمیشہ کے لئے بگڑ گیا۔ اور اگلی زندگی اسی بناؤ بگاڑ کے مطابق ہوگی۔ اگر انسان اللہ کے ہاتھ میں اپنے نفع اور نقصان کو جانتا ہے تو اس کی منشاء مرضی اور حکم کو دیکھ کر اپنے آپ کو استعمال کرتا ہے۔ اور اگر اپنے آپ ہی کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھے تو پھر یہ اپنے آپ کو خدا کا بندہ نہیں سمجھے گا۔ بلکہ نفس کا بندہ ہو کر رہ جائیگا۔ جس کے نتیجے میں منہ کی کھائے گا۔"

حضرت جیؒ اجتماعی اعمال کے ساتھ ساتھ انفرادی اعمال پر بھی بہت زور دیتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے ۔ چنانچہ ایک موقعہ پر انفرادی اعمال کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی ۔

" جہاں اجتماعی عمل کئے جائیں وہیں انفرادی اعمال بھی کئے جائیں ۔ اور ذکر اور دعا کا اہتمام کیا جائے ۔ ہم جتنے خدا کے حکموں پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلیں گے ۔ اتنا ہی اللہ برکت دیں گے ، مدد فرمائیں گے ۔ انفرادی اعمال سے ظاہری اعمال میں برکت آتی ہے ۔ برکت خدا کے قبضہ میں ہے ۔ وہ عمل کرنے سے آتی ہے ۔ دن میں اجتماعی اعمال پر محنت کی جائے اور رات میں انفرادی اعمال کے ساتھ دعائیں مانگی جائیں ۔ جتنی محنت کی جائے گی اتنی ہی انفرادی اعمال میں ترقی ہوگی اور جتنا انفرادی اعمال کا اہتمام کیا جائیگا اتنی ہی دیگر اعمال میں برکت آئے گی ۔ اگر انفرادی شخصی زندگی سے بے پرواہی برتی تو ظاہری اعمال بھی بے جان ہوں گے ۔ یاد رکھو ظاہری اعمال سے انفرادی اعمال میں ترقی ہوگی اور انفرادی اعمال سے ظاہری اعمال میں جان پڑے گی "۔

اسی طرح ایک موقعہ پر دن کی اجتماعی محنت اور رات کی انفرادی محنت کو اس طرح ارشاد فرمایا :

" دوستو اور بزرگو ! ہمیں دو محنتیں کرنی ہے ایک دن میں اللہ کے بندوں پر محنت کرنی ہے ۔ دوسری محنت راتوں کو اٹھ کر اللہ کے سامنے رونا ہے ، گڑگڑانا ہے ۔ دن کی محنت خوب جم کر کی جارہی ہو یہاں تک کہ ہم تھک جائیں ، اور راتوں کو اٹھ کر پھر اللہ کے سامنے دعائیں مانگی جارہی ہوں ۔ یہ دو کام کرنے کے ہیں ۔ اگر ایک کام کیا اور دوسرا نہیں کیا تو ہمارا کام ادھورا رہ جائے گا ۔ دن کی کوشش اور راتوں کی دعا پر اللہ جل شانہ اپنا فضل فرمائیں گے ۔ اور خدا کے فضل سے ہی گاڑی چلے گی اور خدا کا فضل اُتنا ہوگا جتنی ہماری دین کی کوشش اور دعاؤں کی کثرت ہوگی "۔

آخرت کی کامیابی اعمال سے ہے

اعمال سے آدمی بنتا ہے یا بگڑتا ہے
کس عمل کی اللہ کے یہاں کیا قیمت ہے

کون سا عمل جنت والا ہے اور کون سا جہنم والا ۔ کس عمل سے انسان کو دونوں جہان کی کامیابی یا ناکامی ملتی ہے ۔ اس کو حضرت مولانا اپنی تقریروں میں خوب کھول کھول کر بیان

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرماتے تھے ۔ اس موضوع پر آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ ایمان و ایقان اور اخلاص کی کسوٹی پر پورا اترتا تھا ۔ اور ہر سننے والا کھلے طور پر محسوس کر لیتا تھا کہ کہنے والے کا ایک ایک جملہ قال سے بہت بلند تر ہو کر اس کا اپنا حال بن چکا ہے۔

" ایک موقعہ پر بھلے اور برے اعمال کے درمیان فرق و امتیاز کرتے ہوئے فرمایا:

دنیا میں بھلائی اور برائی صرف انسان ہی کے راستے سے آتی ہے اور یہ براہ راست اور بلا واسطہ دنیا میں نہیں پھیلتی بلکہ انسان کے واسطے سے آتی ہے ۔ جو شخص نیکی اور بھلائی کو اپنا مقصود بنا لیتا ہے وہ دنیا کی آلائشوں سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے اور پھر دنیا کی وقعت اس کے دل میں نہیں رہتی ۔ انسان کے اندر جو ہوتا ہے وہی باہر پھیلتا ہے ۔ اگر بھلائی ہو تو بھلائی پھیلتی ہے ۔ اور برائی ہو تو برائی پھیلتی ہے ۔ اور پھر یہ بھلائی یا برائی صرف انسانوں میں نہیں بلکہ پورے عالم میں پھیلتی ہے ۔ اور اللہ جل شانہ نے برائی اور بھلائی کا تعین انسان کے حوالے نہیں کیا ورنہ تو ایک ہی چیز کو ایک انسان برا کہتا اور دوسرا اسی کو بھلا کہتا ۔ اس لئے بھلائی اور برائی کا معیار صرف ؛ ورصرف اللہ اور اس کے رسول ہیں، اب اگر صرف اللہ اور اس کے رسول کی بات پر خم ٹھوک کر جم جائیں ۔ کسی کی پرواہ نہ کریں بس یہ طے کر لیں کہ جس کو خدا اور اس کے رسول نے نیکی بھلائی اور خیر بتلایا وہ تو خیر ہے اور جس کو برائی بتلایا وہ برائی ہے ۔ تو انسانیت کا مسئلہ حل ہو جائے اور اس میں سدھار آجائے ۔ بھلائیوں میں سب سے اونچی بھلائی ایمان ہے ۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرمن آمن باللہ والیوم الآخر ۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان محنت کر کے بھلائی یعنی ایمان اپنے اندر پیدا کرے تاکہ پورے عالم میں بھلائی آجائے ۔"

ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا ۔

" بھلائی اور برائی آدمی کے اندر سے نکلتی ہے ۔ آدمی بھلا ہوتا ہے تو بھلائی نکلتی ہے اور اگر آدمی برا ہوتا ہے تو برائی نکلتی ہے ۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہ بھلے آدمی کو نوازتا ہے اور برے آدمی سے خفا ہوتا ہے ۔ بھلا آدمی جہاں پر بھی ہوگا بھلا ہوگا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور برا آدمی جہاں پر بھی ہوگا وہ برا ہوگا۔ چاہے وہ اپنے گھر پر یا اپنے کھیت پر یا اپنی دوکان پر یا اپنی بستی کے اندر ہو"۔)

حضرت مولانا' کہنے کے مقابلہ میں ہمیشہ کرنے کو ترجیح دیتے۔ اور اسی کی ترغیب کام کرنے والے احباب کو بھی دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ عمل ہمیشہ قول کے مقابلہ میں موثر اور وزنی رہا ہے۔ ایک مرتبہ دوران تقریر ارشاد فرمایا۔

"عملی تعلیم قولی تعلیم سے زیادہ قوی ہے۔ ایسی ہی عملی تشکیل قولی تشکیل سے زیادہ قوی ہے۔ اثر پیدا کرنا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بغیر عمل کا قول آخرت میں پکڑ وادیگا قول کے مطابق اگر عمل نہ ہوا اور فکر نہ ہو تو یہ نقصان کا سبب ہے"۔

تقریر تو ہم خوب کرلیں۔ واہ واہ فرشتے بھی جھوم رہے ہوں۔ لیکن جب منبر سے اتر کر آئیں تو عمل کے اعتبار سے ہم کورے ہوں' یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ عمل کی محنت کرتے ہوئے تھوڑا کہنا کارگر ہوسکتا ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت کہیں اور پھر لوگوں کی غیبت میں لگ جائیں۔ شریعت کے اعمال میں ذاتی حسن وکشش ہے۔ یہ سمجھ لینا کہ ہماری تقریر سے اعمال میں کشش پیدا ہوتی ہے۔ یہ خطرناک بات ہے۔ لچھے دار تقریریں کرنے والے کی تباہی کا زیادہ خطرہ ہے کیونکہ وہ اپنے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہوگا اور مارا جائے گا۔ اللہ تعالی ہمارے دلوں کی آنکھیں کھول دے۔ اصل تو یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے کو ضرورتمند جانے تو بہت آسان ہے۔ ورنہ بہت مشکل ہے۔

ماحول کا سدھار اور دینی زندگی

دعوت وتبلیغ کے ذریعہ اپنے گھر اپنے علاقہ بلکہ عالم گیر ماحول کو سدھارنے اور ان میں دینی وایمانی روح پیدا کرنے کی جو محنت وکوشش ہورہی ہے اس کی اہمیت وضرورت کو حضرت مولانا اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

("دین کا کام کرنا یہ ہمارا اصلی کام ہے اسے ہم نے بھلا دیا۔ نکلنے کے زمانے میں اس کی کوشش کرنی ہے کہ ہم دین کے کام کو شوق سے کرنے والے بن جائیں کیونکہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آدمی وہی کام کرتا ہے جس کا اس کو شوق ہوتا ہے۔ جس کو دوکان کا شوق ہوگا وہ دوکان کا کام کرے گا۔ اور جس کو دین کا شوق ہوگا وہ دین کا کام کرے گا بس اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا شوق عطا فرمادے۔"

دین سیکھنے کے لئے وقت لگانے کا مطلب کیا ہے؟ نیز دین کے نام پر رہبانیت اور تجرد اختیار کرلینا اور بیوی بچوں کو چھوڑ دینا یہ بے دینی ہے۔ دین نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک موقعہ پر فرمایا!

"دین کا سیکھنا ہر انسان کے ذمہ ضروری ہے اور دین سے بے فکر ہوجانا یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ دین سیکھنے میں وقت لگانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے گھربار اور بیوی بچوں کو چھوڑ دیں اور ان کی گردنیں مروڑ دیں بلکہ ان کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دین کے بھی کام کرتے رہیں۔ اور دین کو بھی سیکھتے رہیں۔ جو جتنی کوشش کریگا اس کے اندر اتنا ہی دین آجائے گا۔ نہیں کرے گا تو وقت گذر جائے گا۔ اور گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا جو رات گذر گئی ہے وہ کسی قیمت پر واپس نہیں آئے گی اور جو دن گذر گیا ہے وہ کسی قیمت پر واپس نہیں آئے گا۔"

حضرت مولانا کے نزدیک یہ محنت ماحول کا بگاڑ درست کرنے کے لئے ہے کیونکہ ماحول ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اچھا یا برا بننے پر مجبور کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"جیسا ماحول ہوتا ہے ویسا ہی آدمی بن جاتا ہے۔ اگر ماحول دین کا ہوتا ہے تو آدمی کے اندر دین آتا ہے۔ ماحول اگر دنیا کا ہوتا ہے تو دنیا آتی ہے۔ ہمیں اصل محنت ماحول کے بنانے کی کرنی ہے تاکہ ہم دین پر چلنے والے اور دین کی کوشش کرنے والے بن جائیں گشتوں کا کرنا، تعلیم کرنا، تسبیحات پڑھنا اور نمازوں کا اہتمام کے ساتھ پڑھنا یہ چار کام ہیں، ان چار کاموں کو جب اہتمام سے کروگے تو اسی سے ماحول بنتا چلا جائے گا۔ جس جگہ نماز کا ماحول ہو وہاں پر بے نمازی کو اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہوجاتا ہے اور وہ بھی نماز پڑھنے لگتا ہے۔ اگر تسبیح پڑھنے کا ماحول ہے تو تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ ہمارا ماحول دینی ماحول بن جائے۔ (تقریر مرکز دہلی، ستمبر ۱۹۸۹ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

• دین کی محنت کرنا یہ ہمارے ذمہ ہے اور ہدایت دینا یا نہ دینا یہ خدا کے قبضہ میں ہے۔ لیکن خدائے پاک دینی محنت کرنے والے پر رحم فرما کر اس کو ہدایت سے نواز دیتے ہیں۔ حضرت مولانا اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"ہدایت کسی کے قبضہ میں نہیں ہے وہ صرف خدائے پاک کے قبضہ میں ہے۔ اور خدائے پاک ہدایت اس وقت دیتے ہیں جب ہدایت کا سبب اختیار کیا جائے۔ ہر چیز کے لیئے اللہ جل شانہ نے سبب بنایا ہے جب سبب کو اختیار کیا جاتا ہے تو وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے، چنانچہ پیسہ حاصل کرنے کے لیئے دوکان کو، غلہ حاصل کرنے کے لیئے کھیتی کو اور اولاد حاصل کرنے کے لیئے نکاح کو سبب بنا رکھا ہے۔ اور ان اسباب کے ذریعے سے ان چیزوں کو خدائے پاک وجود مرحمت فرماتے ہیں۔ ایسے ہی ہدایت ہے، ہدایت کا سبب اللہ نے دین کی کوشش کو بنایا ہے جتنی دین کی کوشش کریں گے اتنا ہی اللہ جل شانہ ہدایت کے فیصلے فرمائیں گے۔ ہمیں خدا سے ہدایت اتروانے کے لیئے دن کو کوشش کرنا ہے اور راتوں کو دعائیں مانگنی ہے۔ خدائے پاک ہمیں ہدایت والا اور ہدایت کی کوشش کرنے والا بنا دے"۔ آمین۔

• ماحول کی طرح جذبات بھی انسان کے بننے بگڑنے میں زبردست کردار ادا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ موت سارے جذبات کو ختم کر دیتی ہے تو اچھا یہ ہے کہ انسان جذبات کو اپنی زندگی ہی میں صحیح رخ پر لے آئے۔ تاکہ یہ موت کے بعد کام آئیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا:

"آدمی کے جیسے جذبات ہوتے ہیں ویسے ہی اس کی زندگی گذرتی ہے۔ جس کے جذبات دین کے ہوں گے وہ دین پر چلے گا۔ اور جس کے جذبات دنیا کے ہوں گے وہ دنیا پر چلے گا۔ لیکن سارے جذبات موت پر ختم ہو جاتے ہیں۔ موت آنی ہے اور یہ سارے جذبات چھوٹ جائیں گے۔ دین کا جتنا کام کیا جائے گا وہ موت کے بعد کام آئے گا اور اس کو موت کے بعد کام آنے ہی کیلئے کرنا ہے۔ موت پر کوئی چیز دنیا کی ساتھ نہیں جاتی ـــــ ساتھ جانے والے صرف انسان کے اعمال ہیں"

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک مرتبہ آدمیت اور دینی زندگی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا!

" آدمیت نام ہے اللہ کے بندہ بننے کا اور اللہ کی بندگی یہ ہے کہ ہم ہر حال میں اللہ کے احکامات پر چل رہے ہوں۔ اپنے کھیت میں اپنے کاروبار میں، اپنی دکان میں، اپنے مکان میں، اپنی نوکری مزدوری میں جہاں پر بھی ہم ہوں۔ اللہ کی مان کر چلنے والے ہوں اسی کا نام دینداری ہے۔ چند عمل کر لینے سے آدمی دیندار نہیں بنتا بلکہ پوری زندگی اللہ کے حکموں پر جم رہی ہوگی تو اس کو دینداری کہیں گے۔ اب ہمیں یہ ٹھان لینا ہے کہ اپنی زندگی کو دین پر ڈھالنا ہے۔ اگر دین پر نہیں چلیں گے تو یہ زندگی دھوکے میں گذر جائے گی اور پھر آخرت کی زندگی میں بڑی کٹھنائی آئے گی۔

ذات اور شخصیت کے بجائے اصول اور کام پر زور

مولانا اپنے دونوں پیش رو ۔۔۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ) کی طرح اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ کام کی ترقی اور عروج ذات اور شخصیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ اخلاص اور استخلاص اور اصولوں پر جمنے میں ہے اور یہ کہ کام سے تعلق رکھنے والوں کے اعمال و اخلاق جس قدر بلند ہوں گے اسی قدر اس دعوتی کام کا معیار بلند ہوگا۔ خود اپنی ذات کے متعلق حضرت مولانا کا تخیل بلکہ اصرار یہ تھا کہ میری موجودگی بھی اجتماعات میں ضروری نہیں ہے۔ کرنے والی ذات صرف خدا کی ہے۔ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کام کیا جائے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماع میں حضرت مولانا کی شرکت نہ ہوسکی تو وہاں کے کام کرنے والے احباب اور ذمہ داروں کو اپنی عدم شرکت کی افادیت کو اس طرح تحریر فرمایا!

" بندہ نے تمام احباب سے بہت ہی زیادہ رائے لی آپ کے یہاں کے لئے، مگر کسی کی بھی رائے نہ ہوئی۔ بندہ گو جسمانی حاضری نہ دے گا۔ لیکن بندہ کی دعا اور دل کی پکار آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے، بندہ آئے تب بھی اور نہ آئے تب بھی، بلکہ اپنی عدم حاضری بعض وجوہ سے حاضری سے زیادہ مفید ہے۔ حاضری میں مخلوق پر نظر

toobaa-elibrary.blogspot.com

آسکتی ہے۔ غیر حاضری میں صرف خالق پر نظر جمنے کا قوی امکان ہے۔ حاضری میں بوجھ اوروں پر ہو سکتا ہے۔ غیر حاضری میں سارا بوجھ آپ سب پر ہوگا جو تمام فتوحاتِ غیب کے لئے مفتاح کا کام دے سکے گا۔" [1]

ایک مرتبہ اپنی ذات پر اعتماد کرنے اور اپنی محنت پر نگاہ رکھنے کا نقصان بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جب آدمی کی نگاہ اپنی ذات پر ہوتی ہے تو کام نہ ہونے پر مایوسی آتی ہے اور اگر خدا پر نگاہ ہوتی ہے، تو کام ہونے پر رجوع الی اللہ بڑھتا ہے، کام کے نہج کے صحیح ہونے کا شکر بڑھتا ہے۔ اور کام ہونے پر اپنے اندر خدا کا شکر پیدا ہوتا ہے۔ خدائے پاک انسان سے یوں چاہتے ہیں کہ محنت تو خوب کرے چاہے کام ہو یا نہ ہو، کیونکہ یہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جو شخص خدا کی نگاہوں میں چڑھا ہوا ہوتا ہے اسے خدا اچھے کاموں میں لگاتے ہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جو کسی کی نگاہ میں چڑھا ہوا ہو تو اس کو اچھے اچھے کام بتائے جاتے ہیں۔ اور اگر نہ چڑھا ہوا ہو تو کام ہی نہیں بتایا جاتا کہ جو جی چاہے کر۔ یاد رکھو کہ خواہشات کے مطابق چلنا یہ معصیت کی جڑ ہے۔ اور نفس کا دشمن بننا یہ طاعت کی جڑ ہے۔"

فرمایا کرتے تھے کہ موجودہ دور کے جتنے فتنے ہیں ان سے حفاظت کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ ہے کہ اصول پر جمتے ہوئے اس دعوتی کام کو یکسوئی کے ساتھ سیدھے سادے طریقہ پر کرتے رہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جنوبی ہند سے آنے والے پرانے احباب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"فتنوں کا زمانہ ہے، فتنے چاروں طرف سے امنڈ رہے ہیں۔ سادگی کے ساتھ اپنے کو کام میں جمائے رکھیں گے، تو ہماری بھی فتنوں سے حفاظت ہوگی اور کام کی بھی حفاظت ہوگی۔ فتنوں سے بچتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ ان اعمال کو کرتے رہیں گے

---

[1] اقتباس مکتوب بنام اہل شوریٰ بنگلہ دیش، محررہ ۲۱، ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۳، مارچ ۱۹۷۶ء۔

توفتنوں سے بچتے رہیں گے ورنہ تھوڑے سے فتنے کی طرف اگر جھانکیں گے تو فتنہ ہمیں اپنی طرف گھسیٹ لے گا۔ اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! سادگی کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ اپنے ان عملوں میں لگے رہیں اور فتنوں سے بچتے ہوئے کام کرتے رہیں ورنہ فتنہ اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ جل شانہٗ ہمیں فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین [1]

دعوت کا استقبال اور اپنی ذات پر خوف

کسی بھی دینی ومذہبی تحیادرت کے لئے اس کا ابتدائی زمانہ سخت جد وجہد اور مشکلات کا ہوتا ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ راہ ہموار ہوتی چلی جاتی ہے۔ رکاوٹیں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں اور لوگ اس کا نفع اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں تو پھر اس کا استقبال اور عام رجوع کا دور شروع ہوجاتا ہے۔ یہ دوسرا دور پہلے دور کے مقابلہ میں زیادہ نزاکتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا دور دعوت کے استقبال اور اس کے عروج کا دور ہے۔ اسی بنا پر آپ اس دعوتی محنت کے تعلق سے حد درجہ فکر مند رہتے ہوئے کام کرنے والوں کی نگرانی اور ان کے محاسبہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور مختلف انداز و پیرایہ میں ان کو نصیحت و فہمائش فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر استقبال کے زمانہ میں اغراض والوں کی طرف سے پیدا ہونے والے خطرات کی نشاندہی اس طرح فرمائی:

"ہمارے کام کے لئے یہ استقبال کا دور ہے۔ اگر آدمی زینے پر احتیاط سے چڑھے تو چڑھتا چلا جاتا ہے لیکن اگر توازن برقرار نہ رکھ سکے تو گر جاتا ہے۔ اغراض والے۔۔ ظاہری منافع پر نظر رکھتے ہیں اور جہاں ان کو غرض پوری ہوتی نظر آتی ہے وہاں تک ساتھ دیتے ہیں اور جہاں قربانی کا وقت آتا ہے تو کھسک جاتے ہیں یہ بڑے خطرہ کی بات ہے۔ اور اس سے بچنے کی شکل صرف یہ ہے کہ ہم بس کام کی نہج پر جم رہے ہوں اور ظاہر کے منافع سے بچ رہے ہوں۔ بس یہی چیز ہمارے لئے اور کام کے لئے وقایہ ہے۔"

---

[1] ارشاد بموقعہ جوڑ مبوبلی ہند مورخہ ۸ /۱۰ /۸۷ء ۱۹ء بشکریہ جناب حبیب الرحمٰن صاحب وانم باڑی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم بہت نازک دور سے گذر رہے ہیں ذرا پھسلیں گے تو معلوم نہیں کہاں گریں گے ہم بہت پُرخطر دور سے گذر رہے ہیں۔ استقبال کا دور ہے۔ اس میں اغراض والے بہت مل جائیں گے اور جب ان کی کثرت ہو گی تو کام کے ختم ہونے کا خطرہ ہے۔"

بوڑیہ کے اجتماع میں مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے استقبالی دور میں قربانیوں کی مقدار بڑھانے پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

" آج کام کا استقبال بڑھ رہا ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے اور احسان ہے۔ یہ اپنی صلاحیت و استعداد اور کارکردگی کی وجہ سے نہیں بڑھ رہا ہے بلکہ صرف اللہ کا کرم ہے ایسے وقت میں کام والوں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ دنیاوی کاموں میں تو استقبال کے وقت اپنی راحت، سکون و آسائش کی صورتیں نکالی جاتی ہیں لیکن جب دین میں استقبال آئے تو قربانی زیادہ مطلوب ہے، یہی استقامت ہے جس کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کام کے ذمہ دار قربانی اور خدا کی طرف نسبت کو بڑھائیں۔ تو یہ ترقی کا راستہ ہے۔ دنیا کی لائن میں آدمی اپنی قابلیت سے جانا جاتا ہے لیکن دین کی لائن میں خوب محنت کرنے کے بعد بھی یہی یقین کرے کہ اللہ ہی نے کیا ہے۔ اپنی طرف کی نسبت سے بچا کر محنت کو خوب بڑھائے۔ صحابہ کرامؓ میں یہی استقامت تھی۔ استقامت دین میں اہم چیز ہے۔ یعنی جس بات کو شروع کیا ہے۔ اس پر جما رہنا چاہیئے۔ شخصی حالات چاہے جیسے ہوں، لیکن قربانی دیتے رہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما موت تک قدم آگے بڑھاتے رہے لیکن موت کے وقت رو رہے ہیں اور ڈر رہے ہیں کہ کیا ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے سے کہا کہ میری گردن زمین پر رکھ دو۔ اگر اللہ نے عمر کی مغفرت نہ کی تو عمر کے لئے تباہی و ہلاکت ہے۔ جس عمر سے اسلام کو فروغ ہوا وہ عمر یہ بات کہہ رہے ہیں۔ جتنا اللہ نے کام لے لیا وہ ان کا کرم تھا اور جتنا وجود میں آیا وہ خدا ہی کے کرم سے وجود میں آیا۔"

اپنے عمل کی نمائش، اپنے اندر کی انانیت و نفسانیت، اپنے آپ کو بڑھانا، دوسرے کو گھٹانا اور اس عمل کے ذریعہ اپنی اغراض پوری کرنا، یہ تمام چیزیں اس مبارک عمل میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

لگنے والے کے لئے سم قاتل ہیں۔ حضرت مولانا اپنی مختلف مجالس میں، کام کرنیوالے احباب کو بڑی فکر و کڑھن کے ساتھ ان تمام چیزوں سے بچنے کے لئے اس طرح متوجہ فرماتے ہیں!

"یہ استقبال کا دور ہے اس میں اگرچہ مسرت بھی ہے لیکن خطرات بھی ہیں۔ اور مختلف قسم کے خطرات استقبال میں آتے ہیں، کبھی آدمی اس کو اپنا کارنامہ سمجھنے لگتا ہے۔ کبھی عمل میں نمائش آجاتی ہے۔ اس سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اس راہ میں انحطاط کی پہچان یہ ہے کہ آدمی اپنے کو کچھ جاننے لگے۔ بس بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انانیت، نفسانیت اور خواہش کو قربان کرکے اپنی سی محنت کرتا رہے۔ جو ہمارے بس میں ہے اس کو ہم کریں نتیجہ ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مقدارِ جہد پر ہدایت ملتی ہے۔ استقبال کے وقت کی حقِ ادائگی یہ ہے کہ اپنی شخصیت اور انفرادیت کو پیچھے کر دیں۔ پہلی امتوں میں صرف انفراد تھا اس امت کے لئے انفرادی اجتماعی دونوں محنتیں دی گئیں ہیں غور کرو اس سے امت کی سطح کتنی بلند ہو جاتی ہے۔

آج ہمارے کام کا استقبال چاروں طرف سے ہے۔ اس لئے فتنے بھی چاروں طرف ہیں۔ فتنوں کا علاج توجہ الی اللہ اور انابت الی اللہ ہے۔ جس کے ساتھ جو پیش آتا ہے وہ اس کے اپنے عمل سے پیش آتا ہے۔ حضرت شیخ فرماتے تھے کہ ہمارے احباب میں جس کو بھی ابتلاء پیش آیا، اس کا سبب اپنے آپ کو بڑھانا اور دوسروں کو گھٹانا تھا۔ اللہ جب کسی کی پردہ دری فرماتے ہیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ اللہ کے یہاں اسباب و علل ہیں اور اللہ حلیم بھی ہیں لیکن ڈرتے رہنا چاہیئے کہ ان اسباب و علل سے ہم محفوظ رہیں۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ اپنی ذات سے چھوٹا بنیں اور پھر اللہ جسے بڑا بنا دے تو پھر اسے کوئی چھوٹا نہیں بنا سکے گا اور جو مقابلہ پر آئے گا تو منہ کی کھائیگا۔

اس تبلیغی کام کی نوعیت اب اس درجہ پر پہونچ گئی ہے کہ اغراض والے اپنی اغراض پوری کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور فساد والے فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اسلیئے منافع حاصل کرنے سے زیادہ مضرتوں سے بچنا ضروری ہے۔ بس کام کرنیوالے اخلاص کے ساتھ، یکسوئی کے ساتھ اور پوری قوت کے ساتھ کام میں لگے رہیں گے تو حفاظت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگی۔ نہ کسی کی تائید کرنی ہے۔ اور نہ کسی کی تردید کرنی ہے۔ استقامت کے ساتھ جم کر کام کرنا ہے۔ بحث ومباحثہ ذہنوں کو الجھا دیتا ہے۔ میرے عزیزو دوستو! یہ دعوت کا کام اسی وقت تک دینی کام رہے گا جب تک کہ دین کی حدود میں کیا جائے۔

بھائیو! اللہ کی ذات بڑی بے نیاز ہے پتہ نہیں کس کو کہاں دھکا لگ جائے۔ بقول مولوی محمد عمر صاحب کے، پنجہ چھکا' ایر پھیر کو ہم یوں سمجھتے ہیں کہ بڑا کارنامہ ہے۔ لیکن جس اللہ کے ساتھ معاملہ ہے وہ ایر پھیر میں نہیں آتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اخلاص کے ساتھ بہت دور تک کی غلطی بھی معاف ہو جاتی ہے۔ لیکن ایر پھیر کے ساتھ ـــــ بڑے سے بڑا عمل بھی رد ہو جاتا ہے۔ خدا اندرون تک کو جانتا ہے کہ اس کے اندرون میں کیا ہے"۔ [1]

اپنے کو کچھ نہ سمجھو، اپنے بڑھانے کی فکر نہ کرو، اپنے کو چھوٹا بنائے رکھو، ہم اکیلے نہیں ہیں، ہمارے ساتھ مجمع ہے۔ اس لئے اگر ہماری بے عنوانی سے لوگوں کے ظنون اور خیالات بگڑ گئے تو پھر ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ اگر اپنے کو کچھ نہ جانیں تو مزے میں رہیں گے۔ حضرت مجدد نے فرمایا کہ مومن اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے۔ حضرت تھانوی نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ایمان کے ساتھ مرے اور ہم خدانخواستہ بے ایمان ہو کر مریں اسلئے اپنی فکر خود کریں۔ کام اگر اخلاص یعنی خدا کے لئے ہو تو پھر اگر جوتے بھی پڑیں تو مزا آئے گا۔ ہم اپنے سے بے فکر نہ ہوں۔ دوسرے کو حقیر و کمتر سمجھنے والے کو خدا دکھا دیتے ہیں (اگر اندر میں اخلاص ہو تو تھوڑی بہت غلطی بھی نبھ جائے گی۔ لیکن اغراض کے ساتھ صحیح چیز بھی نہیں پنپتی۔")

کام کا یہ دور جو حضرت مولانا کی نگاہ میں اس کے عروج و استقبال کا دور ہے، خود حضرت مولانا کو اپنی ذات و شخصیت کے بارے میں انتہائی مغموم اور فکرمند رکھتا تھا۔ وہ ایک بندۂ مومن کی طرح اس تصور سے بھی لرزاں و ترساں رہتے تھے کہ کہیں خدانخواستہ

---

[1] ارشاد بموقعہ جوڑ اہل سنگاپور، فروری ۱۹۸۰ء۔

ان کی ذات سے کام کو نقصان نہ پہونچ جائے۔ یا یہ کہ نفس وشیطان اس نازک موقع پر ان کے ساتھ کوئی کھیل نہ کھیل جائے۔ وہ خود بھی اسی شیطانی ونفسانی حملہ سے بچاؤ کے لیئے بڑے الحاح وتضرع کے ساتھ دعائیں فرماتے اور دیگر اہل تعلق یا معاصر علماء ومشائخ سے بھی دعا کی درخواست کرنے میں نہیں جھجکتے تھے۔

چنانچہ پاکستان کے آخری سفر کا واقعہ ہے کہ عشاق اور جاں نثاروں کا ایک مجمع پروانہ وار آرہا تھا۔ ملاقات اور زیارت ومصافحہ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل رہا تھا کہ اسی اثنا میں جناب الحاج مولانا عبدالجلیل صاحب (خواہرزادہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ) تشریف لے آئے۔ اُن سے بڑی محبت سے مصافحہ کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں روتے ہوئے فرمایا کہ: بھائی مجھے اپنی ذات سے بہت خطرہ ہے۔ میرے لیئے دعا کرتے رہنا۔"

ذیل میں حضرت مولانا کے دو مکتوب گرامی پیش کیئے جاتے ہیں۔ اپنی نفی اور اپنی ذات پر خوف ان مکاتیب سے کس قدر واضح ہے۔ یہ ہر شخص محسوس کر سکتا ہے۔

" المخدوم المکرم المعظم المحترم، متعنا اللہ بفیوضکم السامیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والانامہ نے معزز ومفتخر فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی پہونچی کہ حضرت والا سفر میں تشریف لے گئے ہیں اس لیئے جواب میں قصداً تاخیر کی گئی۔ ورنہ فوراً ہی الطاف نامہ کے جواب میں عریضہ گذارا جاتا۔ اللہ جل شانہ کے فضل اور اپنے اکابر کی توجہات اور ادعیہ سے جماعتوں کی نقل وحرکت اور آمد ورفت اور بیرون کی بھی خبریں اور افراد کی آمد... روزافزوں ہے۔ اس وقت بھی چار حضرات عرب مراکش سے اور ایک عرب شام سے اور ایک صاحب بخاری مہاجر مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ایک صاحب مورشش افریقہ کے آئے ہوئے ہیں۔ جو جماعتوں میں پھر رہے ہیں۔ تین کویت کے عرب، پچھلے ہفتہ واپس گئے ہیں، ہماری اپنی نسبت سے جتنا بھی بگاڑ ہو کم ہے۔ بس اپنے اکابر کی دعاؤں ہی کی برکت سے اللہ جل شانہ کے بڑے فضل کی امیدیں ہیں۔ اور اسی سہارے پر اپنی سی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ جل شانہ ہماری گندگیوں سے اس مبارک کام کی حفاظت فرمائیں۔ حضرت والا کے والانامہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بڑی ہمت افزائی اور تقویت ہوئی۔ لہ

دوسرا مکتوب جو حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کو ارسال کیا گیا۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں:

" بندہ دعاؤں کا خواستگار ہے۔ بندہ کے لئے اور اس دعوت والے کام کے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ جل شانہ اس بندہ کو رذائل سے محفوظ فرماتے ہوئے عافیت کے ساتھ موت تک لگائے رکھے اور اس ناپاک کی گندگیوں سے اِس مبارک کام کی حفاظت فرمائے۔ فقط والسلام۔

بندہ محمد انعام الحسن عفرلہٗ تاج المساجد بھوپال ۲۵ دسمبر ۱۹۹۳ء

بقلم محمد شاہد سہارنپوری۔ از راقم الحروف سلام مسنون وگذارشِ دعوات

حضرت مولانا اپنی مرجعیت و مرکزیت اور اپنے عالمی استقبال کو دیکھ دیکھ کر بڑے فکر مند رہتے تھے۔ ہر وقت آپ کو یہ غم رہتا تھا کہ نفس و شیطان کوئی دھوکہ نہ دیدے بار بار اپنا محاسبہ فرماتے اور ہر وقت اپنے سے بدگمان رہتے۔

ذیل میں پیش کئے جانے والے ایک مکتوب کا یہ اقتباس بھی حضرتؒ مولانا کی اسی اندرونی کیفیت کی منہ بولتی شہادت ہے۔

" بندہ اپنے لئے بہت دعاؤں کا محتاج ہے۔ کیونکہ بہت پُرخطر وادی سے گزر رہا ہے۔ امید ہے کہ میری گذارش گرانی کا سبب نہ ہوگی۔"

[ایک عالم جلیل اور مربی روحانی کے ذی علم فرزند کے نام بھیجے جانے والے مکتوبؒ محررہ ۲۵ محرم ۱۴۱۵ھ ۶ جولائی ۱۹۹۴ء سے ایک اقتباس]

طریقۂ اسلاف پر پختگی اور ثبات قدمی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کام کا جو نہج اور طریقۂ کار متعین

لہ مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا تاہم خط کی ابتدائی سطور بالخصوص اس کے القاب و آداب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی ذی وجاہت شخصیت کو لکھا گیا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا تھا اس پر آپ بڑی ثبات قدمی اور مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور پوری دنیا کی دعوت و تبلیغ کو ان ہی خطوط اور اصول پر چلاتے رہے۔ ان سے انحراف یا ان میں کسی قسم کا اضافہ یا کوئی نیا تجربہ آپ کو بالکل پسند نہیں تھا۔

جب جب کسی نئے تجربہ یا اضافہ کی بات چلائی گئی تو آپ نے شدت کے ساتھ اس پر نکیر کی ــ اور برجستہ فرمایا کہ ہم تو لکیر کے فقیر ہیں۔ اپنے بڑوں کو جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح کریں گے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے دور امارت کا واقعہ ہے کہ حضرت حافظ فخر الدین صاحب نے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ دعوت و تبلیغ کے ان چھ نمبروں میں اگر مزید دو نمبروں کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ نمبر مکمل ہو جائیں مولانا انعام الحسن صاحب فرماتے تھے کہ ان کی یہ بات سنکر مولانا محمد یوسف صاحب تو خاموش رہے لیکن میں نے فوراً یہ جواب دیا کہ ہم تو لکیر کے فقیر ہیں۔ ہم تو مولانا محمد الیاس صاحب کے بتلائے ہوئے انھیں اصولوں پر جم کر کام کریں گے اور انشاء اللہ دوسروں سے کرائیں گے، مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا یہ مزاج پہلے دن سے آخری دن تک برابر قائم رہا اسی کا اثر اور نتیجہ تھا کہ آپکی آخری حیات میں جب بعض احباب کی جانب سے "مذاکرہ کی جماعت" کے نام سے ایک نئی ترتیب شروع ہوئی تو آپ نے اس کو بھی جماعتی احباب سے مشورہ کے بعد ختم فرما دیا۔ اور وجہ اس کی یہی بتلائی کہ ہمارے بڑے جس نہج سے کام دے کر گئے ہیں وہی ہمارے لئے کافی ہے۔

ایک بزرگ عالم دین اس موقعہ پر اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں۔

۱۱، ۱۲ ر نومبر ۱۹۹۴ء کو اجتماع رائیونڈ کے بعد اجتماع کی جگہ پر ہی عشاء کے بعد پاکستانی ہندوستانی، بنگلہ دیشی مشورہ والوں کو الگ کر کے حضرت جی مدظلہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ملکوں اور علاقوں سے خطوط آئے ہیں کہ یہ مذاکرہ کی جماعت کیا چیز ہے۔ ہم نے ان سے یہی کہا کہ مشورہ کر کے رائے ونڈ میں جواب دیں گے۔ اس لئے بتلاؤ کیا رائے ہے؟ اس پر احباب نے کہا کہ جو آپ کا فیصلہ ہوگا وہی ہوگا۔۔ اس پر حضرت جی مدظلہ نے فرمایا، ہمارے یہاں مذاکرہ والی کوئی جماعت نہیں ہے۔ حسبِ سابق مسجد وار جماعت کے طور پر محنت کرو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی ضمن میں حضرت مولانا کی طرف سے لکھے جانے والے ایک مکتوب کا اقتباس یہ ہے۔

(پاکستان میں) مذاکرے کی جماعت کے بارے میں گفتگو ہوئی اور پھر یہ قرار پایا کہ یہ مذاکرے کی جماعت کو روک دیا جائے کہ اس سے ممالک کے اندر دو ذہن بنتے ہیں۔ اور یہ بڑا نقصان ہے۔ نیز یہ کہ ہمارا کام جو ہمارے بڑے جس نہج سے تجویز کر گئے۔ اور اس پر محنت فرما گئے۔ اسی پر جمنا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرنی ہے کیونکہ ہم میں نہ پہلوں جیسا تقویٰ ہے، نہ اخلاص ہے، نہ امت کا درد ہے۔ اگر ہر فائدہ کی چیز کو شامل کیا جاتا رہے گا تو بہت بڑے فتنے کا اندیشہ ہے

بدعت کی ابتدا ایسے ہی ہوتی ہے کہ کسی چیز کو سود مند فائدہ مند سمجھ کر شروع کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ چیز رفتہ رفتہ ایک رسم بن جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ ہماری اور ہمارے اس کام کی ہر جہت سے حفاظت فرمائے۔ آپ کی کوشش سے جہاں وہ مذاکرات کی جماعت جس جس جگہ جاری ہوئی ہے ان لوگوں کو بھی اس طرف متوجہ فرمائیں۔ فقط والسلام

محمد انعام الحسن بقلم محمد غزالی [1]

اسی طرح بلجیم جیسے دور دراز ملک کے احباب نے جب مذاکرہ کی جماعت کے متعلق وضاحت چاہی تو آپ نے اُن کو جواب میں ذیل کا مکتوب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد انعام الحسن الی اصحاب بلجیکا، وفقنا اللہ وایاکم لما یحب و یرضاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نحن کلنا بخیر ونرجوان تکونوا بخیر فقد جاء تنا رسالتکم الکریمۃ واخبرنا الاخ مصطفی النوحی ان ھؤلاء الاحباب عشرون نفرا کانوا مشکلین الی دول مختلفۃ ولکنھم منتظرون لفصل المشورۃ فی خروجھم

---

[1] مکتوب بنام الحاج حافظ محمد پٹیل صاحب انگلینڈ۔ محررہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ ۲۸ نومبر ۱۹۹۴ء بشکریہ کرنل امیرالدین صاحب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الی باکستان فتشاورنا ونری انہ لیس فی جهد نا جماعۃ باسم جماعۃ المذاکرۃ ولکنها جماعۃ کل مسجد حسب السابق واعمال جماعۃ المسجد الخروج کل واحد لثلاثۃ ایام شهریا والقیام بحلقۃ التعلیم فی المسجد وحلقۃ التعلیم فی البیت یومیا والفراغ ساعتین ونصفا یومیا والقیام بالجولتین اسبوعیا والاذکار والتلاوۃ ولیکن البیان حول ست صفات حسب السابق ۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم،

فقط محمد انعام الحسن' (الکاتب' محمد احسان الحق ۔ ۱۵ر نومبر سنہ ۱۹۹۴ئ، دادند)

اتفاق واتحاد اور اجتماعیت

یہ تینوں چیزیں اپنے اندر جس قدر اہمیت و افادیت رکھتی ہیں ۔ حضرت مولانا ان سے خوب واقف تھے اور سمجھتے تھے کہ دعوت کے اس وسیع اور عالمی کام کے لئے اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت کی حیثیت شہ رگ کی سی ہے ۔ چنانچہ کام کرنے والوں کو اپنی ۔۔ تحریر وتقریر کے ذریعہ برابر اس طرف متوجہ رکھتے تھے کہ ہماری کسی بے اصولی یا جذبۂ انانیت سے ہماری صفوں میں انتشار نہ ہونے پائے ۔ بسا اوقات اپنے خدام اور اہلِ تعلق کی بڑی سے بڑی بے عنوانی کو نظر انداز فرما دیتے ۔ لیکن جہاں کسی رخ سے فتنہ یا انتشار کی بات سامنے آتی، وہاں کسی طرح کی مداہنت یا خاموشی گوارا نہیں تھی ۔

حضرت مولانا گذشتہ کئی سالوں سے مختلف ممالک کے پرانے کارکن اور مختلف مراکز کی اہل شوریٰ کو آپس کے اتفاق واتحاد اور مشوروں میں اپنی رائے پر ضد اور ہٹ دھرمی سے بچنے پر بڑی قوت کے ساتھ متوجہ فرما رہے تھے ۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے اہم اجتماعات کے موقع پر تو آپ اپنا دل کھول کر رکھ دیتے تھے ۔ اپنی نجی مجلسوں میں بار بار فرماتے تھے کہ موجودہ زمانہ کی یہودیت ونصرانیت ہمارے اندر کے اتحاد واتفاق کو توڑنے پر تلی ہوئی ہے اور دعوت کی اس عظیم ووسیع محنت پر اگر دشمنان اسلام کی طرف سے کوئی کاری زد پڑے گی تو وہ صرف یہ ہوگی کہ آپس میں بے اعتمادی اور انتشار وخلفشار پیدا کرا دیا جائے گا ۔ اسی لئے آپ کسی موقعہ پر بھی اس خطرہ سے آگاہ کئے بغیر نہیں رہتے تھے ۔ آپ کے ذہن میں اتحاد واجتماعیت کا جو عظیم تصور تھا اس کا اندازہ ذیل کے ۔۔۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارشادات و فرمودات سے لگایا جا سکتا ہے۔

دنیا بھر کے انسانوں میں جوڑ اور اجتماعیت کیسے پیدا ہو؟ اس کی صرف ایک ہی شکل ہے کہ تمام انسان اپنے رب سے جڑ جائیں ۔ رنگ و نسل اور قومیت اور علاقائیت کی بنیاد پر انسانی جوڑ ہرگز وجود میں نہیں آسکتا ۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا

اجتماع قلوب تقریروں اور تدبیروں سے نہیں ہوتا بلکہ یہ تو دوسروں کی خوبیاں دیکھنے اور اپنے عیوب دیکھنے سے ہوتا ہے خوبیاں دیکھنے کے لیے دوسرے کی ذات ہو اور عیوب دیکھنے کے لیے اپنی ذات ہو، جو اس طرح چلے گا وہ ایک دن سراپا خوبی بن جائے گا۔

جس طرح اللہ پاک نے بدن کو مختلف اعضاء سے بنایا ہے اسی طرح انسانوں کو مختلف طبقات میں بنایا ہے ۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے ۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے وغیرہ وغیرہ ۔ اور ان سب طبقات کی کامیابی جوڑ میں رکھی ہے ۔ اگر انسانوں میں جوڑ ہوگا تو کامیاب ہوں گے ۔ اور توڑ ہوگا تو ناکام ہوں گے مگر جوڑ بھی اگر ترتیب کے ساتھ ہو تو کامیاب ہوں گے ۔ گھڑی کے پرزے اگر ترتیب کے ساتھ جڑے ہوں گے تو فائدہ ہوگا اور گھڑی چلے گی ورنہ بند رہے گی ۔

آج لوگ رنگ نسل اور قومیت کی بنیاد پر جڑے ہوئے ہیں ۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ جوڑ ہو جائے ۔ ہر آدمی اتفاق و اتحاد کو اچھا کہتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں، امیر غریب میں، ملک ملک میں جوڑ نہیں ہے ۔ اور اگر کسی غرض کے تحت لوگ جڑ بھی گئے تو بس اسی وقت تک جڑے رہیں گے جب تک کہ غرض پوری نہ ہو ۔ جب غرض پوری ہو گئی تو جوڑ بھی ختم ہو جائیگا اور اگر یہ محسوس ہو کہ غرض پوری نہیں ہوتی تب بھی جوڑ ختم ہو جائے گا ۔ تو کیا وجہ ہے کہ جوڑ نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک آدمی ایک اسکیم بناتا ہے اور یوں چاہتا ہے کہ سب میرے کہنے پر جڑ جائیں اور یہ نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کہ انسانوں کے مختلف طبقات ہیں اور ان کی مختلف اغراض ہیں ۔ اگر امیر امیر جڑ جائیں تو یوں کہیں گے کہ کام زیادہ لو اور تنخواہ کم دو اور اگر غریب غریب جڑ جائیں تو وہ یوں کہیں گے کہ ہم تنخواہ زیادہ لیں گے اور کام کم کریں گے تو اپنے اپنے جذبات پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

چلنے کی وجہ سے جوڑ نہیں ہو سکتا۔''
اس لئے اب جوڑ کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ سب اللہ سے جڑ جائیں۔ انسانوں کا انسانوں پر جڑنا بہت مشکل ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک فائدہ لینا چاہتا ہے اور اللہ کو فائدہ کسی سے لینا نہیں۔ اللہ تو سب کو فائدہ پہونچانے والے ہیں۔ اور اللہ سب کے ہیں اور سب کو دینے والے ہیں۔ اور دینے والے پر سب جڑ جائیں گے۔ اللہ اکبر کی صدا لگا کر سب کو مسجد میں لے آؤ اور اللہ پر جوڑ دو۔ اللہ پر سب جڑ جائیں گے۔ اگر انسان کو انسان سے جوڑنا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر لانا پڑیگا اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت والی دعوت ہر ایک کو جوڑ دے گی۔''[1]

ایک مرتبہ اجتماع رائے راونڈ کے موقعہ پر ترکی سے آنے والے دعوتی احباب نے وہاں کے حالات مشورہ میں رکھے تو اس پر فرمایا کہ اجتماعی کاموں میں ہر قسم کے آدمی بھلے اور برے سبھی ہوتے ہیں ان کے ساتھ مل کر نبھاتے ہوئے کام کیا جائے۔ حدیث میں ہر بھلے برے کے ساتھ نماز پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ نماز جماعت سے الگ ہو جائیں۔ جہاد کے لئے بھی ایسا ہی حکم ہے۔ سب سے پہلی ضرورت آپس کے اتحاد و اتفاق کی ہے، ٹھان لو کہ اتفاق رہے گا۔ اختلاف تو ہوتا ہی ہے۔ بڑے بڑے صحابہ کرام میں ہوا لیکن خلاف نہیں ہوا۔

۲۴ مارچ ۱۹۸۷ء میں پرانوں کے جوڑ میں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے اور اس کے نتیجے میں آپس میں جوڑ پیدا ہونے کو اس طرح سمجھاتے ہیں۔

''نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ آپس میں حسد نہ کرو بھائی بھائی کی طرح رہو، ہر ایک کو اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہئے۔ اور ہر ایک کے حقوق پورے کرنے چاہئیں۔ اگر یہ بات ہم میں ہو گی تو ہم میں آپس میں جوڑ ہوتا چلا جائے گا۔ اور اگر ہم اپنی ذمہ داری پوری نہیں کریں گے تو آپس میں پھٹن ہوتی چلی جائے گی اور یہی اس

---

[1] بموقعہ مشورہ اہل جنوب در مرکز نظام الدین

toobaa-elibrary.blogspot.com

امت کا عذاب ہے۔ خدائے پاک بغض سے حسد سے کینے سے، اور دل کی پھٹن سے ہماری حفاظت فرمائے"۔ آمین۔

حضرت مولانا کے نزدیک کسی بھی قسم کا انتشار و خلفشار دین کی جڑوں کو کاٹنے کا ذریعہ ہے اور انانیت و خود پسندی اجتماعیت کے لئے سم قاتل ہے۔ اجتماعیت جتنی مضبوط ہوگی اتنا ہی دین مضبوط ہوگا۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ کارکنانِ ہند کے اجتماع (منعقدہ ۱۲، مارچ ۱۹۸۲ء) میں ارشاد فرمایا!

"ایمان ویقین کی یہ محنت جو آج عالم کے چپہ چپہ پر ہو رہی ہے یہ کوئی اپنے گھر کا کام نہیں ہے اور کوئی دنیا کا کام نہیں ہے، یہ اللہ کا کام ہے۔ اور آخرت بنانے کا کام ہے۔ دین کی جڑیں کاٹنے والی چیز انتشار ہے۔ میں امیر بنوں، میری بات چلے، میں اگرچہ حقیر فقیر، لیکن میری بات کیوں نہیں مانی گئی۔ یہ سب انتشار پیدا کرنے والی چیزیں ہیں۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار انتشار اور افتراق ہے۔ اجتماعیت جتنی ہوگی۔ کام کی جڑیں اتنی ہی مضبوط ہوں گی۔

حضرت مولانا اس اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت کی اہمیت صرف دعوت و تبلیغ ہی میں نہیں بلکہ امت کے ہر طبقہ میں ——— ضروری محسوس فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب کہ ایک علمی ادارہ میں انتشار و خلفشار سخت خطرناک شکل اختیار کر گیا تھا، ایک صاحب کو ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

"آج امت میں ایسا افتراق ہے کہ ایک دوسرے کی ٹوپی اچھالنے کی فکر میں ہیں ہم امت کے تمام طبقات میں کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کسی کی منقبت و مذمت میں زبان نہیں کھولتے۔ کیونکہ ہر شق میں کسی نہ کسی کی دلجوئی یا دل آزاری ہوتی ہے۔ اس لئے ہم سکوت ہی کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ امت میں اتفاق و اتحاد اور ایک دوسرے کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ نکتہ چینی اور عیب جوئی سے حفاظت فرمائے۔

غالباً آپ کے علم میں ہوگا کہ ہمارے اس دینی کام میں ایک مستقل نمبر "اکرام" ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس لیۓ ہم تو ہر مسلمان کے اکرام کو اہم جانتے ہیں اور خصوصًا وہ حضرات جو دین کا کسی بھی لائن سے کام کر رہے ہوں۔ وہ تو اور زیادہ قابل اکرام ہیں۔ جس میں کسی بھی فرد کی خصوصیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت میں اس اکرام کے ذریعہ محبت فرمائے۔

فقط والسلام بندہ انعام الحسن۔ بقلم خالد [1]

ناموافق جگہوں میں کام کا طریقہ

موافق اور مساعد ماحول میں کام کرنا اتنی بڑی ہنر مندی نہیں ہے جتنا کہ ناموافق اور مخالفانہ ماحول میں اپنے اصول اور نہج کی حفاظت کرتے ہوئے کام کرنا ہنر مندی ہے۔ کام کرنے والے کی استعداد اور صلاحیت کا بہترین اندازہ بھی ایسے ہی موقع پر ہوتا ہے۔ اسی لیۓ حضرت مولانا اپنی مجالس میں بار بار فرمایا کرتے تھے کہ ماحول کی ناموافقت اور مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ کرنے والی ذات صرف اللہ جل شانہ کی ہے اور وہ جب کرنے پر آتے ہیں تو اصنام سے بھی توحید ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور باطل کے نقشوں سے حق کی آواز اٹھنے لگتی ہے۔

مرکز نظام الدین سے اطراف عالم میں جانے والی جماعتوں کو چونکہ ہر جگہ یکساں ماحول نہیں ملتا۔ کہیں مخالفت ہوتی ہے۔ کہیں مسجد میں قیام کی ممانعت ہوتی ہے اس لیے ایسے ماحول میں اگر کام کرنا پڑ جائے تو حضرت مولانا کی اولین نصیحت اور تاکید یہ ہے کہ حتی الامکان نرمی کی جائے۔ اگر مخاطب اپنے سخت رویہ پر جما رہے تو پھر خاموشی اختیار کر لی جائے کیونکہ جوابی طور پر سخت رویہ یا مناظرہ و مباحثہ اس راہ میں نقصان دہ ہے چنانچہ ایک موقع پر فرمایا:

"جماعت میں نکل کر اپنی بات کو نرمی سے سمجھاؤ۔ بات میں سختی لانے سے بچنا ہے اپنے بھائیوں کو ایسے طریقہ سے اس کام پر لانے کی کوشش کرنا ہے جس سے وہ آجائیں۔ نرمی سے ان کی خوشامد کریں۔ یہ نہیں کہ ان کو وحشت ہو جائے اگر وہ سختی کریں تو مجلس کو خوبی کے ساتھ ختم کر دو۔ یہ نہیں کہ تم بھی سختی پر آجاؤ۔ خود سختی نہ کرو۔ نرمی سے سمجھاؤ،

---

[1] مکتوب بنام اشفاق الرحمن صاحب دہلی

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے نرمی برتنے کا حکم دیا تھا ۔"

ایک مرتبہ خود حضرت مولانا نے اپنے مخاطب کا ایسا ہی طرز و رویہ دیکھتے ہوئے اپنی مجلس برخواست کر دی تھی ۔ حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈہ چھپرولی) یہ واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں ۔

"ملک شام کی ایک ذی وجاہت سرکاری شخصیت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے مرکز نظام الدین آئی ۔ حضرت کو اطلاع کی گئی ۔ حضرت فوراً اپنے حجرہ سے تشریف لائے ۔ ان سے ملاقات و مزاج پرسی کے بعد حضرت نے ان کو دعوت دی ۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محنتوں اور قربانیوں کا خوب ذکر فرمایا ۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی ترجمان تھے ۔ حضرت جی اردو میں فرما رہے تھے اور مولانا اس کی عربی کر رہے تھے ۔ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا ۔ لیکن وہ صاحب حضرت جی کی ہر بات کاٹ دیتے، یا اس پر اعتراض کر دیتے ۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت جیؒ نے مولانا عبید اللہ صاحب سے فرمایا کہ ان سے یہ پوچھو کہ یہ کام کیسا ہے، جو ہم کر رہے ہیں ؟ ان صاحب نے کہا کہ کام تو بہت اچھا ہے ۔ اس پر حضرت جی نے مولانا عبید اللہ صاحب سے فرمایا کہ "بس یہیں چھوڑ دو ۔ اور یہ جملہ کہہ کر اپنی بات ختم کر دی ۔"

دعوت و تبلیغ کی تمام محنت اور ترتیب مسجد سے چلتی ہے ۔ اب اگر کسی مسجد کا کوئی ذمہ دار متولی وغیرہ بیان کرنے سے منع کر دے تو ایسے موقع پر کیا کیا جائے ۔ حضرت مولانا اس مشکل کا حل اس طرح بیان فرماتے ہیں :

"اگر کسی مسجد میں متولی بیان کرنے سے منع کرے یا اس کا خطرہ ہو تو بھی ان کو حکمت سے دعوت دی جائے ۔ بجائے بیان کی اجازت لینے کے دین کی دعوت دیں اگر وہ اسے قبول کر لے تو ایسے میں اجازت خود بخود ہو گئی ۔ اور اگر وہ بالکل روک دے تو پھر ضد نہ کرے، بلکہ دوسرے مسجد میں کام کرے ۔"

ریل میں اذان باآواز بلند دینے یا نہ دینے کے متعلق جب حضرت مولانا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے موقع و محل کی رعایت کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ :

toobaa-elibrary.blogspot.com

ریل میں اذان زور سے دینے کے بارے میں کوئی کلیہ نہیں۔ بعض مرتبہ زور سے اذان دینے سے دینی فضا بنتی ہے تو وہاں زور سے دیں۔ اور بعض مرتبہ صبح کے وقت لوگ اگر نیند میں ہوں تو اس موقعہ پر زور سے اذان دینے سے اغیار کی نیند میں خلل پڑکر وحشت کا سبب بن سکتا ہے تو اس موقعہ پر آہستہ اذان دیں۔ غرض موقع و محل کو دیکھ زور سے یا آہستہ دے۔ ؎

ناموافق جگہوں میں اگر کسی ناجائز کام پر مجبور کر دیا جائے یا کسی عہدہ و منصب کے قبول کرنے پر اصرار کیا جائے۔ تو ایسے موقعہ کے لئے ایک جامع نصیحت کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:

M.9 (" ہمارے کام کرنے والے حضرات بجائے متولی یا صدر بننے کے یکسوئی سے اپنی محنت کے کام میں لگے رہیں، یہ زیادہ مفید ہے۔ صدارت وغیرہ کے لئے اور لوگ ہیں۔ ہمیں یکسوئی سے اپنے کام میں لگے رہنا ہے۔

بعض مجمعوں میں اگر کسی ناجائز کام پر مجبور کیا جائے تو ایسے موقعوں پر دو باتوں کا خیال رکھا جائے۔ ایک تو یہ کہ امر الٰہی نہ ٹوٹے، کہ اس کا ٹوٹنا بھی غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی قسم کا فساد یا اختلاف برپا نہ ہو۔ امر الٰہی کے پورا کرنے میں اگر فساد برپا ہو گیا تو بھی یہ غلط ہے اب بیچ کی راہ اس موقعہ پر خوب کڑھن اور فکر سے اللہ تعالیٰ نکالتے ہیں، جو متعین کر کے نہیں بتائی جا سکتی۔")

علم و مطالعہ کا اچھا ذوق رکھنے والے ایک ذی علم (جو متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں) کو اپنے ملک میں دعوتی کام کرنے والے بعض نوجوان ساتھیوں کی کچھ عملی کوتاہیوں اور تقریری خامیوں کا احساس ہوا۔ اور پھر انھوں نے ماحول کی ناموافقت اور عدم مساعدت کی بنا پر تبلیغی اجتماعات میں شرکت سے یکسوئی حاصل کرتے ہوئے اپنے تفصیلی مکتوب کے ذریعہ حضرت مولانا کو اس کی اطلاع بھی کر دی۔ حضرت مولانا نے جو جواب ان کو تحریر فرمایا

؎ اقتباس مکتوب بنام مولانا محمد صالح صاحب برما۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے ۔

کام کرنے والوں میں کمی اور پھر اس کمی کا احساس اور اس کا تدارک ، یکسوئی اور گوشۂ تنہائی میں بھی عافیت کا نہ ملنا اور فتنوں کا وہاں تک پہنچ جانا کام کو صحیح نہج پر لانے کی فکر و تدبیر ، اپنی نااہلیت کا استحضار اور کسی پُرخطر وادی سے اپنے گذرنے پر فکر و تشویش ، یہ سب اس مکتوب کے حکمت اور بصیرت سے بھرپور نکات ہیں اور جن سے صرف اہلِ حکمت اور اہلِ بصیرت ہی محظوظ اور منتفع ہو سکتے ہیں ۔ اس مکتوب گرامی کی نقل یہ ہے :

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنگلہ والی مسجد ۲۵ محرم ۱۴۱۵ھ ، ۶ جولائی ۱۹۹۴ء ۔

مکرم و محترم ، زادت عنایاتکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،

کل ہی ڈاکٹر خالد صدیقی کے بدست گرامی نامہ نے مشرف فرمایا ۔ جو بات آپ نے تحریر فرمائی وہ صحیح ہے ۔ اس کا احساس بھی ہے اور اس کے تدارک کی صورتیں بھی اختیار کی جا رہی ہیں ۔ اللہ جل شانہ عم نوالہ خیر کی صورتیں پیدا فرما دے ۔

اور آپ نے جو اپنے لئے یکسوئی تجویز فرمائی ہے یہ اپنے دیگر مشائخ کا راستہ ہے ۔ ہمارے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ کا یہی اختلاف تھا ۔ دیگر مشائخ کا رد یہ تھا کہ اب زمانہ اصلاح کا نہیں رہا ہے ۔ بس ایک گوشہ کے اندر پڑے رہیں ۔ لیکن ہمارے حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد عالی یہ تھا کہ اب فتن اتنے کثیر ہیں کہ تنہائی کی کوٹھری میں بھی گھستے چلے جا رہے ہیں اسلئے سینہ سپر ہونے کی اور ہمت سے کام کرنے کی ضرورت ہے ۔ ورنہ تنہائی میں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے ۔ یہی آپ سے عرض ہے کہ گوشہ تنہائی اختیار کرنے میں اگرچہ عافیت نظر آتی ہے لیکن اس میں بھی عافیت دشوار ہے ۔ اس لئے ہمت کی بات یہ ہے کہ تمام باتوں کو برداشت کرتے ہوئے صحیح نہج پر لانے کی فکر فرماتے رہیں ۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہ ہمارے ہاتھوں اس نعمت کو ناکام نہ فرمائے ۔ بلکہ اپنے فضل کا معاملہ فرما کر آلائشوں سے اس کی حفاظت فرمائے ۔

نیز گذارش یہ ہے کہ الحمد للہ پورے عالم میں اب اس کام کا استقبال ہے اور نوجوان طبقہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی متوجہ ہو رہا ہے جن میں جوش زیادہ ہوتا ہے اور ہوش کم ہوتا ہے۔ اس کیلئے دعا بھی فرماویں۔ اور جہاں تک ہوسکے معاونت سے دریغ نہ فرمائیں۔ بس اللہ جل شانہٗ ہی کارساز ہیں اور حفاظت فرمانے والے ہیں۔ اور بندہ اپنے لئے بہت ہی دعاؤں کا محتاج ہے۔ کیونکہ بہت پُرخطر وادی سے گذر رہا ہے۔ امید ہے کہ میری گذارش گرانی کا سبب نہ ہوگی۔ فقط والسلام محمد انعام الحسن

بقلم محمد غزالی [1]

جماعت میں نکلنے والوں کو نصائح وہدایات

مرکز نظام الدینؒ جماعتیں چونکہ روزانہ نکلتی ہیں اور ہر جماعت میں نئے نئے افراد ہوتے ہیں اس لئے اہتمام سے ان کو ہدایات دی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا جماعتوں میں جانے والے افراد کو روزانہ ہی ہدایات دے کر اور دعا فرماکر رخصت کیا کرتے تھے۔

ایک موقعہ پر حضرت مولانا کی خدمت میں یہ تمام ہدایات تحریری طور پر مرتب کرکے پیش کی گئیں اور حضرت مولانا نے انھیں ملاحظہ فرماکر ان کی منظوری دی۔ یہاں اسی تحریر کو قدرے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

جماعتوں کیلئے روانگی کی ہدایات

روانگی یہ ذہن بنایا جائے کہ سیکھنے کے جذبہ سے نکلیں، جن لوگوں میں جائیں ان پر شفقت اور ترحم کے جذبہ کے ساتھ جائیں۔ آزاد زندگی چھوڑ کر امیر کے تابع ہوکر امیر کی مان کر وقت گذارنے کی نیت سے جائیں۔ جس طرح نماز میں امام کی مان کر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح امیر کی مان کر وقت گزاریں۔ امیر کو یہ سمجھایا جائے کہ ماموین کا وقت اور مال امانت سمجھ کر صحیح وقت گزروانے کا فکر کریں۔ ترغیب سے کام لیں۔

---

[1] عطیہ مکتوب جناب بھائی محمد خالد صاحب صدیقی علی گڑھ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں۔ امارت ذمہ داری ہے عہدہ نہیں۔ سفر میں کس طرح گزاریں، یہ سمجھایا جائے۔

نگاہ کی حفاظت ہو، اللہ کا ذکر ہو، آپس میں دو دو کی جوڑی بنا کر سیکھنے سکھانے میں وقت گذاریں۔

بستی میں داخل ہوں تو خدا کی جناب میں اپنے ضعف کا اظہار اور خدا سے مدد مانگ کر بستی میں داخل ہوں، سنت طریقے سے مسجد میں داخل ہوں۔ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں یہ مسجد کا حق ہے۔ اگر وقت مکروہ نہ ہو۔ ساتھیوں کو جوڑ کر مشورہ کریں۔ اس کا فکر کریں کہ بستی کے ہر مرد و عورت کے لئے اللہ ہمیں خیر کا ذریعہ بنا دے۔

دینی اور دنیوی لائن کے بڑوں سے ملاقات کریں۔

دینی لائن کے بڑے

دینی لائن کے بڑوں سے بات اس طرز سے کریں کہ آپ بڑے ہیں ہم چھوٹے ہیں۔ بشاشت دیکھیں، تو کارگزاری سنائیں، دعا کے لئے کہیں، مقصود متوجہ کرنا ہے۔

بااثر یا خواص

کو ذمہ داری کا احساس دلائیں کہ آپ کے تعاون سے لوگ ہمارے ساتھ جڑیں گے۔ اس کا اجر خدا آپ کو دیں گے، ان کو ذریعہ بنائیں۔ اپنے کام میں ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

تعلیمی گشت

تعلیم کا حلقہ قائم کریں۔ تعلیمی گشت کریں، کھانے کا نظم کریں، برتن ساتھ ہوں، صورتِ سوال سے بچیں، کوئی دعوت کرنے آئے تو اس کے جذبہ کی قدر کریں، کام میں جوڑیں، قریب کریں، کام کا نفع دیکھیں، اگر قبول نہ کرنا ہو تو مناسب طریقے سے عذر کر دیں۔ اپنے اندر اکڑ اور تکبر نہ آئے۔

ظہر کا وقت

نماز کے بعد مقامی لوگوں کو ٹھہرا کر ساتھ دینے کے لئے آمادہ کریں کہ ٹھہر جائیں۔ اگر نہیں ٹھہر رہے ہیں تو گشت کا وقت بتلا کر اس وقت آنے پر آمادہ کریں۔ ان کے سامنے عمومی گشت کا مشورہ بھی ہو۔ پھر اپنی تعلیم کریں۔ بستی والے شریک ہو جائیں تو جوڑ لیں۔ ورنہ عمومی گشت کا وقت بتلا کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس وقت آنے پر آمادہ کریں۔

بعد عصر اگر گشت مغرب کے بعد ہے تو عصر کے بعد دو، دو تین، تین مقامیوں کے ساتھ جماعتیں بنا کر گشت کی تیاری کیلئے بھیجیں بقیہ کو ترغیب دیکر ذکر میں بٹھائیں۔

بعد مغرب نماز مغرب کے بعد فکر سے اعلان ہو، گشت کی ترغیب دے کر تیار کیا جائے۔ بہتر ہے کہ اپنے ساتھی پیچھے بیٹھیں اوروں کو آگے بٹھائیں۔ عشاء کے بعد تک وقت دینے کے لئے آمادہ کریں، تیار نہ ہوں تو قربانی پر آمادہ کریں، اس پر بھی تیار نہ ہوں تو جلد اپنے تقاضے پورے کرکے آنے پر آمادہ کریں۔ اور یہ کہیں کہ جو ملے اسے مسجد میں بھیجیں، فکرمند بنائیں، داعی بنا کر بھیجیں، تیار شدہ مجمع سے پہلے عمومی گشت کے لئے جماعتیں بنائیں۔ ضرورت ہو تو بہتر ہے کہ خصوصی گشت کے لئے جماعتیں بنائیں، ان کا حق سمجھ کر مسجد میں لانے کی کوشش کریں، دو تین آدمی ذکر و دعا کے لئے بٹھائیں۔ ایک دو آدمی مسجد میں آنے والوں سے بات کرکے انھیں اعمال میں جڑنے کے لئے آمادہ کریں۔ ایک آدمی دعوت دینے کے لئے بٹھائیں جو بقیہ مجمع کو دعوت کی باتیں سمجھائے۔

گشت ایک آدمی مقامی ہو جو لوگوں کو متوجہ کرے کہ یہ اللہ کے بندے اللہ کے لئے تمھارے پاس آئے ہیں، اپنے کام کو چھوڑ کر ان کی بات سنو۔

بات اس بنیا دپر کریں کہ ایمان کی دولت بڑی مایا ہے۔ اسی پر دوزخ سے نجات ملے گی۔ جنت حاصل ہوگی۔ مسجد میں اسی کی بات ہو رہی ہے ہم تمھیں لینے آئے ہیں، مسجد میں چل کر بات سن لو۔ دین پر چلنے میں مسلمان کا نفع ہے اور دین پر نہ چلنے میں نقصان ہے۔

گشت، ایمان کی تحریک پیدا کر کے نماز کی تقریب پر اذان سے پہلے ہر بالغ مرد کو مسجد میں جمع کرنے کی محنت ہے۔ مناسب ہو تو کلمہ بھی سنا جاسکتا ہے۔ ایمان کی دولت بڑی مایا ہے۔ آگ کے ذرے کی طرح ہے اسے بھڑکا کر شعلہ بنایا جاسکتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان کا احساس ہو جائے تو ولی بن سکتا ہے۔

نیت ترحم کے جذبے سے جائیں کہ اللہ کے بندے اللہ کے گھر میں آئیں گے اللہ کے حکموں پر چلیں گے۔ اللہ ان پر رحم کرے گا تو ہم پر بھی رحم کرے گا۔

اعلان: بہتر ہے محلہ کا کوئی با اثر آدمی کرے، ورنہ خود کریں۔

بیان دین پر چلنے میں مسلمان کا نفع ہے۔ دین پر چلنے کا موقع موت سے پہلے ہے، جی چاہی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گذارنے کے لئے یہ دین ہے۔ اللہ پاک نے جو پاکیزہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا ہے۔ اس کی پابندی کر کے زندگی گذارنا یہ دین ہے ——— اللہ کے راستے میں نکلیں گے۔ چھ نمبروں کی مشق کریں گے تو اسکے ذریعہ اللہ پاک پورے دین پر چلنے کی توفیق دیں گے۔ اس سے متاثر نہ ہو کہ لوگ کیسے نکلیں گے تشکیل کرو۔ چلہ، تین چلہ کے لئے تیار کرو، رات کو اٹھ کر دعا مانگیں۔ صبح کو موجود ہوں تو آمادہ کرو کہ جلدی سے تیاری کر کے آجائیں اور نکلیں ورنہ گشت کر کے نکالیں۔

تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا احترام ہمیں دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ متوجہ کرنے کے لئے دو چار باتیں کہدی جائیں۔ فضائل کے ذریعے دین کی سچی طلب پیدا ہو جائے۔ طلب صادق عمل پر ڈالدیتی ہے۔ علم اور عمل میں جوڑ پیدا ہو جائے، اس طرح پڑھیں کہ سننے والوں کے دل لے لیں۔ اپنی بات نہ ملائیں۔ اللہ اور رسول کے کلام سے متاثر کرنا ہے۔ اگر کوئی لفظ یا عبارت ایسی آجائے کہ جس کے بارے میں اندازہ ہو کہ مجمع نہیں سمجھا ہے تو اسے آسان الفاظ میں سمجھا سکتے ہیں۔ عبارت کا یاد ہو جانا یہ سمجھنا نہیں ہے۔ حدیث میں امر و نہی ہے۔ سمجھنے کا معیار یہ ہے کہ فضائل سن کر داعیہ پیدا ہو جائے۔ اور وعید سنکر اگر مبتلا ہو تو توبہ کرے اور خدا نے بچا رکھا ہو تو اور پختگی پیدا ہو جائے۔

قرآن کے حلقے عمومی حلقے میں صرف قرآن پاک ہو، ہر لائن کے اختلاف سے بچنا ہے۔ مسلک کے اختلاف سے بچنا ہے۔ سیکھنے کا احساس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیکھنے کی ترغیب دینی ہے۔ رہبری کے طور پر ایک دو آیت روزانہ سکھانے دلانا ہے۔ نکلنے کے زمانہ میں۔ دو دو کی جوڑی بنادیں کہ باقی وقت میں سیکھیں۔ کا اہتمام کرنا ہے۔
علماء سے مسائل معلوم کرنے کی ترغیب دینی ہے۔

واپسی

یہ ذہن بنایا جائے کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر جو مایا حاصل ہوئی ہے۔ اس کی حفاظت اپنے مقام پر ان عملوں میں لگنے سے ہوگی۔ ورنہ یہ مایا آہستہ آہستہ نکلتی رہے گی۔ حاصل ہونے کے بعد نکل جائے تو پھر اتنی مایا شاید دس گنا محنت سے بھی حاصل نہ ہو۔

ایک یہ ہے کہ چلہ تین چلہ لگا کر فارغ ہو گئے اور ایک یہ کہ موت تک کرتے رہنے کی نیت سے جاؤ اور موت تک کرتے رہنے کی ترتیب یہ ہے کہ اپنے مشغلوں کے ساتھ اسے جوڑ کر، کرنے کی نیت سے جاؤ۔ ترتیب بنائیں گے تو بنا سکیں گے ورنہ موت آجائیگی اور وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا اس کی کوشش کریں کہ اللہ کے بندوں کو ہم سے کوئی تکلیف نہ پہونچے۔

کارگذاری

کام اونچا اور بہت نازک ہے۔ کتنی ہی احتیاط آدمی کرے مگر چوک ہو جاتی ہے، مذاکرہ اسی لئے ہے تاکہ سب کو نفع ہو، نہ امتحان مقصود ہے نہ غلطی نکالنا مقصود ہے، نہ کسی کو شرمندہ کرنا نہ کارنامہ بتلانا، یہ ذہن بنا کر کارگزاری سنی جائے کہ اپنے اوپر محنت اور دوسروں کے اوپر محنت کیلئے گئے تھے۔ خود کیا سیکھا۔ اوروں پر کیا محنت کی، اللہ کا یقین سیکھنے، نمازوں کو جی لگا کر پڑھنے اور جاندار بنانے کی محنت کرنے گئے تھے۔ سفر میں وقت کیسے گذرا۔ بستی میں کس طرح داخل ہوئے۔ گشت کیسے کیا۔ دعوت کیا دی، تعلیم کس طرح کی، نقد جماعت نکالی کہ نہیں، مسجد وار جماعت بنائی یا نہیں؟

ان باتوں کو سن کر، ذہن بنا کر کام سمجھایا جائے کہ اس طرح کام کرتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔

تشکیل

واپسی والوں کی تشکیل کی جائے کہ تین دن لگاتے ہوئے جائیں۔ پہلے ہوتا تھا اب کریں یا نہ کریں، اپنی بستی کی مسجد میں جا کر ٹھہریں اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

جماعت نکال کر گھر جانے کی کوشش کریں۔ دوبارہ کب آئیں گے یا کب نکلیں گے۔ مقرر کر کے جائیں۔ [۱]

جماعتوں کا قیام چونکہ مساجد میں ہوتا ہے۔ اس لئے مرکز کی جانب سے خصوصی طور پر ان کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس پورے عرصہ میں مساجد کے قیام میں درج ذیل امور کا اہتمام اور خصوصی طور پر خیال رکھیں۔

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بائیں پیر کا جوتا نکالیں، پھر داہنے پیر کا۔ لیکن مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کریں، پھر بایاں پیر اور مسجد میں داخلے کی دعا پڑھیں اور اعتکاف کی نیت کریں اپنا سامان بستر وغیرہ اگر خارج مسجد کوئی کمرہ ہو تو اس میں رکھیں ورنہ مسجد کے کسی کونے میں سلیقے اور ترتیب سے رکھیں کہ نمازیوں کو نماز پڑھنے اور آنے جانے میں تکلیف نہ ہو۔

(۲) مسجد کے نظام میں کوئی دخل نہ دیں، نہ امامت میں، نہ اذان میں اور نہ دیگر انتظامی امور میں۔ مسجد کے قرآن پاک پڑھنے کے لئے جہاں رکھے ہوں، پڑھ کر اسی ترتیب سے وہیں رکھ دیں، تسبیحات جہاں ٹنگی ہوں، پڑھ کر وہیں ٹانگ دیں۔

(۳) مسجد کی روشنی اور پنکھے وہاں معمول سے جتنی دیر استعمال ہوتے ہوں، اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر بعد میں روشنی کی ضرورت ہو تو اپنی ٹارچ اور موم بتی کا انتظام رکھیں۔ امام صاحب یا مسجد کے ذمہ داران اگر روشنی اور پنکھوں کے استعمال کی اجازت دیدیں تو بھی حسب ضرورت استعمال کریں۔

(۴) مسجد میں کوئی موٹی چیز بچھائے بغیر آرام نہ کریں تاکہ سر کے تیل وغیرہ یا بدن سے اگر کوئی چیز خارج ہو تو اس سے مسجد کا فرش اور صفیں ملوث نہ ہوں۔ مسجد کی چٹائیوں اور جانمازوں کو تکیہ اور بستر کے طور پر استعمال نہ کریں۔

(۵) مسجد سے متصل اگر کوئی جگہ کمرہ یا سہ دری وغیرہ ہو تو کھانا وہاں کھائیں۔

---

[۱] ملاحظہ فرمودہ حضرت مولانا ۲۳، محرم ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۸، ستمبر ۱۹۸۶ء۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حتی الامکان مسجد میں کھانا نہ کھائیں۔ اگر مسجد سے متصل کوئی جگہ نہیں ہے اور مجبوراً مسجد ہی میں کھانا پڑے تو اپنی چادریں بچھاکر ان پر دستر خوان لگاکر احتیاط سے کھائیں کہ مسجد کا فرش ملوث نہ ہو۔

(٦) مسجد سے متصل مسجد کے ماحول یا اس کی چہار دیواری میں جہاں کھانا پکائیں توصفائی کا پورا خیال رکھیں۔ دیواروں سے لگاکر چولھا اس طرح نہ بنائیں کہ کھانا پکانے سے دیوار سیاہ ہو جائے۔ سلیقے قرینے سے کھانا اس طرح پکائیں کہ کوئی بات نظروں کو بری نہ معلوم ہو۔ اسی طرح برتن وغیرہ دھونے میں مسجد کے غسلخانے اور وضوخانے وغیرہ گندے نہ ہونے پائیں۔ غرض کہ جماعت کے قیام کے زمانے میں اندرون و بیرون مسجد ہر طرح کی صفائی کا خیال رکھیں۔ کبھی کبھی اس میں تھوڑی سی بے احتیاطی اور لاپرواہی سے مقامی مصلیوں اور مسجد کے منتظمین کو اعتراض ہو جاتا ہے۔ اور وہ اتنے بڑے نافع کام سے دور ہو جاتے ہیں۔

(٧) بعض جگہ فلش کے پائخانے ہوتے ہیں، استعمال شدہ ڈھیلے یا کپڑوں کے کترن وغیرہ اس میں ہرگز ہرگز نہ ڈالیں۔ مبادا وہ بند ہو جائیں اور مسجد کے مصلین اور منتظمین کو ان کی صفائی کرانے میں ہماری وجہ سے زحمت ہو۔

(٨) اذان سے پہلے پہلے اپنے بستر وغیرہ اٹھاکر کونے میں رکھ دیں اور نماز کی تیاری کر کے اعمال مسجد میں مشغول ہو جائیں۔

(٩) مسجد کے پینے کا پانی پینے کے لئے اور وضو وغسل کا پانی وضو وغسل کے لئے استعمال کریں۔ پانی کے استعمال میں احتیاط ملحوظ رہے۔ تاکہ مقامی مصلیوں کو کوئی تنگی پیش نہ آئے۔

• حضرت مولانا ان ہدایات واصول وضوابط کے علاوہ نکلنے والوں کو بڑی دلسوزی و فکرمندی سے نصیحتیں بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہاں اُن بیش قیمت نصائح کا ایک انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا:

"دین کے کام بالکل آسان اور مزے دار ہیں۔ دنیا کی چیزوں میں کوئی مزہ نہیں ہے لیکن چونکہ مزاج بگڑا ہوا ہے اس لئے اس میں مزہ جانتے ہیں۔ جیسے بیمار آدمی کو کڑوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

میٹھا لگتا ہے اور میٹھا کڑوا معلوم ہوتا ہے۔ کسی مریض کے سالن میں اگر خوب مرچیں ڈال دیں اور پھر بھی اسے محسوس نہ ہوتی ہو تو یہ بے حسی ہے۔ یہی حال اس وقت ہوتا ہے جب ایمانی مزاج بگڑ جائے۔ اگر ایمانی مزاج بنا ہوا ہوتا ہے تو اعمال بڑے مزیدار لگتے ہیں۔ دینی اعمال کے مزے کے سامنے دنیا کی تکلیفیں بھی ہیچ ہیں۔ محنت کرنے سے ہی انسان کو ملتا ہے مَنْ جَدَّ وَجَدَ۔ آج ہر چیز پر محنت ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ پائخانہ پر محنت ہو رہی ہے اور اعمال پر محنت نہیں ہو رہی ہے۔ چلّہ تین چلّہ دین کی قیمت کے اعتبار سے بہت تھوڑے ہیں۔ لیکن چونکہ ذوق بدل گیا ہے۔ اس لئے شروع میں رخ بدلنے کے لئے تھوڑا وقت مانگا جاتا ہے اور بھائیو! خدا کے یہاں تو کام کرنے والے ہی کی پوچھ ہے۔"

• جماعت میں نکل کر صرف اپنی اصلاح کی فکر کرنی ہے۔ کسی دوسرے کی اصلاح کی نہیں۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں!

"جماعت میں نکل کر دین کے کام کو سیکھنا ہے اور گشت تعلیم وغیرہ جو بھی کیا جا رہا ہو وہ اللہ کے لئے کیا جا رہا ہو۔ اور اصل اپنے آپ کو دیکھنا ہے۔ اپنے آپ کو بنانے کی محنت اور مشق کرنا ہے۔ دوسروں کی خدمت کرنا اور ان کا اکرام کرنا، یہ ہم کہتے تو بہت ہیں لیکن یہ عمل میں آجائے، اس کو سیکھنا ہے۔ آج ہماری زندگی خدا کو ناراض کرنے والی گذر رہی ہے اصل غرض تمام کوششوں کی اللہ کو راضی کرنا ہے اور اسی کے لئے اعمال ہیں۔ ایک تو ہم عمل کرتے نہیں اور اگر کرتے ہیں تو پتہ نہیں کیا کیا اپنے آپ کو سمجھ بیٹھتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بن جاتے ہیں۔"

• اسی طرح رخصت ہونے والی جماعتوں کو حضرت مولانا کی یہ تاکید بھی ہوتی تھی کہ وہ صرف اپنی اصلاح کی نیت لے کر جائیں، دوسروں کی اصلاح کی فکر و نیت لے کر نہ جائیں۔ ورنہ دونوں طرف محرومی رہے گی۔ جناب خالد سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں!

"جماعتوں کی روانگی سے پہلے حضرت جی ایک بات بہت اہتمام سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ کے راستے میں مجاہدہ کے لئے جا رہے ہو اور اللہ کا وعدہ ہے وَالَّذِیْنَ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جَاهَدُوا فِینَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔ یعنی مجاہدات پر اللہ تعالیٰ اپنے راستہ کی ہدایت مرحمت فرمادیتے ہیں۔ لیکن شیطان یہاں پر ایک چال چلتا ہے۔ وہ یہ کہ اُن لوگوں کی ہدایت کی نیت کرادیتا ہے، جہاں جارہے ہیں۔ اور اپنی ہدایت کی نیت بھلادیتا ہے۔ اب اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہاں والے تو اس لئے محروم رہ گئے کہ وہ مجاہدہ میں نہیں آئے۔ اور جانے والے مجاہدات میں رہنے کے باوجود اس لئے محروم رہ گئے کہ اپنی ہدایت کی نیت نہیں کی۔ اس لئے روزانہ اہتمام سے اپنی ہدایت کی نیت کیا کرو۔ اور اپنی آخرت کے لئے محنت میں لگو تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہدایت کا نزول تم پر ضرور ہوگا اور جب تمہاری دعاؤں سے رحمت کی اور ہدایت کی بارش ہوگی تو وہ خالی تمہارے سر پر نہیں ہوگی بلکہ سب کے سروں پر ہوگی۔ یہ بات دعوت کا بہت اہم نکتہ ہے۔"

• ایک مرتبہ نکلنے والی جماعت کو مخاطب بناکر سلیقہ اور حسنِ انتظام سے متعلق چند باتیں اس طرح ارشاد فرمائیں۔ کسی کے ساتھ زور وزبردستی کا معاملہ نہ کیا جائے کھانے کا اپنا انتظام کیا جائے کھانے کا ایسا نظم ہو کہ صرف ضرورت پوری ہو جائے۔ سیدھی سادی خوراک سے پیٹ بھرنا ہے۔ جماعت میں نکل کر وقت ایسا گذار کر آؤ کہ جب اپنے گاؤں واپس جاؤ تو وہاں بھی غلط کام نہ کرو۔ معمولات کو پورا کرنا۔ نمازوں میں دل لگانا۔ آپس میں ٹھیک سے رہنا سہنا ضروری ہے۔ آپس میں جب ایثار ہوگا تو دلوں میں الفتیں و محبتیں آئیں گی۔ اللہ کے راستے میں دوسرے کے کام آیا جائے نہ یہ کہ اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالا جائے۔ اگر سارے عمل خدا کے لئے کرنے کی صفت ہمارے اندر آجائے تو پھر کھانا کمانا، ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا، یہ سب دین بن جائے گا۔ اگر خدا کا حکم نبی کے طریقے پر کیا جارہا ہوگا تو اس پر ثواب ملے گا۔ لیکن اگر اپنے جی کی ترتیب پر پورا کیا جارہا ہوگا تو اس پر کوئی ثواب نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ خود پسندی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔"

• ۲۹ شعبان ۱۴۰۳ھ (۱۲ جون ۱۹۸۳ء) اتوار کی صبح میں جماعتوں کو رخصت کرتے وقت مختصر مختصر جملوں میں جو نصیحتیں یا دوسرے الفاظ میں رہنما اصول ارشاد فرمائے انکو مولانا عبدالسلام صاحب پونوی اس طرح تحریر کرتے ہیں!

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا: دوستو بزرگو بھائیو! یہ سب جانتے ہیں کہ کرنے کا کام کرنے ہی سے ہوتا ہے اور کام کو طریقہ سے کیا جائے تو نفع ہوتا ہے۔ ورنہ نفع والے کام سے بھی بغیر صحیح طریقہ کے نقصان ہوگا۔

آدمی خود عمل کر رہا ہو اور بے غرض ہو کر دوسروں تک پہونچا رہا ہو۔ دین کا کام کرو تو دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں اور دنیا کے کام میں دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: لوگوں کو نرمی سے سمجھایا جائے اور ان کی سختی کو برداشت کرلیا جائے۔ ایک بھائی متکلم ہو، باقی سب ساتھی متوجہ ہوں اللہ کی طرف۔ اور متکلم صحیح طریقہ سے بول رہا ہو تو اللہ اثر ڈالیں گے۔ متکلم ایسا ہے جماعت کے اندر جیسے بدن میں زبان۔ گشت میں خانہ پری نہ ہو کہ بس ایک دو کے پاس چلے گئے۔ گشت کر کے جس کو لاؤ، اگر اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو نماز پڑھاؤ۔ کوئی بھائی دین کی بات مسجد میں سمجھا رہا ہو تو وہ اس کو سنواؤ۔

فرمایا: جب بیان کرنے والا بات پوری کر چکے تو اب سب جماعت کے ساتھی اپنے قریب والوں کو سمجھا دیں کہ دیکھو یہ دنیا عارضی ہے جو آگے کا عمل کیا ہوگا وہ باقی رہنے والی پونجی ہے۔

جو تیار ہو جائیں تو بہت اچھا، اور اب بھی جو نہ مانے تو اپنی کوتاہی سمجھے کہ اے اللہ ہم اس کو اس کی ضرورت نہیں سمجھا سکے ورنہ آدمی ضرورت سمجھتا ہے تو ضرور نکل جاتا ہے۔

فرمایا: بیان کے وقت جو تشکیل ہوگی اس پر اکتفاء نہ کرلو، بلکہ صبح جا کر اس کے گھر والوں کو سمجھاؤ اگر نام لکھانے والا رُک جائے اور نہ نکل سکے تو یہ مت سمجھو کہ اس نے جھوٹا وعدہ کیا تھا، اس کو الزام مت دو۔ اس لئے کہ اس نے اس ماحول کے اثر سے واقعۃً وعدہ کیا تھا اب جب وہ دوسرے ماحول میں گیا تو پختگی نہ رہی۔ اب اسکی اعانت کرو، اس کو اور گھر والوں کو سمجھاؤ اور جب اپنی سی کوشش کرلو تو اللہ سے دعا کرو کہ اے اللہ ہماری کوتاہی معاف فرما۔

فرمایا: لڑنا نہیں، یہ شیطان کا ایسا تیر ہے کہ کام سے روک دیتا ہے۔
نئے آدمی کو اپنے پیسوں کی اور چیزوں کی خبر نہ کیجیو۔ معاملہ سب سے صاف رکھو اور چوکنا رہو۔ پیسہ روپیہ اس کے حوالہ نہ کرو۔ نیز روپیہ پیسہ اس انداز سے خرچ کرو کہ ضرورت بھی پوری ہو جائے اور وقت بھی پورا ہو جائے۔ یہ نہیں کہ بے پرواہی سے خرچ کر ڈالو اور پھر وقت سے پہلے واپس جانے لگو۔

فرمایا: ہر ایک اپنے کو چھوٹا سمجھے تو دل جڑیں گے، ورنہ پھوٹ پڑ جائے گی۔ یہ خوبیاں اور صفات سیکھنے کی ہیں۔ اللہ کے یہاں صفات کی قیمت ہے ڈھانچے کی نہیں۔

فرمایا: ہمارے اندر یہ فکر ہو کہ ہر انسان سیدھے راستے پر چلنے والا بن جائے۔ اور اللہ سے خوب مانگو۔ آدمی کرے گا تو اتنا ہی جتنا اس کے بس میں ہے۔ مگر فکر پر ثواب بڑا ملے گا۔

فرمایا: حدیث میں آتا ہے جس کو دوسرے مسلمان بھائی کی فکر نہ ہو تو اس کا ہم سے جوڑ نہیں۔ بتاؤ نبی کے ساتھ جس کا جوڑ نہ ہو تو وہ کیسا؟

فرمایا: جماعت میں نکلنا اپنے آپ کو عمل والا بنانا ہے اور عمل میں سب سے پہلے نماز ہے۔ اور عمل کو ختم کرنے والا عمل دوسرے کے حقوق کو غصب کر لینا ہے۔

فرمایا: آدمی اپنے کو چھوٹا سمجھے اور دوسرے کو بڑا سمجھ کر اس کا حق ادا کرے۔

فرمایا: اسی عمل میں ہمارا وقت لگ رہا ہو۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں نہ لگ رہا ہو۔ انشاء اللہ پھر اعمال کی قیمت دل میں اترے گی اور قیامت کے دن اعمال کی پوٹلی لے کر جاویں گے۔

فرمایا: اصل مسئلہ موت کے بعد کا ہے، ہر ایک کو مرنا ہے، بہت سوں نے یہاں باقی رہنے کی کوشش کی مگر نہ رہ سکے۔

جو وہاں کی تیاری کر لیتے ہیں تو ہنستے ہوئے جاتے ہیں۔ جہاں کمائی ہوتی ہے، وہاں جانے کو دل چاہتا ہے۔

فرمایا: میری تیری بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کیا جائے، بیکار باتوں میں اپنے کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

لگانے سے بچاؤ۔

جو جتنا کرے گا اتنا پاوے گا۔ ورنہ اپنے منہ میاں مٹھو بنے تو کیا حاصل ہوگا؟

فرمایا: شیطان ایسی باتیں دل میں لاتا ہے کہ جماعت بکھر جاتی ہے۔ یوں سمجھاتا ہے کہ ہم کو ایسا امیر دیدیا ہے یا ایسا علاقہ دیدیا۔

بس شیطان سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے کو عمل میں لگایا جائے نہ کہ سوتے رہیں۔ چھ گھنٹے آرام کرنا ہے۔ اگر آرام کے وقت آرام نہیں کروگے تو عمل کے وقت نیند آوےگی۔ آرام بھی آگے کے عملوں میں تیاری کے لئے ہو تو وہ بھی عمل بن جائے گا۔[1]

ایک مرتبہ فرمایا کہ جماعتوں میں نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر بندگی آجائے اور پھر اس کی تشریح اس طرح فرمائی۔

"جماعتوں میں نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم بندے بن جائیں اور ہمارے اندر بندگی آجائے اور بندگی یہ ہے کہ مالک کا جو حکم ہے پوری زندگی اس کے مطابق گذاری جائے جماعتوں میں نکل کر خدا کی بات ماننے کی عادت ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ جماعت میں صحبت کا اثر پڑتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے حمام میں خوشبودار مٹی کا دیکھنا اور پھر اس میں پھولوں کی صحبت سے خوشبو کا آجانا بیان فرمایا ہے۔ آج ہمارے شب و روز کے مشاغل میں شیطانی اثرات ہیں۔ شیطان کا اثر ہماری طبیعتوں پر پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے خدا کے حکموں پر عمل کرنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہمارا کچھ وقت مساجد میں اور اعمال مساجد میں گذرے تاکہ فرشتوں کی ہم نشینی حاصل ہو۔ ملکوتی صفات حاصل ہوں۔ ملائکہ کی ہم نشینی اگر ہمیں ملی تو ہمارے اندر ماننے کی صفت پیدا ہوگی۔"

• حضرت مولانا کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ جماعت میں نکلنے والوں کو خطوط کے ذریعہ بھی متواتر ہدایات و نصائح فرماکر ان کو انفرادی و اجتماعی اعمال اور صحیح طور پر وقت گزارنے

---

[1] ماخوذ از بیاض مولانا عبدالسلام صاحب پونوی

کی بطور خاص تاکید فرماتے ۔ اس طرح ان مکاتیب کے ذریعہ حضرت مولانا کا ان سے مسلسل رابطہ قائم رہتا تھا ۔ ذیل میں ایسے ہی چند مکاتیب پیش کیئے جاتے ہیں ۔

پیش نگاہ مکتوب میں عربوں کی اہمیت اور چوبیس گھنٹے کے اعمال میں ترتیب پر توجہ دلائی گئی ہے ۔

"مکرمین ومحترمین ، وفقنا اللہ وایاکم لمایحب ویرضیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط موصول ہوا ۔ دینی سفر بہت ہی مبارک ہے ۔ حق تعالیٰ مثمر وبابرکت فرماکر قبولیت سے نوازیں ۔

محترم دوستو ! اپنے اس سفر کے اوقات کی بہت قدر کرتے ہوئے دعوت و تعلیم واذکار ونوافل ، خدمت گذاری وغیرہ امور میں مصروف رکھا جائے ۔ مقامی دوستوں کو بھی ساتھ لیا جائے ۔ اور ان کی جماعتیں بنا بنا کر ماحول میں روانہ کی جائیں جن محلوں میں کچھ احباب اوقات لگا چکے ہیں وہاں جماعت بنا کر مقامی دینی محنت پر آباد کیئے جائیں ۔ ہر آدمی سال کا چلہ ، مہینہ کے تین دن ، ہفتہ کے دو گشت کر لیا کرے ، اسکی بھی تشکیل کی جائے ۔ عرب حضرات کی عظمت واحترام ہو ۔ اللہ رب العزت نے ان میں جو فطری طور پہ جو خوبیاں رکھی ہیں ان کے لینے کی آسان صورت یہی ہے ۔ ۲۴ گھنٹے والے معمولات اصل کام ہیں ، اس سے قلوب متوجہ ہوتے ہیں ۔ دن کی محنت ومساعی میں رات کی دعاؤں سے جان پڑتی ہے ۔ ساتھیوں سے ان کی استعداد کے مطابق کام لیا جائے ۔ آپس میں جوڑ ، محبت وخدمت گذاری ہو ۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں ۔ آپ حضرات بھی دعا فرماتے رہیں ۔ احباب کو سلام عرض ہے ۔

بندہ انعام الحسن عفی عنہ ، بقلم موسیٰ ۱۲، ۸ ، ۱ ، ۷ ، ۶

ایک جماعت کو اس مبارک راہ میں عاجزی وانکساری کا شرط اولیں ہونا اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں !

" میرے دوستو ! انبیاء علیہم السلام کی دعوت والا یہ عمل اصول وقواعد وشرائط و آداب چاہتا ہے ۔ اس کے بغیر اس کی حقیقت نہیں کھلتی اور اس کی بنیاد و اساس کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

پتہ نہیں چلتا اور اس کی غرض و غایت معلوم نہیں ہوتی۔ اور قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہٗ کا منشاء اور مقصد معلوم نہیں ہوتا۔ دعوت کی اس عظیم محنت میں چلنے والے بھی اصولوں کی پابندی کے بغیر چلتے ہیں اور اس کے قواعد و شرائط اور آداب کا خیال نہیں رکھتے۔ اتنے عظیم کام کو بھی اور تحریکوں کی طرح ایک تحریک سمجھتے ہیں حالانکہ اس کے لئے بڑی قربانی، جدوجہد، آہ و بکا، عاجزی و انکساری پہلی شرط ہے۔ اس کے بعد امیر کی۔۔ اطاعت اور بڑوں کی نگرانی ضروری ہے تاکہ خواہشِ نفس سے حفاظت ہو۔ دشمن کو معاف کرنا، اپنے ساتھ برائی کرنے والے کو معاف کرنا، اغراض دنیا سے اپنے دامن کو چھڑاتے رہنا، مخلوق سے استغناء اور زہد فی الدنیا کو طلبِ صادق کے ساتھ اختیار کرنا، حکم کی لائن سے بچتے ہوئے ترغیب سے کام کرانا۔" (اس راہ کی اہم شرطیں ہیں)۔

• ایک دور دراز مقام پر گئی ہوئی جماعت کو دین کے فروغ کے اصلی سبب، اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے تعلق اور اس پر یقین کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں!

"میرے دوستو! جس دین کے سیکھنے کے لئے آپ نے گھروں کو چھوڑا ہے۔ یہ وہی دین ہے۔ جو خاص انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔ اور جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجتماعی اصولوں کے اتباع کے ساتھ چھوڑ گئے۔ انسان بالطبع مخلوق سے متاثر ہے اور وہ اس بارے میں کچھ غلط یقین بے بنیاد علم اور ان کے مطابق غلط عمل پر پڑا ہوا ہے۔ مخلوق کے بارے میں جو بھی یقین و عمل اپنے کو حاصل ہے اس کو اپنے میں سے نکالنے کے لئے اور اس سفلی و فانی یقین کے بدلہ اپنے میں صرف ذات باری کا یقین و علم پیدا کرنے کے لئے جدوجہد کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ ان کی صفات و کمالات کا مظہر بن کر ان کی ذات والے انعامات کے عمومی دروازے کھل جانے کا ذریعہ بنے اور اصل اس کا انعام۔۔ باری تعالیٰ کی رضا اور محبت ہم کو ہمیشہ کے لئے حاصل ہو۔ اصل دین حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق میں ان کی ذات کا یقین پیدا کرنے کے لئے یقین کے ساتھ اپنی جان کھپانے اور ٹھوکریں کھانے کے طریقے کو سیکھنا ہے جس پر نہ کسی مخلوق کا تأثر اثر انداز ہو سکے، اور نہ بھوک و پیاس، نہ بیماری و کمزوری، نہ گرمی نہ سردی، نہ کوئی عیش و عشرت اور نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوف وہراس ۔ یہی دین کے فروغ کا اصلی سبب ہے ۔

محنت کی ایسی ترتیب قائم کی جائے کہ احباب نقد نکلیں ، مقامی کام کی ترتیب بنے اور ساتھیوں میں خدا کا تعلق اور دعوت کے مطابق عمل بنتا چلا جائے ۔ فقط

بیرونِ ملک جانیوالوں کو ہدایات

مرکز نظام الدین دہلی سے بہت کثرت کے ساتھ جماعتیں بیرونی ممالک میں جاتی رہتی ہیں ۔ ذیل میں ایسی جماعتوں کے لئے حضرت مولانا کی بتلائی ہوئی پچیس ہدایات پیش کی جاتی ہیں ۔ یہ تمام ہدایات سلیقہ و انتظام اور دعوتی فکر و عمل پر مشتمل ہیں ۔

فرمایا :

۱ ۔ کرنسی امانت ہے ، اس کو صحیح استعمال کیا جائے ۔

۲ ۔ ضرورت کی چیزیں اپنے ملک سے لے کر جائیں ۔

۳ ۔ بیرون ملک سے کوئی چیز خرید کر نہ لائیں اور نہ کسی کی امانت لائیں ۔

۴ ۔ بیرون ملک میں کاروبار کی باتیں نہ کریں ۔

۵ ۔ بیرون ملک جاکر اپنا پتہ مرکز نظام الدین کو بتائیں ۔

۶ ۔ اپنے ذاتی خطوط رشتہ داروں کو مختصر لکھیں اور دعوت کی بات سامنے رکھیں مہینہ میں دو دفعہ نظام الدین خط لکھیں ۔

۷ ۔ بیرونِ ملک جاکر کوئی قرضہ نہ لیں ۔

۸ ۔ تمام مسائل میں اللہ پاک سے رجوع کریں ۔

۹ ۔ جماعت کے ساتھ اکٹھا واپس آئیں ۔

۱۰ ۔ کھانے پینے کی اشیاء میں کوئی چیز ہدیہ میں نہ لی جائے ۔

۱۱ ۔ اپنے پاسپورٹ کی زیراکس نکال لیں ۔

۱۲ ۔ واپسی پر کرنسی بینک میں دے کر رسید حاصل کریں ۔

۱۳ ۔ پاسپورٹ ، ٹکٹ اور کرنسی کی حفاظت کی جائے ۔

۱۴ ۔ ہر ملک کے مقامی باشندوں کو اپنی محنت کا مرکز بنایا جائے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۵ - جماعت میں جانے والے ساتھیوں پر حج کا غلبہ نہ ہو۔
۱۶ - مسجد وار جماعتیں بنائیں۔ اور چار ماہ کی جماعتیں تیار کر کے نظام الدین روانہ کریں۔
۱۷ - اندرون ملک چار مہینہ ایک ساتھ یا اس سے زیادہ اوقات لگائے ہوئے احباب میں سے بیرون ملک کی جماعت بنائی جائے۔
۱۸ - کم از کم چار ماہ کی جماعت بنائی جائے۔
۱۹ - اگر کسی تقاضہ کے پیش نظر چار ماہ سے کم کی جماعت بنائی ہو تو اس کے وجوہ اور رائے لکھ کر اجازت لی جائے۔
۲۰ - جانے والے احباب ہر سال چلہ لگاتے ہوں۔ اور ہر ماہ مسجد وار جماعت کے ساتھ تین دن لگاتے ہوں۔
۲۱ - اپنی مسجد وار جماعت کے ساتھ اہتمام کے ساتھ مقامی کام میں شریک ہوتے ہوں۔ اور جوڑ کا مزاج رکھتے ہوں۔ اور اپنے امیر اور شوریٰ کے مشورہ سے چلتے ہوں۔
۲۲ - اگر کسی کے تین چلہ کسی عذر کی وجہ سے اندرون ملک نہیں لگ سکے لیکن مندرجہ بالا صفات ان میں موجود ہیں اور وہاں کے ذمہ داروں کی اتفاق رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ انھیں بیرون ملک بھیجنے میں کوئی حرج نہیں تو انھیں جماعت میں جوڑنے یا یہاں جماعت کے ساتھ بھیجنے یا لے کر آنے سے پہلے مندرجہ بالا امور کی روشنی میں ان کے احوال لکھ کر اجازت لی جائے۔ اور یہ بھی لکھا جائے کہ اس کے بارے میں اگر پہلے اندرون ملک چار مہینہ لگانے کا فیصلہ ہو تو وہ بشاشت سے تیار ہے۔ اگر مشورہ سے ان کو اجازت دیدی جائے تو ان کو جماعت میں جوڑا جائے۔
۲۳ - ہر جماعت بیرون میں جانے سے پہلے بنگلہ والی مسجد آئے اور اسی طرح واپسی پر بھی پہلے بنگلہ والی مسجد آئے۔

۲۴۔ حج یا عمرہ کا وعدہ کر کے یا امید دلا کر بیرون کی جماعت کی تشکیل نہ کی جائے۔ اگر کسی مصلحت سے جماعت کے سفر میں حج یا عمرہ کو شامل کرنا ہے تو جانے سے پہلے بنگلہ والی مسجد سے اجازت لی جائے۔ جن پر حج فرض ہو وہ جماعت میں جانے سے پہلے حج ادا کرلیں پھر کسی ملک میں جانے کے لئے نام دیں۔

۲۵۔ جماعت خرچ کے اعتبار سے بنائی جائے اور اپنی رایوں کو لکھ کر رُخ یہاں سے لیا جائے۔ جن کو پہلے سے ملکوں کے رخ دیئے جاچکے ہیں۔ وہ اپنی تمام کاروائیاں مکمل کر کے یہاں تشریف لائیں۔

• ذیل میں کچھ ایسی ——— نصائح بھی درج کی جاتی ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً جانے والے احباب کو فرمائیں۔

مولانا احمد لاٹ صاحب گجراتی نے ملکِ شام جاتے ہوئے کچھ نصیحت چاہی، تو فرمایا۔" فرصت معصیت کا دروازہ ہے۔ اپنے آپ کو مشغول رکھنا، اور اگر کچھ کام نہ ہو تو پڑ کر سوجانا۔"

ایک جماعت سے فرمایا جس وقت ہوائی جہاز اس ملک کی حدود میں داخل ہو جہاں جانا ہے تو ہر ساتھی اپنے دل کو ٹٹولے کہ میں کیوں جارہا ہوں۔ اگر ایک ساتھی کے دل میں بھی دعوت کے علاوہ کوئی اور جذبہ ہو تو توبہ واستغفار کر کے اپنا جذبہ صحیح کرے ورنہ اس کا اثر اس پورے ملک پر پڑے گا

ایک صاحب سے فرمایا" جذبہ صرف یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے"۔

واپسی والوں کو نصائح اور ہدایات

مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحؒ (اور ان سے پہلے مولانا محمد یوسفؒ صاحبؒ) کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ عامۃً صبح گیارہ بارہ بجے کے درمیان آنے والی جماعتوں کا استقبال اور جانے والی جماعتوں سے کچھ دیر کام کے تقاضے اور اس کے اصول و آداب بیان کر کے دعا اور مصافحہ کے بعد جماعتیں رخصت فرما دیتے تھے۔ اس مجلس میں مختصر مختصر جملوں میں بڑی اہم اور مفید باتیں حاضرین کو معلوم ہو جاتی تھیں۔ یہاں ایسی بعض مجلسوں کے کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارشادات وفرمودات پیش کئے جاتے ہیں۔

• فرمایا: "اللہ جل شانہ وعم نوالہ کو عمل والی زندگی پسندیدہ ہے ہمارے اندر اعمال زندہ ہو جائیں اور اعمال سے ہم چلنے والے بن جائیں تو ہم اللہ کے پسندیدہ بن جائیں گے۔ اللہ جل شانہ ملک سے، مال سے اور دولت سے راضی نہیں ہوتے بلکہ اللہ راضی ہوتا ہے عملوں سے، اور اللہ راضی ہوں گے تو ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہونگے زندگی میں اعمال پر چلنے میں چار باتیں ہیں۔ انھیں اگر ہم اپنی زندگی میں اتاریں گے تو چلنا آسان ہو جائے گا۔ اور وہ چار باتیں تعلیم، تسبیح، جماعتوں کا تکبیر اولی کے ساتھ پڑھنا، اور گشتوں کا کرنا ہے۔ آج ہماری عملی زندگی ٹوٹی ہوئی ہے۔ اللہ کے حکموں سے غافل ہونے سے اپنا ہی بگڑتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہم اگر زندگی بھر اعمال کرتے رہیں تو اللہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہونچتا اور اگر ہم ساری زندگی نافرمانی کرتے رہیں تو اس سے بھی اللہ کا کچھ نقصان نہیں، یہ تو آدمی کا اپنا نفع اور نقصان ہے۔ اللہ جل شانہ نے ہمیں اس دنیا کے اندر تھوڑے سے وقت کے لئے بھیجا ہے۔ اگر دوزخ والے راستہ پر چلا ہے تو ٹھکانا دوزخ ہے اور اگر جنت والے راستہ پر چلا ہے تو ٹھکانا جنت ہے۔"

• فرمایا: "دینداری ایک دو عملوں کے کرنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دینداری نام ہے پوری زندگی دین پر چلنے کا اور پوری زندگی کو اللہ کے حکموں پر گذارنے کا۔ گشت تسبیح، چلہ، اور تین چلہ اور تعلیم، یہ صرف اس واسطے ہیں کہ ہمارے لئے عمل کا راستہ کھلے، اور ہم اپنی زندگی میں خدا کے حکموں پر چلنے والے بنیں۔ یہ گشت اور چلہ وغیرہ سارا دین نہیں ہے۔ البتہ سارے دین پر چلنے کا ذریعہ ہے۔ ان — چار کاموں میں اپنے آپ کو لگائے رکھنا اور مشغول رکھنا ہے۔ اور بیکار باتوں سے اپنی حفاظت رکھنی ہے۔ بیکار باتوں سے بیکار کاموں سے جتنی حفاظت کی جائے گی۔ اتنا ہی کرنے کے کاموں میں جی لگے گا اور دل لگے گا۔"

• فرمایا: "اصل جو زندگی ہے وہ آخرت کی زندگی ہے اور دنیا کی زندگی تو آخرت کی زندگی بنانے کے لئے ہے۔ جتنی آخرت کی زندگی بنائی جائے گی اتنے ہی اللہ کے

یہاں درجے بلند ہونگے۔ یہ دنیا کی زندگی کھیلنے گھومنے کے لئے نہیں ہے۔ غفلت کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ اس لئے ہے تاکہ اس میں آخرت کی تیاری کرنے والے، آخرت کی فکر کرنے والے اور اس کا سامان کرنے والے بن جائیں۔ اور اس کے لئے ہمیں جماعتوں میں جاکر عملوں کی مشق کرنی ہے اور عملوں کی عادت ڈالنی ہے۔ جب ہم جماعتوں سے واپس آئیں تو اپنے کاروبار اور دھندے کے ساتھ آخرت والی زندگی کے لئے عمل بھی کرتے رہیں۔"

پرانے احباب کو مشورے اور ہدایات

کام میں جڑے ہوئے پرانے احباب کو زیادہ سے زیادہ اصول وضوابط کی پابندی اور کام کی سطح کو زیادہ سے زیادہ بلند کرنے، نیز دعوتی و تبلیغی انتساب کی قدر دانی اور اپنے اپنے احوال کی درستی و اصلاح کی طرف بھرپور توجہ کی غرض سے حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے دور امارت میں پرانے کام کرنیوالوں کی مرکز نظام الدین میں سال میں ایک مرتبہ جمع ہونے کی ترتیب قائم کی گئی۔

مرکز دہلی میں اپنی افادیت سے بھرپور اس پہلے جوڑ میں حضرت مولانا نے حاضرین سے بہت کھل کر خطاب فرمایا۔ اور اس جوڑ اور جمع ہونے کا مقصد ان پر واضح کیا۔

تبلیغی کارکنان کے یہ علاقائی اور صوبائی جوڑ اپنی غرض وغایت کے اعتبار سے بہت ہی مفید اور مؤثر ثابت ہوئے۔ اور اس کے بعد ملک کے تمام علاقوں اور صوبوں کے پرانے کام کرنے والے احباب کے درمیان بھی یہ ترتیب قائم ہوتی چلی گئی۔ اب ہر علاقہ وصوبہ کے ذمہ دار احباب اپنی متعین شدہ تاریخوں پر (جو ان کو مرکز سے ملتی ہے) آتے ہیں اور تین دن یہاں قیام کے بعد اپنے مسائل اور امور میں مشورے کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے بلند عزائم لے کر جاتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جناب خالد سیف اللہ صاحب (دہلی) کام کرنے والے پرانے احباب کے اس جوڑ کی افادیت کے متعلق لکھتے ہیں:

"میری نگاہ میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے دو کام سب سے اہم ہیں۔ ایک یہ کہ امت کو اپنی ذات سے جوڑنے کے بجائے کام سے اور محنت سے جوڑا۔ اور کام سے والہانہ جڑنے کے آثار ہم نے ان کے وصال کے بعد خوب دیکھے۔

دوسرا بڑا کام ان سے اللہ نے یہ لیا کہ کام کے عالمی پھیلاؤ کے ساتھ مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے دعوت کا کام ہونے لگا تھا جو یقیناً کام کے لئے بہت بڑا فتنہ بن جاتا حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے یہ سلسلہ شروع کیا کہ ہر صوبہ کے پرانے احباب اور کام کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ سال میں ایک مرتبہ تین دن کے لئے یہاں مرکز نظام الدین آئیں اور جو پوچھنا ہو یہاں آکر پوچھیں۔ اور مختلف جماعتوں سے پوچھنے کے بجائے براہ راست مرکز سے پوچھیں۔ اس طرح دنیا کے تمام ممالک کی ہر سال یا ایک سال ناغہ کرکے مرکز آنے کی ترتیب بنائی۔ یہ طریقۂ کار اختیار کرنے سے مشوروں میں اور کام میں ایسی مرکزیت اور اجتماعیت آئی کہ پورے عالم میں ایک بات چلنے لگی اور ایک نہج قائم ہوگیا۔ اور پوری دنیا میں کام کرنے والے مرکز نظام الدین سے مشورہ کرکے کام کرنے لگے۔"

حضرت مولانا کی حیات مبارکہ میں اس طرح کے جوڑ اور اجتماعات بہت سی مرتبہ ہوئے۔ آپ اس موقعہ پہ بڑی دلسوزی اور فکرمندی کے ساتھ پند و نصائح فرماتے تھے۔ کام کی نزاکتیں اور باریکیاں بتلاکر مشکلات اور اہم معاملات میں رجوع الی اللہ کا درس دیتے اپنی ذات کی نفی کے ساتھ اپنے اندر عاجزی و تواضع پیدا کرنے پر زور دیتے۔ بڑے مضبوط اور پختہ الفاظ میں اس کا احساس دلاتے کہ ہمارا اور تمہارا "پرانا ہونا" یہ کوئی قابل فخر چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے اور اللہ کی ایک نعمت ہے۔ اگر اس ذمہ داری اور نعمت کی قدر نہ کی گئی تو سخت خطرات ہیں۔ کبھی کبھی اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی صفتِ بے نیازی سے لرزاں و ترساں ہوکر یہاں تک فرما دیا کرتے تھے کہ نہ معلوم کس مقام سے دھکے دے کر اوندھے منہ گرا دیئے جائیں۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

سطور ذیل میں حضرت مولانا کی ایسے ہی اجتماعات میں کی جانے والی تقریروں کے اقتباسات اور مختلف مجالس کے ارشادات و فرمودات پیش کئے جاتے ہیں۔

پرانوں کی تعریف و شناخت تبلاتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:—

"جو کام کا فکر کرے اور لگا رہے اور کام کو اوڑھ لے بس وہ پرانا ہے۔ فکر پر خدا دروازے کھولتے ہیں۔ جیسے اذان کی ابتداء۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، مہاجرین اولین میں سے ہیں، ان کو اس کا فکر ہوا اور اللہ نے ان کی فکر پر دروازہ کھول کر ان سے اذان دلوائی۔ پرانے کام کرنیوالوں کی ذمہ داری کے احساس کی بات یہ ہے کہ اپنی شخصی ذاتی ضرورتیں مؤخر کر دی جائیں اور دین کے تقاضوں کو مقدم کر دیا جائے۔ خوب سمجھ لو کہ اپنی ضروریات کو ترک نہیں کرنا ہے بلکہ مؤخر کرنا ہے۔ اللہ کے ساتھ ہر ایک کا اپنا اپنا معاملہ ہے آج ہم اپنے پر مطمئن ہیں اگر مطمئن نہ ہوتے تو ہماری بے قراری ظاہر ہو جاتی۔ غیر مطمئن آدمی کا تو چہرہ سے پتہ چل جاتا ہے اس کام میں مطمئن ہو جانا اور یہ سمجھ لینا کہ ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ یہ خطرے کا الارم ہے۔

ایک موقع پر دین میں پرانے ہونے کی تشریح اس طرح فرمائی:

" دین میں پرانے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شروع سے آخر تک بڑھتا چلا جائے۔ دنیا میں تو جو پرانا ہوا بیکار ہو گیا لیکن دین میں جو جتنا پرانا ہوتا ہے صفات کے اعتبار سے اتنی ہی قیمت اس کی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ سابقین وہ ہیں جو شروع سے آخر تک جمے رہے۔ اور بڑھتے رہے۔ سابقین وہ نہیں ہیں کہ شروع میں کیا اور آخر میں چھوڑ دیا اور سستی کر گئے۔ دین میں آدمی جتنا پرانا ہوتا ہے۔ اتنی ہی اس کی مسئولیت بڑھ جاتی ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ آنے والی جماعتوں اور افراد کا وقت صحیح گزرے۔ لوگوں کا وقت امانت ہے۔ اپنی ذات سے محنت کرنا اور دوسروں کے وقت کو صحیح گزروانا یہ ترقی کا ذریعہ ہے۔ خدا کے دشمنوں کے یہاں پرانا آدمی ریٹائر کر کے گھر بھگا دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے یہاں پرانوں کی قیمت بڑھتی رہتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر پرانی چیز قیمتی نہیں ہوتی ۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک اجتماع میں یوں فرمایا۔
" پرانے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو پرانا ہونے پر سڑ جاوے ۔ مثلاً پرانا سالن ، پرانی کار، پرانا کپڑا۔ دوسرا پرانا وہ ہے کہ جس قدر وہ پرانا ہو اتنی ہی اس کی قیمت بڑھ جائے ، جیسے پرانا سرکہ ، پرانا چاول ۔ اب بتاؤ تم کون سے پرانے ہو ۔ قیمت بڑھنے والے پرانے ہو یا قیمت گھٹنے والے پرانے ہو "

حضرت مولانا اپنی مجلسوں ___ اور خواص میں کی جانے والی اپنی تقریروں میں اس پر بہت زور دیا کرتے تھے کہ یہ دعوت و تبلیغ سے انتساب ایک نعمت ہے اس کی قدر بہت ضروری ہے ۔ ورنہ بڑے خطرات ہیں ۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا ۔

" پرانے اپنے بارے میں زیادہ ڈریں ۔ کیونکہ ایک تو ان کے لئے بچلنے اور پھسلنے کے مواقع زیادہ ہیں ۔ دوسرے یہ کہ جنہیں دیکھ کر لوگ چلتے ہیں اور جن میں مقتدائیت والی بات ہو ان کو بہت سی جائز چیزوں سے بھی بچنا پڑتا ہے ۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارہ میں ہے ۔ یعنی ہر روز ترقی کرتا رہے ۔ پرانے پنے کی صفت میں اگر ترقی نہیں ہوئی تو پھر پستی ہے ۔ ظاہری ترقی یہ ہے کہ قربانی کی مقدار بڑھ رہی ہو اور باطنی ترقی یہ ہے کہ خدا کی طرف کی پیشی کا ... استحضار بڑھ رہا ہو ۔ یہ ہر شخص کے اپنے اور خدا کے بیچ کا معاملہ ہے "

حضرت مولانا کے نزدیک تمام پرانے احباب کے لئے دو کام بہت ضروری ہیں ۔ ایک شکرِ نعمت ، دوسرے قربانی کی مقدار میں اضافہ اور اپنی ذمہ داری کا احساس ۔

چنانچہ فرماتے ہیں :

" جن لوگوں پر کام کا دار و مدار ہے اگر وہ عام لوگوں جیسا معمول رکھیں گے ۔ اور آگے نہیں بڑھیں گے تو ان کی ترقی نہیں ہوگی ۔ حَسَناتُ الابرار سیّاٰت المقربین ' اگر آدمی قربانی دے کر پیچھے دیکھے کہ کتنی دی ، تو تنزل ہوگا اور آگے کو دیکھے کہ ادر کیا کرنا ہے اور اس پر قربانی بڑھائے تو یہ ترقی ہے ۔ دین میں ٹھہراؤ نہیں ہے ۔ اللہ نے ہمیں دولت دی ہے تو اس کی قدر کرنی چاہئے ۔ ناقدری سے نعمت چھین لی جاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ۔ انسان کو اللہ نے دنیا میں کرنے ہی کے لئے بھیجا ہے ۔ اچھے کام اگر نہیں کرے گا تو برے کام مجبوراً کرنے پڑیں گے ۔ دنیا دار العمل ہے ۔ اس لئے ضروریات میں تو بقدر ضرورت لگیں ۔ باقی خدا کی رضا والے کام ہی میں لگے تو برکت ہو گی ۔ اور اگر برکت نہ ہوئی تو ہر وقت خطرہ ہے ۔"

• ایک دوسرے موقع پر اس اجمال کی تفصیل و توضیح اس طرح فرمائی :
"دین کی محنت بڑی نعمت ہے جو اس امت کو ملی ہے ۔ نعمت جتنی بڑی ہوتی ہے اس کی ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور جتنی ذمہ داری بڑی ہوتی ہے اتنی ہی اس میں نزاکت ہوتی ہے ۔ کوئی شخص خدائے پاک کی دی ہوئی نعمت کو قبول نہ کرے یا قبول کر کے ذمہ داری کا احساس نہ کرے یا نزاکت کا خیال نہ کرے تو وہ خطرے میں ہے ۔ اس نعمت پر شکر کے ساتھ ساتھ اس کی ذمہ داری کے لئے بھی متفکر رہیں ۔ اور ڈرنا اور خدا سے مانگنا یہ بھی ہمارے ذمہ ضروری ہے ۔ نعمت کی ذمہ داری ساری امت پر تھی اور ہے لیکن جو اس نعمت کو اوڑھ لیں وہ سعادت مند ہیں ۔ یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ذمہ داری کا احساس دیا ۔ یمنون علیك ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل الله یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین ،
اللہ کا احسان ماننا چاہئے ۔ اور شکر کرنا چاہئے لیکن شکر خالی زبان سے نہ ہو ، شکر کے تین جزء ہیں ۔ پہلے یہ کہ دل میں اس نعمت کی عظمت و قدر ہو ، دوسرے زبان سے شکر کر رہے ہوں ۔ اور تیسرے بدن سے نثار اور قربان ہو رہے ہوں ۔ جب نعمت کا پورا شکر ادا کیا جاتا ہے تو اس نعمت میں اللہ زیادتی کرتے ہیں اور اگر اس کی ناقدری ہو رہی ہو تو اس پر گرفت بھی فرماتے ہیں ۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ، ہم اس نعمت پر جو اللہ کی طرف سے ہے ، تینوں اجزاء والا شکر ادا کریں ۔ تب شکر ادا ہو گا ۔ آج ہم شکر کے صرف ایک جزء زبان والے پر قناعت کر لیتے ہیں ۔ ہمیں بقیہ دونوں جزء کے لئے متفکر ہونا اور کوشش کرنا بھی ہے ۔ جب تک پورا بدن قربانی میں آگے نہیں بڑھے گا ، دل میں عظمت نہ آئے گی ۔ لہذا کام کرنے والوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں شکر کی کیفیت کو بڑھانا ہے جو اس قربانی میں بڑھتا رہے گا۔ اس کی یہ نعمت بھی۔۔ بڑھتی رہے گی۔"

• اپنے معاملات اور معاشرت کے اعتبار سے پرانے احباب ایک نمونہ اور مثال بنکر رہیں۔ اس پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ نے ایک اعلیٰ نسبت مرحمت فرمائی ہے۔ اور وہ دین کی محنت اور اس کی طرف منسوب ہونا ہے۔ خدا کا کرم ہے۔ اس کا فضل ہے کہ اس نے اس نسبت سے ہمیں نوازا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہماری ذمہ داری بھی بہت بڑھ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کو جو دعوت دے رہے ہیں تو ان کے لئے نمونہ اور کشش کا ذریعہ بھی بن رہے ہوں۔ یہ ہماری اپنی زندگی، شب و روز کے اعمال، ہماری معاشرت، معاملات، ہر چیز دوسروں پر اثر کرتی ہے، ہماری جتنی زندگی، معاشرت اور معاملات کے اعتبار سے اور اخلاق کے اعتبار سے بلند اور صاف ہوگی، اتنی ہی دوسروں کے لئے کشش اور آمد کا سبب بنے گی۔"

• اسی طرح ایک موقع پر فرمایا۔

"دین پر چلنا ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے۔ یہ ہر ایک کی اپنی اپنی کوشش اور اپنی اپنی محنت ہے۔ اور ہر ایک کو اپنے آپ کو سوچنا ہے اور اپنے اوپر محنت کرنی ہے، اعمال کے ساتھ ساتھ معاملات اور معاشرت کو بھی درست کرنا ضروری ہے۔ معاملات کے ٹھیک ہونے پر معاشرت کی درستگی ہوتی ہے۔ اگر ہم نے اپنے معاملات کو صحیح نہیں کیا تو اس کا مسئلہ قیامت کے دن بہت اہم ہوگا۔ معاملات کی درستگی کا اپنوں اور بیگانوں پر اثر پڑے گا۔ اگر معاملات بگڑے ہوئے ہوں تو یہ نمازیں اور تسبیحیں قیامت کے دن ان کو دیدی جائیں گی جن کا اپنے اوپر حق ہوگا۔ اس لئے معاملات، معاشرت اور اخلاق کی درستگی اپنی اپنی عبادات کے اجر کو بچانے کے لئے بھی ضروری ہے۔"[۱]

---

[۱] بموقعہ جوڑ کارکنانِ آسام مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۹ء۔

• ایک مرتبہ نقشوں اور اسکیموں والی زندگی سے نکل کر حقیقت والی زندگی پر متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ شیطان کے مکر و فریب اور کید پر ان الفاظ میں متوجہ فرمایا؛

" اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے دعوت کے اس عظیم کام کے اثرات دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں اور یہ بات ساری دنیا میں مشہور ہو رہی ہے کہ یہ دعوت کا کام امت کی اصلاح کے لئے ہے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دین مبین کو اجتماعی اصولوں کے ساتھ جس سطح پر چھوڑ کر تشریف لے گئے اس کو زندہ کرنے کے لئے یہ کام ہو رہا ہے۔ لہذا ایسے وقت میں دعوت کی راہ میں چلنے والوں کی ... ذمہ داریاں کئی اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔ مثلاً جان و مال کی قربانیوں میں آگے بڑھنا اور مثلاً مفاد دنیا سے اپنے آپ کو بچانا اور مثلاً دعوت کے مطابق اپنی زندگیوں کو بنانا۔ دعوت کے مطابق اپنی زندگیوں کو بنانے کا مطلب یہ ہے کہ قولی دعوت کے ساتھ عملی دعوت کو بھی اختیار کیا جا رہا ہو۔ صحابہ کرام رض آخرت کی نعمتوں کی امیدوں پر اپنی جان و مال کی قربانی اور جد و جہد کو بڑھاتے رہتے تھے۔

حق تعالیٰ شانہ امید افزا شکلیں دکھلا رہے ہیں تو اگر ہم اس کا پورے طور سے .. استقبال نہ کریں تو یہ دعوت کی اس عظیم محنت کی ناقدری کے مترادف ہے۔ لہذا ایسے وقت میں اپنی محنت کو بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ حق تعالیٰ کے وعدے کے مطابق زیادہ سے زیادہ آثارِ رحمت ظاہر ہوں مومن کے عزائم ہمیشہ بڑھنے والے ہوتے [illegible] اور دعائیں ان عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہوتی ہیں۔ مگر شیطان [illegible] ن بغیر عمل کے صرف عزائم پر ہی خوش کر دیتا ہے اور عمل تک نہیں پہونچنے دیتا۔ محض اسکیمیں بنا کر اور نقشے قائم کر کے اسی پر قناعت کرا دیتا ہے اور اس کا رواج بہت سے شعبوں میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ لہذا اس دھوکے سے [illegible] نکل کر حقیقت پر اپنی طاقت اور قوت لگانے کی ضرورت ہے۔"

• ایک موقعہ پر آیات شریفہ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ اور لئن شکرتم لازیدنکم تلاوت کرنے کے بعد شیطان کی مفسدانہ کوشش اور انسان سے اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

عداوت اور حق تعالیٰ کی بے نیازی اور صمدیت کو انتہائی کرب و فکر کے لب و لہجہ میں اس طرح بیان فرمایا:

"دین اللہ جل شانہ وعم نوالہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور دستور خداوندی یہ ہے کہ جب نعمت کی ناقدری کی جاتی ہے تو وہ سلب ہو جاتی ہے۔ خدا پر کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہے۔ جب نعمت سلب ہوتی ہے تو اس انسان کی صلاحیت بھی مٹنے لگتی ہے۔ شیطان قسم کھا کر آیا ہے۔ لاغوینھم اجمعین، وہ کوشش میں لگا ہوا ہے۔ جب انسان سے نعمت کی ناقدری ہوتی ہے تو انسان کی صلاحیت و قوت ناکردہ چیزوں پر لگواتا ہے۔ یہ دعوت والا عمل اللہ کی نعمت ہے۔ اور پوری امت کے لئے یہی ایک عمومی کام ہے اور یہ قرن اول کا ہیرا ہے۔ خدا نے آہنی دیوار تک بات پہونچا دی ہے۔ اللہ بے نیاز ہیں، صمد ہیں، عبادت وطاعت کی انھیں ضرورت نہیں ہے۔ ہم سراپا احتیاج وفکر اور ضرورت مند ہیں۔ ہمارے بس میں کوئی چیز نہیں ہے۔ عمر تیزی سے گذرتی جارہی ہے۔ اس عمر کی قیمت کو پہچانو اور اس میں خدا کی رضا کو حاصل کرو۔"

ایک مرتبہ فکری، ذہنی اور عملی بے عنوانی نیز انانیت اور حب جاہ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے یہاں تک فرما گئے کہ اس طرح کے لوگوں کو خدائے پاک مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں گے۔ فرماتے ہیں۔

"اللہ جل شانہ بہت کریم ہیں اور بہت نوازتے ہیں۔ بندہ اگر صحیح رخ پر چلتا رہے تو اس کو نواز دیتے ہیں۔ اور اگر اس کے اندر انانیت یا جاہ آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ یہ خدا پر احسان نہیں بلکہ خدا کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں کام کی نسبت مرحمت فرمائی۔ اس کی قدر دانی کی جائے۔ جس سے جتنا کام لیا جارہا ہے اس پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے اور اس سے ڈرتا رہے کہ میری کسی بے عنوانی سے اللہ جل شانہ، مجھے کام سے محروم نہ فرمادے۔ اور بے عنوانی عملی بھی ہو سکتی ہے اور فکری و ذہنی بھی ہو سکتی ہے، فکری و ذہنی (بے عنوانی) یہ کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آدمی یہ سمجھے کہ میں تو سمجھا ہوں دوسرا نہیں سمجھا۔ بلکہ ہر ایک کی فکر کا اعتراف کیا جاوے اور اس کی قدر کی جاوے اور اس کے اوپر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کی جاوے اپنی رائے اخلاص کے ساتھ دے کر پھر جو کچھ فیصلہ ہو تو اس پر خوشی کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ اپنی رائے پر اصرار کرنا یا اپنی رائے کو وحی سمجھنا یہ نہیں ہونا چاہئے۔"

• علاقوں اور صوبوں میں کام کرنے والے قدماء کو حضرت مولانا جو رہنما اصول دیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) چار ماہ کی جماعتیں اپنے علاقوں میں پیدل و سواری کی بنائی جائیں اور انکی نصرت و نگرانی کی بھی فکر کی جائے۔

(۲) بیرون کی جو جماعتیں آئیں ان کا مشورہ (یعنی نظام) ان کے سامنے کیا جائے۔

(۳) جماعتوں سے روانگی کی بات کی جائے اور واپسی پر ان کی کارگزاری سنی جائے۔

(۴) دو مہینہ کی ترتیب کے جو احباب بھیجیں تو ان کو آپس کے مشورہ سے پرچہ دے کر بھیجیں۔

(۵) بیان میں کوئی بات بغیر تحقیق نہ کہیں۔ چھ نمبر سے ہٹ کر بیان نہ کریں، کسی پر تنقید یا اعتراض نہ کریں۔

(۶) بیرون جانے والی جماعتیں شرائط کے مطابق مکمل جماعت بنا کر بھیجیں۔ افراد نہ بھیجیں۔[۱]

مرکز میں دو ماہی ترتیب اور اسکا آغاز

حضرت مولانا نے اپنی حیات میں ایک جدید نظم یہ بھی قائم فرمایا تھا کہ مختلف علاقوں میں کام سے وابستہ لوگ اپنے علاقائی ذمہ داروں سے مشورہ و انتخاب کے بعد مرکز نظام الدین آکر دو ماہ قیام کریں اور یہاں کے اعمال و انتظام میں جڑ کر اپنی استعداد و صلاحیت کو مزید جلا بخشیں۔ یہاں کے عالمی تقاضوں کو پورا کریں۔ اور پھر اپنے علاقوں میں واپس پہنچ کر مرکز کے دیکھے ہوئے اور سنے ہوئے

[۱] ہدایات بموقعہ آمد کارکنان ہند مورخہ ۶، ۷، ۸۔ دسمبر ۱۹۹۲ء۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

طریقۂ عمل کو اپنے یہاں جاری کریں۔ حضرت مولانا کا مقصد اس جدید نظم کے قیام سے یہ بھی تھا کہ پورے ملک میں مرکز نظام الدین کے نہج پر کام چلتا رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علاقائیت اور قومیت کی بنیاد پر یا اپنے ذہن و دماغ سے تیار کردہ سانچہ کے مطابق کام کا رخ موڑ دیا جائے۔ یہ حضرت مولانا کی فہم و بصیرت ہی تھی کہ اس طرح اس دعوتی کام کی فکری و نظریاتی طور پر حفاظت بھی ہو گئی اور مرکز کے زیر تربیت رہ کر علاقوں کے لئے افراد و اشخاص بھی تیار ہونے لگے۔ مرکز میں اس دو ماہی ترتیب کا آغاز ۱۹۸۵ء مطابق ۱۴۰۵ھ میں ہوا تھا۔ اس مقصد کے لیے جو سب سے پہلا بنیادی خط حضرت مولانا کے مشورہ و ہدایت کے مطابق[1] جناب الحاج منشی بشیر احمد صاحب مرحوم نے تیار کیا اور جس کو ملک و بیرون ملک کے مراکز تبلیغ کو بھیجا گیا، یہ ہے۔

"مکرمین و محترمین و دینی محنت میں لگے ہوئے تمام احباب کی خدمت میں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ۔

امید ہے کہ آپ حضرات خیر وعافیت سے ہوں گے۔ اور دینی مسائل میں خوب مشغولیت کے ساتھ عمر عزیز کا قیمتی زمانہ گذار رہے ہوں گے۔ حق تعالیٰ اخلاص کے ساتھ اپنے کام میں موت تک لگے رہنے اور آگے ہی بڑھتے رہنے کے لئے اپنے کرم سے قبول فرمائے۔ اور پورے عالم میں ہدایت کی ہواؤں کے چلنے کا ذریعہ بنائے۔

حضرت جی دامت برکاتہم ۲۶ رجون کو امریکہ اور انگلینڈ کے اجتماعات کے لئے مع اپنے رفقاء کے تشریف لے گئے ہیں سفر کی قبولیت، صحت، ہمت، قوت کیلئے دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے۔ تقریباً آخری ذی الحجہ تک کا سفر ہے۔ الحمد للہ اندرون و بیرون سے جماعتوں کی آمد بدستور ہے اور بڑھ رہی ہے۔ ان احباب کو کام میں لگانے کے لئے اور کام کی فضاؤں میں عملی مشق کرانے کے لئے کام کو لے کر چلنے والے احباب کی ہر وقت پورے سال یہاں

---

[1] حضرت مولانا، رشوال ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۶ رجون ۱۹۸۵ء میں امریکہ و انگلینڈ وغیرہ کے طویل دورہ پر تشریف لے جاتے ہوئے جناب منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کو متعین فرما گئے تھے کہ وہ یہ خط مراکز تبلیغ کو اپنے نام سے ارسال فرمادیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضرورت ہے۔ الحمدللہ ۵ ارمئی اور ۱۰ ارجولائی کو ملک کے چند صوبوں سے پرانے احباب کا یہاں دو ماہ کے لئے تشریف لانا ہوا۔ جو بنگلہ والی مسجد کے تقاضوں میں استعمال ہو رہے ہیں۔ اس سے جانبین کو حق تعالیٰ فائدہ پہونچا رہے ہیں۔ نیز حق تعالیٰ نے سال سال کی پندرہ جماعتیں پیدل ملک کی مختلف سمتوں میں کام کرنے کے لئے روانہ فرمائیں۔ جن کی کارگزاریاں بھی آرہی ہیں۔ حق تعالیٰ انھیں استقامت کی دولت سے مالامال فرمائے اور پورے ملک میں مزید ایسی جماعتوں کے چلنے کی صورت پیدا فرمائے۔ اور ایمان کی ہواؤں کے پورے دنیا میں چلنے کا ذریعہ بنائے۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے ضلع اور ماحول میں جتنے پرانے کام کرنے والے احباب ہیں۔ ان کی باری باری دو دو ماہ کے لئے یہاں پہونچنے کی ترتیب بنائی جائے۔ ہر ماہ کی دس تاریخ کو احباب کے پہونچنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے، تاکہ پہلے سے جو یہاں کام کر رہے تھے بعد میں آنے والے ایک ماہ ان کے ساتھ رہ کر کام کا تجربہ حاصل کر سکیں، پھر یہ بھی بعد میں آنے والوں کے لئے پرانے رہیں گے۔ لہٰذا، ار اگست کو بھی مختلف اضلاع سے احباب پہونچ رہے ہیں۔ آپ حضرات بھی اپنے احباب کو ترغیب دیکر پورے سال کی ترتیب بنائیں، نیز سال سال تین تین چلہ کی جماعتیں اور چلے کی بھی جو زیادہ خرچ کر سکیں یہاں بھیجتے رہیں تاکہ انھیں کام کرنے کی سلسلے کی پوری بات سمجھا کر پورے ملک کے اعتبار سے جہاں زیادہ ضرورت ہو پہلے بھیجا جا سکے۔ نیز بیرونی ممالک میں بھی مسلسل جماعتوں کے بھیجتے رہنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے چار چار ماہ اندرون ملک میں لگائے ہوئے پرانے احباب کا وقت اور خرچہ طے کر کے یہاں بھیجا جائے تاکہ ان کی نوعیت کے اعتبار سے اور تقاضوں کے اعتبار سے اس ملک میں کام کی جو نوعیت ہے پوری طرح سمجھا کر ان کو بھیجا جائے۔

نیز مقامی دعوت کا ماحول بننے کے لئے اور مساجد کی آبادی کے لئے مسجد والی جماعتیں ہر جگہ بنانے کی ضرورت ہے۔ جو فضائل کی تعلیم، اپنے محلے کا گشت، ہر ہفتہ دوسرے محلے کے گشت کے عنوان پر جماعت کی شکل میں دوسری مسجد میں جائے، تاکہ اس مسجد کی جماعت ان امور کے لئے بنائی جا سکے۔ اور ماہانہ تین دن کی عمومی جماعت لیکر اپنی مسجد

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے نکلنا، اپنے گھروں میں نماز تسبیح، تلاوت اور فضائل کی تعلیم پابندی سے کرنا اور اپنی ذات سے ان کاموں کو کرتے ہوئے اپنے محلے اور گاؤں کے سو فیصد ایمان والوں کو ان اعمال میں لگانا تاکہ ہر گھر سے چار چار ماہ باری باری نکلنے کا عام رواج زندہ ہو۔ نیز سال سال والی پیدل جماعتوں کی نصرت کے لئے پرانوں کو ان کے پاس پہونچنا ضروری ہے تاکہ ان کی ہمت افزائی کے ساتھ صحیح نہج پر پورے سال کام کر سکیں۔

ان سب امور کو ہر جگہ کے کام کرنے والے احباب کو سمجھانے کے لئے وعملی شکل وتشکیل کے وجود کے لئے ایک مختصر سی جماعت یہاں کے رفقار کے ساتھ مختلف علاقوں میں بھیجنا طے پایا ہے۔ اس سلسلہ کی فکر میں ۲۵ رجولائی کو دو ہفتہ کے لئے بہار و کلکتہ کی طرف میاں جی محراب صاحب و بھائی محمد یوسف صاحب کے ساتھ جماعت روانہ ہوئی ہے حق تعالیٰ سب تقاضوں کو خیر و عافیت کے ساتھ پورا ہونے کی غیب سے صورت پیدا فرمائے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت کو اپنا دین محبوب ہے اور دین کی خاطر قربانی دینا محبوب ہے۔ اور اسی کو حالاتِ عالم کے سدھرنے کا ہدایت کی دولت کے ملنے کا اور ان دونوں جہاں میں حقیقی کامیابی دینے کا حق تعالیٰ نے سببِ حقیقی قرار دیا ہے۔ اس لئے ہمت کے ساتھ دعوت کے تقاضوں میں آگے بڑھنے اور کھانے کمانے کو ضمن میں رکھنے (اور ضرورت ہی کا درجہ) دینے کی ضرورت ہے۔ اپنی کوشش و محنت میں لگتے ہوئے تنہائیوں میں آہ وزاری والی دعاؤں کی مقدار کو بڑھایا جائے۔ حق تعالیٰ ہر طرح کرم کا فضل کا نصرت کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔ فقط والسلام۔

منشی بشیر احمد، بقلم اخلاق احمد، مطابق یکم اگست ۱۹۸۵ء ؎

سہ ماہی جوڑ اور اس کی غرض وافادیت

علاقائی اور صوبائی یا عالمی اجتماعات کے ساتھ سہ ماہی جوڑ

؎ بشکریہ جناب حکیم شبیر احمد صاحب اعظمی۔

بھی کام کی تقویت کا ذریعہ ہیں۔ اسکے ذریعہ کام کرنے والوں کو نئی امنگوں اور حوصلوں کے ساتھ آگے قدم بڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ پچھلی کارکردگی سامنے آتی ہے اور آگے کے لئے محنت کی ترتیب بنتی ہے۔ حضرت مولانا کی حیات میں سہ ماہی جوڑ کے لئے یہ اصول اور طریقہ کار مرتب ہوا۔ اور ان ہی کے مطابق کام ہوتا رہا۔

۱۔ ہر حلقہ کے اندر جو اضلاع ہیں ان کے فکرمند کام کرنے والے ہر تین ماہ میں ایک بار چوبیس گھنٹہ کے لئے جڑا کریں۔ یہ جوڑ عمومی بالکل نہ ہو۔

۲۔ یہ جوڑ ضلع بدل بدل کر ہو۔

۳۔ نظام الدین میں جو ارادے اضلاع کے احباب کر کے آئے ہیں ان کی تنفیذ کی ترتیب سوچی جائے۔

۴۔ اس جوڑ میں پچھلے تین مہینہ کے کام کا جائزہ لیا جائے۔

۵۔ اگلے تین مہینے کی محنت کی ترتیب بنائی جائے۔

۶۔ ہر ضلع سے مسجد وار جماعتوں کے بنانے کی کارگزاری سنی جائے اور مزید مسجد وار جماعتیں بنانے کی ترتیب سوچی جائے۔ مسجد وار جماعت بنانے میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جس مسجد کی جماعت میں چند پرانے فکرمند احباب ہوں، وہاں روزانہ اس جماعت کو فکر پر جڑنے کو کہیں۔ البتہ جس مسجد کی جماعت میں بالکل نئے لوگ ہوں، وہاں روزانہ فکر پر جڑنے کے لئے نہ کہا جائے بلکہ اعمال کو اہتمام سے کرنے کی ترغیب دی جائے اور اعمال ہی پر جمانے کی فکر رکھی جائے۔

۷۔ جو احباب سال کے لئے یا سات چلے والے علماء یا بیرون کے لئے یا ۲ ماہ بنگلہ والی مسجد کی ترتیب پر وقت لگانے کے لئے تیار ہوں۔ ان سب احباب کو لے کر ضلع والے اس جوڑ میں آئیں۔

۸۔ چلے اور تین چلے کی جماعتیں اپنے اپنے ضلع ہی سے نکالی جائیں۔

۹۔ آئندہ کے لئے سال کی جماعتیں، بیرون کی تشکیلیں، دو ماہ کی ترتیب والے اور سات چلے کے لئے علماء کی تشکیل اور وصولیابی کے لئے اسی جوڑ میں پرانوں کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جماعتیں بنائی جائیں اور اسی جوڑ میں نظام بھی طے کیا جائے۔ عمومی کام کے ساتھ یہ کام کیا جائے۔

۱۰۔ بیرون کی تشکیل میں حضرت جی دامت برکاتہم کی ہدایات کا پورا خیال رکھا جائے

۱۱۔ کسی ضرورت کی بنا پر کسی ضلع میں کوئی جوڑ رکھنا ضروری ہو تو اس پر بھی اسی حلقہ کے جوڑ میں غور کیا جائے اور ضرورت کے پیش نظر طے کیا جائے۔ اضلاع والے اپنے طور پر کوئی جوڑ طے نہ کریں۔

۱۲۔ ہر جوڑ کی مختصر کارگزاری نظام الدین بھی بھیجی جائے۔

کارکنانِ ہند کے جوڑ اور ان کا آغاز

حضرت مولانا کے اسلوب دعوت اور طریقۂ کار کو جن لوگوں نے دیکھا اور سمجھا ہے وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ آپ کے زمانۂ امارت میں کام تمام تر وسعت اور پھیلاؤ کے باوجود اسی نہج اور طرز پر باقی رہا جو آپ کو ــــ مولانا محمد یوسف صاحب سے ورثہ اور ترکہ میں ملا تھا۔ اسی نہج اور طرز کو قائم رکھنے اور اسکو استحکام دینے کے لئے آپ نے جو دوررس فیصلے فرمائے اور اس کام کو منظم رکھنے کے لیے جو مختلف صورتیں اور متعدد شکلیں اختیار فرمائیں انہی میں ایک یہ "اجتماعِ کارکنان" بھی ہے۔ اس اجتماع کے ذریعہ آپ سال میں ایک مرتبہ پورے ملک کے کام کرنے والے اور وقت لگانے والے ذمہ دار احباب کو مرکز نظام الدین آنے کی دعوت دیکر ان کے تأثرات و احساسات سے براہ راست واقفیت حاصل کرتے۔ ان کے علاقوں میں ہونے والے کام کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر ان کو مشورے دیتے اور یہ آنے والے احباب بھی موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے علاقوں میں کام کی نسبت سے پیدا ہونے والی اونچ نیچ اور مشکلات و رکاوٹوں کو حضرت مولانا کے سامنے رکھ کر رہنمائی اور رہبری حاصل کرتے تھے۔

ان اجتماعات میں حضرت مولانا آخری دن جو بیانات فرماتے ان سے صاف طور پر یہ بات ظاہر ہو جاتی تھی کہ آپ کی توجہ جس قدر کام کو بڑھانے اور لوگوں تک اس دعوت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو پہونچانے پر ہے اتنی ہی فکر اور کوشش کام کرنے والوں کی ذاتی تربیت اور ان میں محامد و محاسن اور خصائل وصفات سے آراستہ ہونے پر بھی ہے۔

کارکنان ہند کے ان اجتماعات کا آغاز کب ہوا اور کن مقاصد کے لیے یہ شروع کیے گئے۔ اس کی پوری تفصیل جناب الحاج حبیب نصیر الدین صاحب کی مرسلہ یادداشت میں ملتی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

اپریل ۱۹۸۱ء (جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ) میں کولھاپور کے بعد آنند میں مشورہ کا جوڑ تھا۔ ایک طرف مشورہ اور دوسری طرف اجتماع چل رہا تھا۔ علی گڑھ کے ڈاکٹر خالد صاحب، امریکہ کے بھائی عبدالرقیب، بھائی لقمان، نیز بھائی سلیمان ممایا شریف بھائی اور کرنل امیرالدین صاحب بھی موجود تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹر خالد صاحب نے سب احباب کے سامنے یہ بات رکھی کہ حضرت والا سے کوئی وقت لے کر ہندوستان کے پرانوں کو تین روز کے لئے نظام الدین میں جوڑا جائے تاکہ ہر جگہ پر یہ دعوت والا عمل ایک ہی نہج اور ایک ہی طریقہ پر چلتا رہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر علاقہ والے اپنے اپنے لئے حسب منشاء جدا جدا طریقے اختیار کریں۔ ڈاکٹر خالد صاحب کے اس مشورہ پر متعدد احباب کے درمیان مذاکرہ ہوا۔ مرکز نظام الدین میں اور بھوپال کے سالانہ اجتماع میں بھی اس سلسلہ میں مشورہ کیا گیا جب ہر طرح سے اطمینان ہوگیا تو حضرت والا کے سامنے پوری تفصیل رکھ کر مشورہ کیا گیا اور آپ سے اجازت ملنے پر ۱۹۸۲ء میں پرانوں کا سب سے پہلا جوڑ مرکز نظام الدین میں رکھا گیا۔ اس سے کام کرنے والے احباب کو بہت فائدہ ہوا۔ اس کے بعد دوسرا جوڑ ۱۹۸۳ء میں گودھرا میں، اور تیسرا جوڑ ۱۹۸۴ء میں اڑیسہ کوٹ بہار میں اور چوتھا جوڑ ۱۹۸۵ء میں بنگلور میں رکھا گیا۔ پھر ۱۹۸۶ء میں کوئی جوڑ نہ ہو کر ۱۹۸۷ء سے اس کا سلسلہ سال بہ سال مرکز نظام الدین میں شروع کر دیا گیا۔ اور مجمع کی زیادتی کی وجہ سے چونکہ انتظامی امور بھی بہت زیادہ ہو جاتے تھے اس لئے شرکت کرنے والوں کی تعداد مقرر کر کے ہر علاقہ کیلئے کوٹہ مقرر کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود بھی مجمع ہر سال مقررہ تعداد سے زیادہ ہو جاتا ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک قدیم کارکن ۱۹۸۲ء میں ہونے والے جوڑ کے موقع پر حضرت مولانا کی افسردگیٔ مزاج اور گریہ وبکا کا ایک واقعہ اس طرح لکھتے ہیں:

"پہلے جوڑ کے موقعہ پر حضرت مولانا صحت وتندرستی کے اعتبار سے قوی وتوانا تھے اس لئے خوب چل پھر کر جائزہ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ شب میں بھی ساتھیوں کے احوال کا تفقد فرماتے تھے۔ ابھی جوڑ شروع ہوئے دوسرا ہی دن تھا کہ بھری مجلس میں دریافت فرمایا کہ بھائیو! جوڑ کیسا رہا؟ ساتھیوں نے جواب دیا کہ ماشاء اللہ بہت اچھا رہا۔ فرمایا کچھ کمی تو نہیں رہی؟ عرض کیا گیا، بظاہر تو کچھ کمی نہیں رہی۔ اس پر فرمایا کہ یہ پرانے رات کو سو رہے تھے۔ اٹھنے والوں کی کمی تھی۔ پھر فرمایا کہ رات کو اٹھ کر اللہ جل شانہٗ سے مانگنے کا اہتمام کریں۔ یہ فرماتے ہوئے آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور اسی حالت میں فرمایا کہ "میں اللہ کو کیا جواب دوں گا کہ انعام نے اپنے ساتھی سونے والے بنائے ہیں۔ یہ فرما کر خود بھی خوب روئے اور احباب کو بھی خوب رلایا۔"

مسجد وار جماعت کے امور

حضرت مولانا ہر جگہ کے رفقاء تبلیغ کو اس پر متوجہ فرماتے تھے کہ کسی گاؤں اور علاقہ کے مسلمان بے نمازی نہ رہیں اور اس طرح جم کر محنت کی جائے کہ امت کا عمومی رخ مسجد کی طرف ہو جائے اس کے لئے ہر مسجد سے جماعت نکالنے کا فیصلہ بہت اہم اور مؤثر ثابت ہوا۔ اس مسجد وار محنت کی وجہ سے اب ہر مسجد میں وہی کام ہونے لگا جو نظام الدین مرکز میں ہو رہا ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے جہاں پہلے ایک حلقہ سے ایک جماعت نکلتی تھی، وہاں اب ہر مسجد سے ہر ہفتہ ایک سہ روزہ جماعت یا کم از کم مہینہ میں دو سہ روزہ جماعتیں نکلنے لگی ہیں۔ حضرت مولانا کی بنائی ہوئی اس ترتیب سے ہر مسجد میں وہاں کی مسجد وار جماعت ایک متحرک اکائی بنتی جا رہی ہے۔

حضرت مولانا نے اپنی حیات میں مسجد وار جماعت کے جو امور طے فرمائے اس کیلئے جو طریقۂ کار وضع فرمایا اس کے متعلق دعوت وتبلیغ کے ایک ذمہ دار رکن اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

"نومبر ۱۹۹۴ء (جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ) میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نماز عشاء

نظام الدین میں مشورہ میں مسجد وار جماعت کے یہ امور متعین فرمائے۔
(۱) ہفتہ کے دو گشت۔ (۲) گھر اور مسجد کی روزانہ کی تعلیم۔ (۳) مہینہ کے تین یوم (۴) روزانہ ڈھائی گھنٹہ کی محنت۔ (۵) روزانہ مشورہ کے لئے بیٹھنا، یعنی محلہ میں پاکیزہ اعمال کو زندہ کرنے کی فکر لے کر بیٹھنا۔
ان پانچوں مجمل نمبرات و اشارات کی تفصیل دوسری مجلس میں جب حضرت مولانا کو لکھ کر پیش کی گئی۔ تو آپ نے اس کو ملاحظہ فرما کر اس کی تصویب و توثیق فرمائی۔
وہ تفصیل و تشریح اس طرح سے ہے۔

مسجد وار جماعت کے امور

۱: **ہفتہ کے دو گشت** :- ہر گشت سے نقد جماعت نکالنے کی کوشش اور دوسرے گشت کے ذریعہ شہر کی تمام مساجد میں مقامی جماعتیں بنا کر کام کو اٹھانے کی کوشش کی جائے

۲: **روزانہ مسجد اور گھر کی تعلیم** :- مسجد کی تعلیم کے علاوہ گھر میں روزانہ تعلیم ہو تاکہ اعمال کا شوق بڑھے اور پھر مستورات اپنے مردوں کے ذریعہ علماء سے مسائل پوچھ گھر کی ۲۴ گھنٹہ کی زندگی دین کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔

۳: **مہینہ کے تین دن** ہر ساتھی مہینہ میں تین دن پابندی کے ساتھ محلہ کے نئے ساتھیوں کو لے کر نکلنے کی کوشش کریں۔ سہ روزہ سے اپنی بستی کے مضافات کی ہر بستی کی تمام مساجد میں جماعتیں بنا کر کام اٹھانے کی کوشش کی جائے۔

۴: **روزانہ ۲½ گھنٹہ کی محنت** اعمالِ دعوت کو زندہ کرنے کی گھر گھر محنت کرتے ہوئے ان اعمال میں لگنا۔ ۲½ گھنٹے کم از کم ہیں زیادہ کے لئے بھی کہا جائے اور جو زیادہ دے اسے قبول کیا جائے، تاکہ مسجد ۲۴ گھنٹے مسجد نبوی کے نہج پر آباد رہے۔ جس میں ایمان کی دعوت، فضائل کے حلقے، جماعتوں کی بیرون ملک اور اندرون ملک روانگی اور آمد، علم و ذکر، آنے والوں کی تعلیم و تربیت اور مہمان نوازی سب شامل ہے۔ جو زیادہ نہ دے ڈھائی گھنٹہ دے اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

حقیر نہ سمجھا جائے، اس کی قدر کی جائے۔ ساتھیوں کا کھانا اور سونا گھروں میں ہو۔

۵ : روزانہ مشورہ کیلئے بیٹھنا

محلہ میں پاکیزہ اعمال کو زندہ کرنے کی فکر کے لیے بیٹھنا، سارے عالم میں دعوت، نماز، تلاوت، ذکر و دعا، عبادت اور حسن اخلاق کو سو فیصد زندہ کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ ہر مسلمان کی ۲۴ گھنٹے کی زندگی اللہ کے حکموں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر آجائے، فکر کے لئے یہ جڑنا ایسے وقت میں ہو جو سب کی سہولت کا ہو۔ پچھلے دن کی محنت کی کارگزاری سن لیں، آج کے دن کی محنت کا مشورہ کرلیں، یہ مشورہ زیادہ لمبا نہ ہو،

ایک موقعہ پر مسجد وار جماعت کے لئے جناب الحاج میاں جی محراب صاحب نے کچھ امور تحریر کر کے حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ان کو ملاحظہ فرماکر ان کی منظوری دی اور اس کی نقول مختلف علاقوں اور ملکوں کے مراکز کو بھیجنے کی ہدایت فرمائی۔ وہ امور یہ ہیں۔

ہر مسجد میں جماعت بنانا کہ وہ جماعت ایک گشت اپنے محلے میں کرے دوسرا پڑوس کے محلے میں کرے، روزانہ اپنی مسجد میں تعلیم کرے، اوروں کو ترغیب دے کر جوڑے۔ تین دن کے لیے آس پاس کی بستیوں میں جائے، گھروں میں تعلیم چالو کرے، نماز، ذکر۔ تلاوت، ان اعمال کے گھروں میں زندہ کرنے کی فکر کرے تاکہ ہمارے گھر ایمانی اعمال سے آباد ہوں۔

روزانہ ڈھائی گھنٹہ فارغ کر کے یہ ڈھائی گھنٹہ مسجد کی آبادی کیلئے دیں

(ہماری مسجدیں ۲۴ گھنٹے ایمانی اعمال سے آباد ہو رہی ہوں۔

(مسجد میں اگر اکیلے ہوں تو ذکر و تلاوت، نماز میں مشغول ہوں، اگر تین چار ہو جائیں تو تعلیم کا حلقہ لگائیں، کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کریں، کوئی جماعت ہو تو اس کی نصرت کریں۔ کسی کو جماعت میں نکالنا ہو تو اس سے ملاقات کریں، ملاقات کے ذریعہ نماز پر اور مقامی اعمال میں جڑنے پر تیار کریں۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشورہ کی اہمیت اور اس کے اصول و آداب

تھا اسی لیے تمام معاملات و مسائل شوریٰ میں رکھ کر طے کرنے کے قائل تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شوریٰ سے بالاتر ہو کر فیصلہ فرما دیا ہو یا آمرِ مطلق بن کر شوریٰ کی اہمیت و افادیت کا انکار کر دیا ہو، جس طرح اپنی ذات کو شوریٰ کے ساتھ مربوط رکھتے، اسی طرح چاہتے تھے کہ دنیا بھر کے کام کرنے والے مل جل کر مشورہ سے کام کرتے رہیں۔ اور انفرادیت و خود پسندی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ کر قدم بڑھاتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دنیا بھر کے مراکز تبلیغ میں شوریٰ کی جماعتیں قائم فرمائیں اور پھر اس مجلس شوریٰ میں بھی یہ نظم قائم فرمایا کہ اُس مجلس کا ہر فرد حروف تہجی کے اعتبار سے باری باری فیصل بنایا جائے۔ تاکہ سب کی استعداد اور صلاحیتوں میں اضافہ ہو اور وہ اتفاق و اتحاد نیز اجتماعیت و یک جہتی کے ساتھ دعوت والے اعمال میں مصروف و مشغول رہیں۔ ایک موقعہ پر اس شورائی نظام کی ضرورت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"کام اب خود اس کا متقاضی ہے کہ ہر ایک جگہ جماعت ہو جو کام کو سنبھالے مشورہ کی جماعت جب بناؤ تو اس میں سے امیر کا لفظ ہی نکال دو اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ امیر ایسا ہے کہ اس کا کوئی اختیار نہیں ہے، یہ صرف خادم ہے اور قوم کا خدمتگار ہے۔"

حضرت مولانا اپنے بتیس سالہ دورِ امارت میں جس نہج اور انداز سے شوریٰ کی اہمیت و افادیت دعوتی احباب کو سمجھاتے اور بتلاتے رہے اس کا ایک ہلکا سا نمونہ یہاں اس نیت سے پیش کیا جاتا ہے کہ تمام دعوتی احباب اس کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔ فرماتے ہیں:

مشورہ میں کسی کو اپنی رائے پر اصرار نہ ہو، کسی کو اپنی رائے پر یہ نہ ہو کہ یہ ہی ٹھیک ہے۔ بلکہ اپنی رائے پیش کر دے پھر جو فیصلہ ہو جائے اس کے اوپر خوش دلی کے ساتھ قدم اٹھائے، رائے کے اندر اختلاف ہونا تو فطری چیز ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ ہر ایک کی سمجھ الگ الگ ہے کسی کی تھوڑی سمجھ ہے کسی کی بڑی سمجھ ہے، کسی کی بہت اونچی سمجھ ہے، ہر ایک اپنی سمجھ کے مطابق رائے دیتا ہے۔ سب کی رائے آنے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سب پہلو کھلتے ہیں تو اس سے بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اس لیے ہر ایک کی رائے کا معلوم ہونا یہ بہت اہم ہے۔ پھر جو فیصلہ ہو جائے اس کے اوپر خوش دلی سے قدم اٹھانا چاہیے۔ اور اپنی رائے کے اوپر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ضد نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر اس فیصلہ پر طبیعت نہیں مانتی تو اپنی طبیعت کو سمجھانے کی کوشش کرے اور اس کے خلاف نہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس شوریٰ بنائی تھی، خلافت کے طے کرنے کیلئے اور اس میں فرمایا کہ یہ چار دوست جس بات میں ایک طرف ہو جائیں۔ اس کو مان لیجاوے اور اس پر فیصلہ کر دیا جاوے اور جو بات کے خلاف کرے اس کی گردن اڑا دو چاہے جون سا شخص ہو۔ فیصلہ ہونے کے بعد پھر اس کے خلاف کرنا یہ قابل گردن زدنی ہے۔"

• ایک موقع پر اختلاف اور خلاف کے باہمی فرق اور حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے درمیان ہونے والے اختلافِ رائے کو اس طرح بیان فرمایا:

میرے عزیزو! دوستو، بزرگو، ہم اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے، اپنی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے، اللہ کے فضل کی امید رکھتے ہوئے کوشش کرتے رہیں اور چلتے رہیں اور خدا سے مانگتے رہیں، اور خدا سے ڈرتے رہیں کہ وہ ہمیں اس کام سے محروم نہ کرے آپس میں جڑ مل کر ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ پر خوشی سے قدم اٹھاتے ہوئے چلتے رہیں گے تو انشاء اللہ گاڑی چلتی رہے گی اور اگر اختلاف ہوا تو اختلاف کوئی بری چیز نہیں، لیکن خلاف بری چیز ہے۔ فیصلہ ہونے کے بعد اس کے خلاف کرنا یہ بہت بری چیز ہے۔ "الخلاف اشد" خلاف بہت سخت چیز ہے، خلاف نہیں کرنا چاہیے، جو فیصلہ ہو جائے چاہے اپنی رائے کے جتنا خلاف ہو لیکن اس کو خوش دلی سے مان لینا چاہیے، اس پر جمنا چاہیے۔ اور اس کے اوپر قدم اٹھانا چاہیے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خوب اختلاف ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے یوں ارشاد فرمایا کہ صرف میرے خلاف کی وجہ سے تم نے یہ بات کہی ہے، مادرِ ت اِلاَّ خِلاَ فِی ، کہ تمہارا مقصد ہی میرے خلاف کرنا ہے۔ یہاں تک نوبت آجاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اللہ جل شانہ وعم نوالہٗ نے ان میں آپس میں ایسا جوڑ رکھا تھا اور ایسی محبت رکھی تھی کہ اس خلاف سے اور اختلاف سے کوئی بار نہیں آتا تھا۔ اور کوئی اسکے اندر کمی نہیں آتی تھی۔ مشورہ کے اندر خوب کھل کر رائے دو۔ جو فیصلہ ہو جاوے، اس کے اوپر سب جم جاویں۔ مشورہ میں کسی کی رائے کے خلاف ہوگا اور کسی کے موافق، تو موافق والا ڈرتا رہے اس بات سے کہ میری رائے کے اندر بے برکتی نہ آجائے اور جس کی رائے کے خلاف ہوا وہ اس پر خوش ہوتا رہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری نفسانیت سے یہ بات محفوظ ہو گئی۔ دونوں کو اپنے آپ کو اس کا پابند بنانا چاہیے۔ اللہ جل شانہٗ صحیح نہج پر جمنے اور صحیح نہج پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔"

ایک مرتبہ کولمبو (سری لنکا) میں مشورہ والی جماعت کو بڑی تفصیل کے ساتھ مشورہ کے آداب اور مختلف پہلو اس طرح سمجھائے:

"کام کرنے والا اپنے جذبات کو قربان کرتا ہے اور مشورے کے تابع رہے تو چلتا رہے گا۔ ورنہ خطرہ ہے کہ ہٹ جائے گا۔ دین کے بارے میں دبنے سے دروازے کھلتے ہیں۔ ایسے موقع پر نفس یوں کہتا ہے کہ ناک نیچی ہو گئی، حالانکہ جو دبتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ بلند کرتے ہیں اس کو کوئی نیچا نہیں کر سکتا۔ دین کے کام کرنے والے کو اپنے کو چھوٹا بنانا اور نفس کو دبانا اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا ضروری ہے۔ سب کام کرنے والے مشورہ میں خیر جانیں، چاہے ظاہر میں دشوار و ناممکن ہو لیکن کھلے دل سے مشورے کے مطابق کام میں لگ جائیں۔ مشورہ کرنے پر اللہ تعالیٰ راہ دکھاتے ہیں۔ نامراد و خائب و خاسر نہیں کرتے مشورے سے جو کام کیا جائے اس میں پشیمانی نہیں ہوتی۔ مشورہ میں سب احباب امانتداری سے مشورہ دیدیں۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ آنکھ دیکھ کر مشورہ نہ دے۔ امیر سب کی رائے لے کر دیانتداری کے ساتھ فیصلہ کرے اور سب کھلے دماغ سے مانیں۔ امیر کی بات

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماننے کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کا ماننا جانو من اطاع الامیر فقد اطاعنی.
امیر کے مشورے کے ماتحت چلو اور اپنے جذبات کو کچلو۔ امیر بھی انسان ہے۔ اس سے غلطی ہو سکتی ہے۔ من رائی من امیرہ شیئا یکرہ فلیصبر۔ اور اس وقت خدا کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شر میں سے خیر نکال سکتا ہے۔ راستہ آسان ہے لیکن اگر غلط آجائے یا راحت پسندی آجائے تو پھر مشکل ہے۔ اپنے آپ کو مشورے کے مطابق رکھنا ہے، اجتماعیت اور بندھن رہے، توڑ نہ ہو۔ ہمارا کام یہ ہے کہ مان کر چلیں۔ اگر ہر ایک اپنے اپنے ماوجب کو لے کر چلے تو جوڑ ہوگا۔ اگر امیر یوں کہے کہ اس نے میری نہیں مانی، اور مامور یوں کہے کہ مجھے نہیں پوچھا، تو یہیں سے افتراق اور توڑ ہو جائے گا۔ امیر کا حق مامور پر ہے اور مامور کا حق امیر پر ہے۔ اگر ہر شخص اپنے اپنے حق کو ادا کرے اور دوسرے کے ذمہ جو حق ہے اس کو معاف کر دے تو جوڑ ہوگا اور اگر اس کا برعکس ہو کہ اپنا حق وصول کرنے کی تو بات کرے اور دوسرے کا حق ادا نہ کرے تو توڑ ہوگا۔" [1]

• ایک موقعہ پر مشورہ میں اختلاف رائے کی وجہ بتلاتے ہوئے فرمایا:
"ایک استشارہ ہے اور ایک استخارہ ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ غرض سب کام کرنے والوں کی ایک ہی ہے لیکن اختلاف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وجوہ مختلف ہوتی ہیں کسی کے سامنے کوئی وجہ ہے اور کسی کے سامنے کوئی وجہ ہے۔ اس لئے اپنی رائے کو ایسا پاک نہ سمجھو کہ وہ وحی ہے، تالیفِ قلب اور کام کے تقاضے۔ ان دونوں کے درمیان ہم کو چلنا ہے۔"

• ۱۰ رجب ۱۳۹۱ھ ۱ کیم ستمبر ۱۹۷۱ء میں مشورہ والے احباب جمع تھے، تو ان کو مخاطب کرتے ہوئے مشورہ اور تالیف قلب کے متعلق یہ دو باتیں ارشاد فرمائیں۔
"مشورہ میں جو ذمہ داری دیدی گئی ہے اس کو پورا کرنا چاہئے۔ اب آدمی

---

[1] ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۷ء میں کولمبو "سری لنکا" میں مشورہ کے موقعہ پر۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے کو کمزور ہی سمجھے تو جو طاقت ہے وہ بھی نکل جائے گی۔ ہاں آدمی کمزور ہو اور اپنی طاقت کے بقدر کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔

تالیفِ قلب بھی ایک چیز ہے۔ اس کی بھی ایک حیثیت ہے۔ ہم تالیفِ قلب کے اس حد تک مامور ہیں کہ کوئی منکر نہ ہو۔ اور حدودِ شریعت کے اندر رہتے ہوئے ہم تالیفِ قلب کے کرنے والے بنیں۔

مشورہ میں جو فیصل ہو وہ خدائے پاک کا دھیان کرتے ہوئے فیصلہ کرے کیونکہ جو شخص فیصلہ کرنے والا بنا دیا گیا وہ تو گویا چھری سے ذبح کرنے کے قابل بنا دیا گیا۔

- ایک مرتبہ رائے ونڈ (پاکستان) میں وہاں کے خواص مقیمین کو مشورہ اور آدابِ مشورہ کے بارے میں اس طرح ہدایات ارشاد فرمائیں۔

M-Imp (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ماخاب من استخار وماندم من استشار۔ جو آدمی استخارہ کرتا ہے وہ نامراد نہیں ہوتا۔ اور جو مشورہ کرتا ہے، وہ نادم نہیں ہوتا۔)

اس لئے مشورہ بہت اہم چیز ہے۔ سارے مل کر بیٹھیں، رائے ملائیں، حق تعالیٰ سیدھی راہ مرحمت فرما دیتے ہیں۔ مشورہ میں اہتمام سے بیٹھیں۔ کسی کی رائے کو کاٹنا یا طعنہ دینا یا کسی کی تحقیر کرنا نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی کی رائے پر ہنسنا ہے۔ اللہ پاک ہمیں مشورہ کرنے کی اور اس کے آداب کے رعایت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اپنی رائے پر اَڑنے، ہٹ کرنے، جمنے سے محفوظ فرمائے۔ خیر اللہ پاک کی طرف سے آتی ہے۔ ہمیں اہتمام سے مشورہ کرنا ہے، آداب کو ملحوظ رکھنا ہے۔ پھر اخلاص کے ساتھ اپنی رائے کو بیان کر دینا ہے۔

M-Imp

(جو فیصلہ ہو جائے اس پر مطمئن ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ تم دونوں اگر کسی بات پر جمع ہو جاؤ گے تو میں اس کے خلاف نہیں کرونگا۔)

اپنی رائے اگر قبول ہو جائے تو ڈرے اور اگر قبول نہ ہو تو اللہ پاک کا شکر ادا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرے، دونوں حالتوں میں شکر ادا کیا جائے۔ اللہ جل شانہ ہمیں شریعت کے تمام... اصولوں پر کاربند ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ ہمارے ذمہ کوشش اور فکر کرنا ہے ہماری رائے کسی غرض کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اللہ کے دین کو اور دینی مصلحت کو سامنے رکھ کر رائے دیویں)۔ اللہ جل شانہ ان آداب سے مؤدب فرمائے۔ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ ہر کام میں اپنی ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ مشورہ میں بھی اپنی رائے پر اصرار کرتا ہے، منہ پر ڈالتا ہے، دوسرے کی تحقیر پہ ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مراشد امور کی ہدایت نصیب فرماویں اور صحیح راستہ پر چلنے والا بنا دیں۔ آمین۔

حضرت مولانا کی نگاہ میں اس دعوت کے مزاج اور اسلوب میں یہ بات داخل ہے کہ اللہ کے راستہ میں نکلنے والے لوگ مشورہ اور کام کی ضرورت کے اعتبار سے اپنی جان اور اپنا مال خرچ کرنے والے بنیں۔

چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ دعوت والی محنت اپنے وجود، اہمیت اور فضیلت کے اعتبار سے بہت اونچی محنت ہے اس کو کرتے ہوئے اس کے نہج اور اسلوب کی بھی ___ حفاظت کرنی ہے تاکہ اس میں لگنے والے بھی اور عام مسلمان بھی پوری طرح مستفید ہو رہے ہوں اس محنت کے بہت سے اصول و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے لیے اللہ کی راہ میں نکلنے والے مشورہ اور کام کی ضرورت کے اعتبار سے جان و مال کو خرچ کر رہے ہوں جیسے اسلام کا مزاج ہے کہ مسلمان اپنے کو اللہ اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دے، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری تابعداری کا ثبوت دے، ایسے ہی اس دعوت والے کام کا بھی یہی مزاج ہے کہ کام کرنے والے اپنے کو اس کام کے حوالے اور سپرد کر دیں اور پھر یہ کام جہاں کی ضرورت کا تقاضا کرے وہاں چلے جاویں۔ اللہ پاک کام کرنے والوں میں اس کی والی صفات کو زندہ فرما کر ان سے پوری امت کے لیے استفادہ کی صورت پیدا فرمائیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کے پاس سے ۹ر جون ۸۰ء کو یہاں آنے والے احباب ضرور تشریف لادیں، البتہ ان کا یہ ذہن بنا کر بھیجیں کہ جہاں ضرورت ہو وہاں کے لیے اپنی جان ومال کے خرچ کے ساتھ تیار رہیں کہ ہمارے یہاں یہی اصل ہے — اللہ پاک آسان فرمائیں"۔[1]

تبلیغی مراکز میں دعوتی فکر پر زور

دعوت وتبلیغ کے ذریعہ ہونے والی اس عالمی محنت کا ظاہری نقشہ اور طریقۂ کار یہ ہے کہ ملکوں اور علاقوں میں جا بجا مراکز قائم ہیں جن کو تبلیغی مرکز کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے اور جہاں مرکز نہیں ہیں وہاں یہ کام مقامی مساجد کے ذریعہ ہوتا ہے ہر مرکز میں پرانے اور دینی مزاج رکھنے والوں کی ایک مختصر سی جماعت ہوتی ہے جس کو "شوریٰ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی شوریٰ والے اپنے علاقہ کے کام کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور اتفاق رائے سے فیصلہ کرتے ہیں۔ کوئی اہم غیر معمولی مسئلہ ہو یا کسی معاملہ میں اتفاق رائے نہ ہوتا ہو، تو مرکز نظام الدین سے رجوع کرتے ہیں۔ حضرت مولانا نے ایسے مواقع پر بارہا خطوط کے ذریعہ تفصیلی ہدایات ارسال فرمائیں۔ کبھی احوال یا مقام کی نزاکت کے پیش نظر منتخب و تجربہ کار افراد کو بھی بھیج دیا تاکہ وہ تمام پہلوؤں سے واقف ہو کر صحیح اور مناسب فیصلہ کردیں اس طرح گویا دنیا بھر کے مراکز تبلیغ، مرکز نظام الدین سے وابستہ اور مربوط رہتے ہیں۔

حضرت مولانا کے دل ودماغ میں مرکز نظام الدین کی دعوتی حیثیت وشناخت کا جس قدر فکر واہتمام تھا، اسی قدر اُس مرکز کی بھی حفاظت کا فکر واہتمام تھا، جو دنیا کے آخری ملک میں قائم اور انتہائی سرے پر موجود ہے — اس فکر واہتمام کی خدا معلوم کتنی شاخیں اور کتنی لائنیں حضرت مولانا کے دل ودماغ میں رہتی تھیں۔

مثلاً مراکز تبلیغ میں مالیات کا بیجا استعمال نہ ہو، وہاں اسراف اور فضول خرچی

---

[1] مکتوب بنام جناب بھائی سعید الدین صاحب نور محل بھوپال۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ ہو، غیر ضروری تعمیرات نہ ہوں اور جس قدر ضروری ہوں وہ اصحاب مشورہ سے رائے اور مرکز نظام الدین سے استصواب کے بغیر نہ ہوں۔ کام کرنے والوں میں کسی قسم کا خلفشار اور انتشار نہ ہو اور کسی بھی قسم کی سیاست کا وہاں کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اسباب ظاہریہ کے نقشوں میں وسعت نہ ہو بلکہ ہر چیز بقدر ضرورت ہو اور پھر ضرورتیں بھی بہت محدود ہوں، اغراض والوں کی آمیزش اخلاص والوں کے ساتھ نہ ہو۔ معاملات ٹھیک ہوں، معاشرت صحیح ہو۔ سب کے اخلاق اخلاقِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ اور عکس ہوں، ظاہر کی درستی کے ساتھ اپنے باطن کی اصلاح اور اجتماعی اعمال کے ساتھ اپنے انفرادی اعمال پر بھی زور ہو، یکسوئی ہو، اخلاص ہو، اور کام کی لگن، فکر اور کڑھن ہو انانیت، کبر، خود پسندی نہ ہو، کسی کو بڑھانا اور کسی کو گھٹانا نہ ہو، عجب وریا اور خود نمائی سے پوری پوری احتیاط ہو، کام کرنے والے احباب اپنی ذات پر مطمئن اور بے نیاز ہو کر نہ بیٹھ رہے ہوں بلکہ قربانیوں میں اور اعمال میں برابر آگے بڑھ رہے ہوں کام چھ نمبر کے دائرہ میں ہو رہا ہو، اس میں کوئی آمیزش اور ملاوٹ نہ ہو رہی ہو۔ اصحاب ثروت اپنے مال و دولت کے بل بوتے اور اعیان حکومت اپنی سیاست کی بنیاد پر اس میں کوئی نقب زنی نہ کر رہے ہوں۔ مرکز دہلی میں رہتے ہوئے آپ اِن تمام جہتوں اور لائنوں سے دنیا بھر کے تمام مراکز دعوت و تبلیغ کی مسلسل نگہداشت و نگرانی فرماتے رہتے تھے اور جب ملک و بیرون ملک کے مراکز تبلیغ میں (جس کا سلسلہ پورے سال ہی چلتا رہتا تھا) تشریف لے جاتے تو بڑے اہتمام سے وہاں کے خواص سے ملاقات فرماتے۔ اہل شوریٰ کو جمع کر کے ان ہی مذکورہ خطوط پر بڑی جامع اور مؤثر ہدایات دیتے۔ کسی شخص سے متعلق کوئی غیر معمولی بات یا کوئی بے اصولی اور بے عنوانی معلوم ہوتی تو تنہائی میں بلا کر اس کو نصیحت و فہمائش فرماتے، یا خطاب عام کے ذریعہ اس کی اصلاح فرماتے۔

حضرت مولانا کی طبیعت و ہمت جب تک معمول کے مطابق رہی پابندی کے ساتھ مرکز نظام الدین کے تمام مقیمین اور مدرسہ کاشف العلوم کے اساتذہ وطلبہ کو مہینہ میں ایک مرتبہ بڑے اہتمام کے ساتھ افہام و تفہیم فرماتے تھے۔ یہ مجلس گو مقیمین مرکز اور طلبا کاشف العلوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتے تھے اسلئے   آئے   جو باہر سے کرتے تھے وہ تمام خواص بھی شرکت لیکن تھی ہوتی کیلئے بات سب کو پہونچتی ۔ اور تمام مراکز کے ذمہ دار اس سے نفع اور فائدہ اٹھاتے تھے ۔
یہاں عمومی نفع اور فائدہ کے لئے ایسی ہی چند مجلسوں کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں ۔ ان ارشادات وفرمودات سے جس طرح دعوتی کام کی نزاکتیں سامنے آتی ہیں اسی طرح مرکز نظام الدین کی چہار دیواری کی قدر وقیمت اور اس میں کسی بھی ہونے والی بے اصولی و بے عنوانی پر غیبی پکڑ اور جزاء وسزا کے بھی واضح اشارات ملتے ہیں ۔ اعاذنا اللہ منہ

• ایک مرتبہ کی مجلس میں اپنے جذبات پر قابو رکھنے، لوگوں کی کڑوی کسیلی جھیلنے اور اپنے اندر تواضع وعاجزی پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا ۔

" اگر ہم جیسے نکموں سے یہ کام بگڑا تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے ۔ صرف جھیلنا ہے اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا ہے اگر جذبات میں رہے یا دوسرے کی نہ جھیلی تو بیڑا غرق ہو جائے گا ۔ خدا نے ستاری کر رکھی ہے اگر ظاہر فرمادیں تو دنیا و آخرت میں کہیں ٹھکانا نہ رہے ۔ بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں کا بگڑا ہوا پھر اس کا کہیں ٹھکانا نہیں ، اپنے بارے میں فیصلے کرو کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھ کر چھوٹا بن کر رہنا ہے ہماری نسبت اور قابلیت کچھ نہیں ہے جو اپنے کو قابل جانتا ہے وہ اس کے ناقابل ہونے کی دلیل ہے اللہ ہر ایک کے دل اور سینے کو دیکھتا ہے ، عملی کوتاہی بہت دور تک معاف ہو جاتی ہے لیکن قلبی چھوٹی سی کوتاہی کو پکڑ لیتے ہیں ۔ حدیث پاک میں وان زنی وان سرق میں عملی کمزوری پر معافی بتلائی ہے ، لیکن دل کے بارے میں ذرا سے کبر والے کو جنت میں نہ جانا فرمایا ہے ۔ اگر انسان اپنی نگاہ میں بڑا بن جائے تو دوسروں کی نگاہ میں چھوٹا بنجاتا ہے ۔ مجھے اس بات کا درد ہے کہ ہمارے یہاں کے رہنے والے ساتھی اپنے آپ کو محتاج نہیں جانتے ۔ یہ بڑے خطرے کی بات ہے ۔ مستغنی بن جانا اور اپنے اوپر مطمئن ہو جانا ، یہ خطرے کی گھنٹی ہے ۔ اپنی ذات کے مٹانے کی کوشش ہر شخص کے لئے ضروری ہے ۔ اگر ہم صحیح دستور پر رہے تو خدا بھی دستور پر رہے گا اور اگر ہماری طرف سے کوئی بے عنوانی ہوئی تو اللہ بھی دستور بدل دیں گے اور اگر غور کرو گے تو سارا معاملہ نیت پر آکر ٹھہر جائے گا ۔ "

toobaa-elibrary.blogspot.com

• مرکز نظام الدین کی عالمی حیثیت یہاں کے مقیمین وخواص کی امتیازی نوعیت اور پھراس حیثیت اور نوعیت سے پیدا ہونے والے انتہائی لطیف وباریک اثرات وثمرات کو ایک مرتبہ بڑے مضبوط لب ولہجہ میں اس طرح بیان فرمایا۔

"اللہ نے اپنے فضل وکرم سے کام کی یہ ایک صورت ظاہر فرمائی ہے جس کے اثرات دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ یہ کام اس جگہ سے چل رہا ہے اور یہ کام کا قلب ہے۔ اس جگہ کو آ آکر سب دیکھتے ہیں اور جس نے نہیں دیکھا وہ دیکھنے کی تمنا کرتا ہے۔ اور ہم بھی دعوت دیتے ہیں کہ آؤ مرکز دیکھو۔ اگر مرکز صحیح چل رہا ہے تو پورے عالم میں کام صحیح چلے گا۔ ذوات واشخاص کی طرف ہماری دعوت نہیں ہے بلکہ کام کی طرف دعوت ہے۔ ساری دنیا والے اس کام میں اس جگہ کو قلب جانتے ہیں اور تم لوگ بھی اس جگہ میں قلب کا درجہ رکھتے ہو، تمہاری خوبیاں یا عکس وہ سب آنے والے دیکھتے ہیں۔ جن چیزوں کی طرف دعوت دے کر بلایا جا رہا ہے وہ چیزیں آنے والا یہاں خود دیکھے تو اس کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنکھ والا تو خود دیکھ لیتا ہے۔ ظاہری الفاظ اور صورت کا لوگ اتنا اثر نہیں لیتے جتنا آنکھوں دیکھی کا اثر لیتے ہیں۔ ہمارا سدھار یا بگاڑ صرف ہماری ذاتوں سے متعلق نہیں، بلکہ پورے عالم سے متعلق ہے۔ لہذا ذمہ داری بہت آتی ہے (اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ مقتداء کے لئے بعض مرتبہ جائز چیزیں کرنا بھی مناسب نہیں ہوتا مقتداء کو عموم کو دیکھ کر زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ اگر اپنی نفسیات شخصیات ذاتیات کو دیکھے گا تو یہیں سے بگاڑ شروع ہو جائے گا۔ اور پھر دنیا صرف ہم کو نالائق کہے گی۔ لیکن اگر ہماری نالائقی کے ساتھ ساتھ کام پر کوئی حرف آیا تو یہ زیادہ خطرناک ہے۔ حبِ جاہ صرف کرسی پر بیٹھنا ہی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ میری بات اور میری رائے چلی یا نہیں چلی اور میری بات کو کون کتنا مانتا ہے۔ یہ حبِ جاہ سب سے آخر میں نکلتی ہے اور اس کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں اور اس کے نکلنے کے بعد ہی فنائیت شروع ہو جاتی ہے۔ اپنائیت نکل کر خدا کی ذات کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے بس اسی کا نام نسبت ہے۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آخری دم تک اس حب جاہ سے نجات مل جائے تو کامیاب ہے۔ سارے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد اگر اپنے اوپر اطمینان ہو گیا تو قدم پھسل جائیں گے۔ بس خاتمے کا اعتبار ہے (حضرت امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا ہے کہ ایمان کا معاملہ آخر میں ہوتا ہے چاہے ساری زندگی اچھی گذری ہو۔ اور بعض بے عنوانیوں پر آخر میں ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔ لہذا موت سے پہلے اطمینان نہیں کرنا چاہیئے)

• ایک مرتبہ مرکز نظام الدین کی عالمی اور بین الاقوامی حیثیت اور اس چہار دیواری میں ہونے والی کسی بھی بے اصولی کی خطرناکی کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا۔

"ہمارے یہاں عالمی نوعیت ہے۔ اگر اپنی ذات کو قربان کیا تو عالمی ثواب ہے اور اگر صرف اپنی ذات کی وجہ سے کام پر اثر پڑا تو پھر عالمی وبال ہے۔ یہاں ہر آنے والا دیکھتے ہی جان لے کہ یہ کام ہے۔ تبلیغ، تدریس مطبخ میں کھانا پکانے والے سب کے سمجھنے کی یہ بات ہے کہ ہم سب ایک ہی مشین کے پرزے ہیں۔ یہ سب آپس میں جڑیں تو چل سکتے ہیں۔ الگ الگ ہوں گے تو نہیں چل سکیں گے اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ تعلق یا ذاتی نسبت نہیں ہے۔ اس کے بنائے ہوئے قوانین وضوابط پر چلنا یہی نسبت ہے عبدیت کی لائن پر اگر چلیں گے تو اللہ بھی کہے گا کہ یہ میرا بندہ ہے۔

وہ عالِم ما فی الصدور ہے۔ اگر ہم یہ ٹھان لیں کہ ہماری ذات کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ کام کی نسبت پر ہم یہاں ہیں تو یہ نیت ہم کو اللہ کے یہاں سے بہت کچھ دلوائے گی۔ یہاں کا رہنا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے: اگر ملے گا تو بہت زیادہ ملے گا اور اگر پکڑ ہو گی تو بہت زیادہ ہو گی۔ ہر بات دو رخی ہے، ایک رخی نہیں ہے۔ دلوانے والی بھی ہے اور پکڑوانے والی بھی ہے۔ ہمیں اپنے بارے میں بہت ڈرتے رہنا چاہیئے، دل میں بٹھا لو کہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے کسی مخلوق کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے۔ بے نیاز ہے۔ جس کو جب چاہے دھکا دیدے۔ ولا یغرنکم باللہ الغرور، اللہ کو کسی کی حاجت نہیں، پڑھنے پڑھانے والے، کھانا پکانے والے، انتظام و تبلیغ والے سب مسجد کے کام میں شریک ہوں، یہی اصل کام ہے۔ اللہ ہمیں اُن بدبختوں میں نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمائے کہ جن سے دین میں نفع کے بجائے نقصان پہونچے۔

ایک مرتبہ مرکز نظام الدین کی سالمیت اور اس کی چہار دیواری میں اجتماعیت کی اہمیت پر بھرپور انداز سے زور ڈالتے ہوئے فرمایا !

" ہمارے یہاں ایک کام ہو رہا ہے اور وہ انفرادی اور شخصی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ہے اور اجتماعی و انفرادی کاموں میں بہت فرق ہے۔ اجتماعی کام کا فائدہ اجتماعی طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اور انفرادی کام میں اپنا فائدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ میں سہارنپور حضرت شیخ کے یہاں گیا تھا۔ وہاں پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مواعظ سنائے جارہے تھے۔ ادہو ! ایسے ایسے حالات کہ لوگ اس میں محو ہو جائیں۔ علی میاں بھی تھے۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی بعید بات نہیں ہے۔ انفرادی کام کرنے والوں کو یہ احوال آنے ہی چاہئیں۔ لیکن اجتماعی کام الگ ـــ نوعیت رکھتے ہیں۔ مجھ پر تو ایک زمانہ میں صوفیاء کے احوال اور اس کام کے احوال بہت کھلے اس لئے مجھے تو کوئی اشکال نہیں رہا۔

ہماری فکر اجتماعی ہو اور ہم اپنے آپ کو جوڑ رہے ہوں اور قربانی دے رہے ہوں۔ جو جتنا قربان ہوتا جائے گا۔ اس کا اتنا ہی بیڑا پار ہو گا۔ اور اگر اجتماعی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈالکر شخصی بات کو دیکھتا رہا تو ہو سکتا ہے خدا کے یہاں اس کی پوچھ ہو جائے اور اگر بھائی یہاں رہتے ہوئے کسی کے بس کی اجتماعی زندگی نہ ہو تو پھر انفرادی زندگی کہیں اور جا کر گذاریں۔ ورنہ یہ خیانت کی بات ہے۔ یہاں بڑے بڑے تاجر دیکھنے آتے ہیں۔ ایک تاجر کی میرے پاس روایت پہونچی ہے کہ ہم تو خوب پرکھتے ہیں تو یہاں لوگ ایسے ہی نہیں آجاتے آنکھوں پر پٹی باندھ کر، بلکہ پرکھتے ہیں اور خوب پرکھتے ہیں۔

بھائی اللہ نے ایک کام دے رکھا ہے۔ اس کے حقوق بھی ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ ہم ذرا ذرا سی باتوں میں اجتماعیت کو کھو دیتے ہیں اجتماعیت کا بڑا خیال رکھنا چاہئے۔ بس مَیں نکل جائے تو سب آسان ہو جائے۔ نہیں تو سب بیکار ہے۔ اور جو شخص مَیں پر آجائے تو مَیں کے گلے پر چھری ـــ اور یہ چھری اللہ کی طرف سے چلتی ہے۔ تکبر والا جنت میں نہیں جائے گا۔ جب تک کہ میں پر چھری نہ چل جائے۔ اور اگر مَیں مَیں کرتا رہا تو بکرا

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی میں کرتا ہے۔ اور اس پر چھری چلتی رہتی ہے۔

ایک مجلس میں فرمائے جانے والے ذیل کے یہ چند جملے عبرت و موعظت اور نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے بہت کافی ہیں۔ فرمایا:

"یہاں والوں کو اجتماعی فکر اور اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ بعض وقت اللہ تعالیٰ مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہیں پھر رونا ہے کہ کیا ہوا۔ ہمارے اجتماعی کام میں جو جتنا جڑے گا اور جتنی اونچی ذمہ داریوں کو اوڑھے گا اتنی ہی اس کی ترقی ہو گی۔ اور جو ہٹے گا اور یکسو ہوتا جائے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو مکھی کی طرح نکال دیں اور یہ اپنے منہ میاں مٹھو تعریف کرتا رہ جائے۔ خدا اسکو وہیں سے گرائے گا۔ چاہے جون سا مقام حاصل کر لیا ہو، خدا کے یہاں ظاہر کو نہیں دیکھا بلکہ اندر کو دیکھا جاتا ہے۔ چاہے ظاہر میں مبلغ اور داعی بنا رہے"۔

ایک مرتبہ پاکستان کا سفر درپیش تھا۔ روانگی سے تھوڑی دیر قبل مقیمین مرکز کو جمع فرما کر سنت پر عمل اور اس کی تاکید و اہتمام پر درج ذیل کلمات فرمائے۔

"دیکھو، اللہ کا کسی کے ساتھ نسب نہیں ہے۔ اللہ کے یہاں قیمت ہے قربان ہونے اور نثار ہونے کی، اور وہ بھی ایسے نہیں کہ جس طرح چاہے کرے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہو۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ بڑی سے بڑی چیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ والی چھوٹی چیز کے مقابلہ میں بھی کچھ نہیں ہے۔ شیخ شرف الدین اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو چیز نہیں تھی اور اب ہے تو وہ نور نہیں ظلمت ہے۔ انھوں نے اس کی مثالیں بھی دی ہیں۔ مگر میں ڈر کے مارے نہیں کہتا کہ پتہ نہیں، لوگ کیا کہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر جو جتنا قربان ہو گا اس کو اتنا ملے گا کہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ آج ہماری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ہم دیکھنے کو تیار نہیں ہیں۔

میرے عزیزو اور دوستو، یہ دعوت جو دی جا رہی ہے یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

لہ ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ ۲۰ر اگست ۱۹۶۷ء میں سری لنکا روانہ ہونے سے قبل اساتذہ و طلباء و مقیمین مرکز سے خطاب

کے طریقوں پر ڈالنے کے لئے خدا کے ساتھ کا معاملہ ہے وہاں ہم اپنی عیاری اور چالبازی سے کام نہیں نکال سکتے ، ہم اگر اپنے بارے میں متفکر رہیں اور اپنے بارے میں ... چھان بین کرتے رہیں تو اگر موت تک بھی خدائے پاک ہدایت پر ڈالدے تو کامیاب ہیں۔[1]

• ایک دوسری مجلس میں نفس کی سرکشی دانانیت ، عجب ، خودپسندی اور اپنے سے بے فکری کے مہیب خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" جب لوگ ہمارے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں تو یہ ہمارے نفس کے موٹا ہونے کا ذریعہ ہو جاتا ہے ۔ بھائیو! اپنے آپ کو سمجھاؤ جو لوگ اس دعوت کے کام میں لگ رہے ہیں وہ اپنے آپ کو بڑا امت سمجھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ ہم حضور کا طریقہ سمجھ کر لگ رہے ہیں یا نہیں ، ہر وہ عمل جس میں خدا کی نسبت نہیں ہے ، چاہے وہ کتنا ہی بڑا نظر آئے لیکن خول ہی خول ہے ۔ جب طریقۂ رسول سمجھ کر چل رہے ہو تو پھر تکبر او ۔ بڑائی کیسی ؟ اللہ نے ہمیں ایک موقع دے رکھا ہے اور وہ زریں موقع ہے ۔ اگر ہم نے یہاں (مرکز میں) رہ کر اپنی فکر نہ کی تو یہاں کی شیطنت بھی بڑی ہے ۔ راستہ اگر ڈاکوؤں والا ہوتا ہے تو بہت چوکنا رہنا پڑتا ہے ، یہ دعوت والا راستہ بہت اونچا ہے لیکن اگر فکر نہ کی ، تو چور ڈاکو ہماری مایہ لے اڑیں گے ۔ شب و روز اعمال کی ٹوہ میں رہنا ضروری ہے ۔ اگر اعمال میں شیطان کی آمیزش رہتی ہے تو وہ اعمال کچھ بھی نہیں ہیں ۔ ہم اپنے اوپر بہت مطمئن ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے ۔ خدا سے مانگتے رہنا ، ڈرتے رہنا اور ڈرنے کے ساتھ ساتھ چلتے رہنا ضروری ہے ۔ یہاں پر پڑھنے والے اور رہنے والے بہت خطرے میں ہیں ۔ اگر فکر رکھی تو اللہ کے یہاں سے بہت پائیں گے ۔ بس بھائی اپنے کو چھوٹا سمجھو گے تو ٹھیک ہے ۔ جب آدمی اپنے آپ کو "ہم چوں من دیگرے نیست " سمجھتا ہے تو پھر وہ " ہم چوں من ڈنگرے نیست " ہو جاتا ہے ۔ جو آدمی ظاہر کے اعتبار سے دنیا میں مشغول ہو اور اپنے کو کم سمجھے ، تو یہ اس آدمی سے اچھا ہے جو دین میں لگا ہوا ہو مگر اپنے کو کچھ سمجھے ۔ خدائے پاک کے یہاں عاجزی

---

[1] ۶ شعبان ۱۳۹۰ھ ۹ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں پاکستان روانگی کے وقت خطاب ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور مسکنت ہی چلتی ہے وہاں " میں پنا " نہیں چلتا "!

ایسی ہی ایک مجلس کی گفتگو مولانا احمد لاٹ صاحب اس طرح نقل کرتے ہیں :

(ایک مرتبہ بنگلہ والی مسجد کے مقیمین کو حضرت جی رح نے جمع کر کے بات شروع فرمائی، اور کہاکہ " بھائی قصور وار تو ہم سب ہیں " یہ کہکر اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں! اور پھر کافی دیر کے بعد یہ فرمایا کہ " ہم میں سے کوئی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہم تبلیغ کا حق ادا کر رہے ہیں ۔ بس اصل یہ ہے کہ کام کرنے والوں کے دل اندر سے جڑے ہوئے ہوں اگر کام کرنے والوں کے دل اندر سے جڑے ہوں گے تو اللہ پاک ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالدیں گے ۔ اور اگر کام کرنے والوں کے دل اندر سے ____ جڑے ہوئے نہیں ہیں تو کام ہو رہا ہو صحیح نہج کے ساتھ ہو رہا ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ بھی ہو رہا ہو تب بھی تمھاری محنت نتیجہ خیز نہ ہوگی "۔)

چند صفحات قبل یہ لکھا جاچکا ہے کہ حضرت مولانا مرکز دہلی میں رہتے ہوئے دنیا بھر کے مراکز دعوت و تبلیغ کی مسلسل نگہداشت و نگرانی فرماتے تھے اور اگر ضرورت پڑتی، تو خط کے ذریعہ تفصیلی ہدایات ارسال فرماتے تھے ۔ ذیل میں حضرت مولانا کے ایسے ہی چند مکاتیب کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جو آپ نے مختلف ممالک میں قائم مراکزِ تبلیغ کے ذمہ دار احباب کو ارسال فرمائے، ایک ملک میں کام کے ذمہ دار احباب کو مالیات کی لائن سے ایک جامع اور عمومی نصیحت اس طرح تحریر فرماتے ہیں ۔

" اس کام کی بنیاد یہ ہے کہ ہر آدمی جانی ____ و مالی قربانی سے چلے ایک آدمی شروع میں قربانی سے اٹھتا ہے ۔ اس میں اخلاص اور توکل کی صفات بڑھتی جارہی ہیں ۔ اب اس پر کسی نے مال اس طرح خرچ کرنا شروع کیا کہ اس میں سے یہ صفات نکل کر اشراف اور سوال کی خرابی میں مبتلا ہوگیا ۔ جب بھی اس کی تشکیل ہو تو بجائے دعاء کے الحاح وزاری کے لوگوں کی طرف اس کا خیال جانے لگا ۔ یہ اس کے یقین و اخلاص و توکل کی مایہ تھوڑا سا مال دے کر ختم کردی گئی یہ اس کے ساتھ ہمدردی نہ ہوئی ۔ (اس طرح) تقریر، تشکیل، تعلیم سارے کام بے جان ہو جاتے ہیں اور اس انداز کے آدمی کے ہاتھوں کام بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس غلط یقین کی بنیاد پر اٹھتا ہے تو ہر کام کرنے والے کا ذہن یہی بنتا ہے (جس کی وجہ سے) مالداروں کو ترغیب دینی پڑتی ہے وہ شروع میں خوش دلی سے مال لگاتے ہیں، لیکن جب بار بار یہی معاملہ ہوتا ہے تو غیر محسوس طریقے پر ان کی طبیعت کام سے ہٹنے لگتی ہے، دینے والے اور لینے والے دونوں اپنی نہج سے ہٹ جاتے ہیں۔ کام کی ساخت ایسی ڈالی جائے کہ ہر آدمی اپنے کاروبار اور گھریلو مشاغل سے سالانہ چار ماہ یا کم و بیش وقت فارغ کرکے اپنی جان و مال سے باری باری نکلتا رہے اس میں دقت تو ہوگی، لیکن کام کا نہج صحیح رہے گا۔ اس ذہن کے بننے کے بعد بلا طلب کوئی آدمی جو خود بھی جان لگا رہا ہو، وہ خود ہی اگر کسی مناسب موقع پر مال لگا دے تو اس میں گنجائش نکل سکتی ہے۔ اور اچانک بغیر کسی خیال کے کبھی کبھار کسی کم خرچ والے کو بہت حکمت سے دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اس ساری بات سے معلوم ہوا کہ مالیات کا معاملہ بہت نازک ہے جو جانی مالی قربانی کے بغیر قابو میں نہیں آسکتا۔"[1]

ایک دوسرے ملک کے ذمہ دار احباب کے نام لکھے جانے والے مکتوب کا ایک اقتباس:

"جس قدر اصولوں کے مطابق کام کرنے والے اٹھیں گے اور اٹھنے والے... اصول پر پڑیں گے اور نیتوں کی صفائی کے ساتھ اور کام میں یکسوئی کی صفت کے ساتھ اعتدال میں رہ کر منہمک ہوں گے۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمتوں کے شیوع اور ہموم وغموم کے دور ہونے کی صورتیں پیدا ہوں گی اتنی ہی ابواب ہدایت کے کھلنے اور ابواب ضلالت کے بند ہونے کی شکلیں ظاہر ہوں گی۔ درحقیقت یہ مبارک کام آسان بھی ہے اور دشوار بھی ہے، سہل بھی ہے اور نازک بھی ہے۔ معمولی سے معمولی مسلمان کے لیے اس کا کرنا آسان ہے اور بڑے سے بڑے فاضل کے لیے اس میں لگنا مشکل ہے۔ یہ راستہ دعاؤں سے کھلتا ہے، آہ و زاری، دل کی گرمی اور جگر کے سوز اور جان کی کھپت اور مال کے خرچ اور رضائے الٰہی کی طلب سے بہت ہی زیادہ قرب الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور لاکھوں انسانوں کی سیدھی راہ دکھانے کا بہت قریبی اور اعلیٰ سبب بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

---

[1] عطیہ مکتوب جناب بھائی اسلم ناگ پوری۔

ایک دور دراز ملک میں دعوتی احباب اور مجلس شوریٰ کے حضرات کو آپسی اتفاق اور اتحاد کی طرف متوجہ کر کے اپنی خامیوں کوتاہیوں پر نگاہ رکھنے اور مشورہ کے ساتھ صحیح نہج پر مل جل کر چلنے کی ترغیب دیتے ہوئے ذیل کا طویل مکتوب بڑے ناصحانہ و مشفقانہ انداز میں تحریر فرمایا :

" بنگلہ والی مسجد ——— ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ ۲۴ مئی ۱۹۸۵ء

مکرمین و محترمین بندہ احباب شوریٰ !

وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ حضرات کے خطوط سے احوال وکارگزاری معلوم ہوئی، اللہ جل شانہ دین کی مبارک محنت کی نسبت پر کی جانے والی تمام کوششوں کو اپنے لیے خالص فرمائے۔ صحیح نہج پر اصولوں کے ساتھ اپنے اندر صفاتِ دعوت کو بڑھاتے ہوئے چلتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور استقامت کی دولت سے بھی مالامال فرمائے۔

میرے دوستو ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی کامیابی اور ترقی کے لیے ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے جو ہمہ تن اس کے خیالِ خام میں فکرمند نظر آتی ہے اپنی مطلب براری کے لیے کس درجہ خوش اخلاقی سے کام لیا جاتا ہے دوسروں کی خوشامدیں کی جاتی ہیں۔ غرضیکہ جس صورت سے بھی اپنا کام بنتا نظر آئے اس کو کام میں لایا جاتا ہے، دوسروں کے سامنے ذلیل ہونا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں ہوتا۔

دوسری طرف کچھ افراد نظر آتے ہیں جو دین کی سرسبزی کے لیے کسی درجہ فکرمند معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کام کو ایسا نہیں سمجھا جاتا جیسا ایک آدمی اپنی دنیوی غرض کے لیے فکرمند ہوتا ہے۔ شادیوں کے موقع پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنے روٹھے ہوئے عزیزوں کو منانے میں ہر ممکن تدبیر سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کام لیتے ہیں اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن دین کی محنت کو اتنا درجہ نہیں دیا جاتا اور اس کے لیے وہ تدابیر اختیار نہیں کی جاتی جس سے روٹھے ہوئے بھائی من جاویں اور قریب ہو جاویں ——— اور مل جل کر دین کی سرسبزی کے لیے فکرمند ہو جاویں۔ کون سا بندہ ایسا ہے جس سے غلطی اور کمی کوتاہی نہیں ہوتی۔ لیکن ہمیں دوسروں کی۔ خوبیوں اور اپنی کمیوں کو سامنے رکھ کر چلنے کی مشق کرنی ہے جو اللہ تعالےٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسے اونچا اٹھا دیتے ہیں۔

دعوت کی اس مبارک و عالی محنت میں لگنا محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاء کے لیے ہو ——— اپنی بڑائی اور اقتدار کو سامنے نہ رکھا جاوے۔ اگر ان عالی اعمال میں غرض آگئی تو بڑے بڑے عمل بھی باطل اور بے کار ہو جاتے ہیں۔ اصول سے کام کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے ——— لیکن اہم اصول یہ ہے کہ کام کرنے والوں میں جوڑ ہو اور محنت بڑھ رہی ہو۔ ایسی جماعت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی مدد ہوتی ہے اور اگر یہ صفات باقی نہ رہیں تو جماعت میں کھوکھلا پن آجاتا ہے اور اس کی محنت بے جان ہو کر رہ جاتی ہے۔

آدمی اپنی نیت پر مطمئن ہو کر نہ بیٹھ جائے بلکہ ہر وقت فکرمند رہے کہ اس کے اندر کوئی بگاڑ تو نہیں پیدا ہو رہا ہے ———؟ دین کے کام میں بگاڑ لانے کے لیے شیطان کا بڑا حربہ ہے کہ وہ باہمی اختلاف پیدا کر دے۔

ہمیں یہ کام قومیت کو سامنے رکھ کر نہیں کرنا ہے۔ اپنی قوم و برادری کا آدمی غلط کرتا ہے تو ہمیں اس کی حمایت نہیں کرنی ..... بلکہ حق کا ساتھ دینا ہے خواہ حق دوسری برادری والوں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو ——— اور اس کی مشق اُس وقت آسان ہے جب اپنے ماحول سے دور رہ کر اچھے ماحول میں ایک معتدبہ وقت لگتا ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ جب کوئی فرد یا فریق

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنی کمی کا اعتراف کرنے والا بن جاتا ہے تو نفسیاتی طور پر دوسرے پر بھی ندامت آتی ہے اور وہ بھی جڑنے میں ہی کامیابی سمجھنے لگتا ہے۔

باہمی صلاح مشورہ سے کام کرتے رہیں۔ شوریٰ کے احباب اپنے مشوروں میں دعوت کے کام کرنے والے فکرمند ذمہ دار سمجھ دار ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرلیا کریں تاکہ کام کرنے والے ساتھیوں کی صلاحیتیں ابھریں، آگے بڑھنے کے جذبات بنیں اور کام کی سمجھ ہر ایک میں پیدا ہو۔ فیصلہ شوریٰ کے حضرات کریں گے۔ اگر کسی بات میں آپس میں رایوں کا اختلاف ہو تو یہاں لکھ کر معلوم کرلیا کریں۔

آپ مٹھی بھر احباب ہیں جن کے اوپر پورے ملک میں کام کے صحیح نہج پر چلانے کی ذمہ داری ہے اگر معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے دل پھٹ جاویں گے تو پھر اتنی بڑی ذمہ داری کو کس صورت سے ادا کرسکیں گے؟ ہر مہینہ میں سارے شوریٰ والے مل کر یہاں خط لکھیں کہ کام کس انداز سے ہو رہا ہے مشورہ تو سارے فکرمند احباب سے لیا جائے ہاں البتہ فیصلہ دینے میں اہلِ شوریٰ ہوں۔ سب کی رایوں کے بعد فیصلہ آسان ہوتا ہے۔ شوریٰ والے جب فیصلہ کرنے بیٹھیں تو روزمرہ کی باتوں میں زیادہ پریشانی نہیں ہوتی جس کو بھی فیصلہ دینے کے لیے متعین کریں تو اس کے لیے آسان ہے لیکن بعض اہم امور ایسے ہوتے ہیں کہ اس میں بھی اگر سارے اہلِ شوریٰ متفق ہوں تو اللہ برکت کرے کام کریں لیکن اگر آپس میں رایوں میں اختلاف ہو تو یہاں پر دو رائے لکھیں۔ صرف اتنا اس میں لکھنا کافی ہوگا کہ بعض کی یہ رائے ہے بعض کی یہ ہے لیکن ہر رائے کے ساتھ وجوہات ضرور ہوں تو یہاں پر سوچ کر طے کرنا آسان ہوگا۔ اللہ بھرپور مدد کرے، دعاؤں کا بھی اہتمام ہو ہم بھی دعا کرتے ہیں فقط والسلام

محمد انعام الحسن عفزلہ — بقلم بشیر احمد عفزلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

امریکہ میں دعوتی عمل کا آغاز حضرت مولانا کے دور امارت میں ہوا اور اس میں وسعت اور کشادگی کی راہ اس وقت کھلی جب آپ نے وہاں کے (اور بقولِ خود امریکہ کی کس مپرس زمین کے) سفر فرمائے ذیل میں آپ کا دعوتی وایمانی قدروں پر مشتمل ایک گرامی نامہ پیش کیا جاتا ہے جس میں کام کا طرز واصول بھی ہے، ایمان کی دعوت وچاشنی بھی ہے اور وحدت امت کا درس وپیغام بھی ہے،

"مکرم بندہ عبدالرحمٰن خاں صاحب واحباب فی اللہ. وفقنا اللہ وایاکم لمایحب ویرضیٰ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا مکتوب ۲ر جون کا لکھا ہوا موصول ہوکر کاشف احوال ہوا، ٹورنٹو میں احباب کے مشورہ کی نسبت پر جمع ہونے اور امریکہ میں دعوت کی عالی محنت سے متعلق بہت سے امور طے کیے جانے کی خبر باعث مسرت ہوئی جو باتیں اس میں طے ہوئی ہیں، اللہ جل شانہ ان میں برکت فرمائے اور عافیت کے ساتھ عمل کی توفیق بھی نصیب فرمائے۔

کام کرنے والے ذمہ دار فکرمند ساتھیوں کا اکتوبر میں یہاں آنے کا عزم وارادہ معلوم ہوکر بھی خوشی ہوئی۔ اللہ جل شانہ' مبارک فرمائے۔

آنے والے جولائی کے اجتماع کے بارے میں تفصیلی مشورہ اور اجتماع سے پہلے کی محنت کے لیے ابھی سے فکروسعی اور جماعتوں کی نقل وحرکت کی خبر بھی باعث مسرت ہے۔ اللہ جل شانہ' اس اجتماع کو بہت کامیاب فرمائے صفات قبولیت سے نوازے اور ہر جگہ مسجد وار جماعتوں کی ترتیب دعوت کے مقامی اعمال کے قیام واستحکام اور دور ودیر کے لیے زیادہ سے جماعتوں کے راہ خدا میں نکلنے کا ذریعہ فرمائے۔

بھائی افضل صاحب کی جماعت اور انگلینڈ وغیرہ سے آنے والی دیگر جماعتوں کی خبر وکارگزاری سے خوشی ہوئی۔ اللہ جل شانہ' آپ سب حضرات کی مساعی کو قبول فرماکر ان میں برکت بھی نصیب فرمائے۔ بندہ دعاگو ہے۔

احباب شوریٰ کے خطوط ملتے رہے جن سے وقتاً فوقتاً حالات کا علم ہوتا رہا۔ احوال وکارگذاری لکھتے رہیں۔ اللہ پاک تمہاری مدد فرمائے۔

میرے عزیزو! اللہ جل شانہ نے آپ حضرات کو دین کی مبارک و عالی محنت کا جو وسیع و عریض میدان امریکہ میں عطا فرما رکھا ہے کم ہی کسی دوسرے ملک والوں کو نصیب ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک وقبائل اور مختلف رنگ ونسل کے لوگ بیک وقت وہاں موجود ہیں دعوت کی یہ مبارک و عالی محنت اپنی صحیح ترتیب پر وہاں چل پڑے تو اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے امید ہے کہ جن جن ملکوں کے لوگ وہاں آباد ہیں ان میں سے ہر ایک دین کا داعی اور خادم بن کر اپنے اپنے ملک کی نمائندگی کا حق ادا کر سکتا ہے اور اس طرح امریکہ سے پوری دنیا میں آپ حضرات کی محنت کے اثرات عام ہو سکتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل وطبقات کے ایمان لانے والے صحابہ کرام کو جن میں عربوں کے علاوہ روم کے صہیب بھی تھے، فارس کے سلمان رضؓ بھی اور حبشہ کے بلال رضؓ بھی۔ ان سب کو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے مبارک ونورانی اعمال کے اندر مشغول فرما کر اِن مختلف المزاج والطبائع، مختلف الخیال والعادات افراد کی ایسی تعلیم وتربیت فرمائی تھی کہ یہ اپنے تمام تر جنسی ونسلی اور علاقائی وقبائلی اختلافات کے باوجود ایک وحدتِ امت بن کر ایسے ابھرے کہ جہاں جہاں بھی ان کی دعوت و محنت کے اثرات پہنچے انسانیت کے مختلف طبقات اپنے اپنے جاہلی تعلقات و روابط کو توڑ توڑ کر ان کے ساتھ آ آ کر جڑتے چلے گئے ——— ان میں عربی بھی تھے، عجمی بھی تھے، گورے بھی تھے اور کالے بھی، ہر ملک وزبان والے تھے مگر سب مل کر یہ ایک امّت تھے جن کے درمیان سوائے تقویٰ کے کوئی اور فرق وامتیاز کرنے والا عامل نہ تھا، یہ آپس میں ایک جسم کے مختلف اعضاء

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی طرح سے تھے کہ اذا اشتکی منها عضو یتداعی له سائر الجسد بالسهر والحمیٰ اور ان کی مثال ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار جیسی تھی کہ جس کی ہر اینٹ آپس میں ایک دوسرے کو تھامے اور جوڑے ہوئے رہتی ہے۔

حضرات صحابۂ کرام کی اس اجتماعیت کی برکت تھی کہ یہ جہاں اور جس طرف بھی نکل گئے قلوب انسانیہ ان کی طرف کھنچتے چلے گئے اور قوموں کی قومیں دین میں داخل ہوکر ایک امت بنتی چلی گئیں۔

حضرات صحابۂ کرامؓ میں امت پنے کی یہ صفت اور ان کا یہ اجتماعِ قلوب نتیجہ تھا، ان کے اجتماع فکر کا، کہ ان میں سے ہر ایک نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم والے فکر کو اپنا فکر بنالیا تھا اور فکر کی یہ وحدت ان میں پیدا ہوئی تھی۔ مسجد نبوی والے مبارک و نورانی اعمال کے اشتغال و اہتمام سے ———!

اب دوبارہ یہ امت پھر اپنے اسی مقام پر لوٹ آئے، اس کے لیے ہمیں اپنی مساجد کو اعمال مساجد سے آباد کرتے ہوئے سو فیصد کلمہ گو بھائیوں کو ان اعمال میں مشغول کرانے کی محنت میں جان کھپانا ہے۔

خدا کرے کہ آپ حضرات اس کے لیے اپنے عزائم اور حوصلوں کو بلند رکھتے ہوئے یہ طے کرلیں کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم والے فکر کو اپنا فکر بناکر اور دین کی مبارک و عالی محنت کو اپنا مقصدِ حیات بناکر پوری انسانیت میں اس کی کوشش کرنی ہے اور اس پر دنیا والوں سے ہمیں کچھ نہیں لینا ہے بلکہ آخرت میں اس مبارک و عالی انبیائی محنت پر اللہ رب العالمین کی طرف سے جو بے انتہا انعامات و درجات ملنے والے ہیں ان کا پورا پورا یقین دل میں جماتے ہوئے اور اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ان کی پوری امید رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہوں ——— اللہ جل شانہٗ آپ حضرات کی مدد فرمائے، آسان فرمائے۔ بندہ دعا گو ہے۔ محمد انعام الحسن غفرلہٗ"

(۲۳ / جون ۱۹۸۹ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جرمنی میں کام کرنے والے مرکزی احباب کو حضرت مولانا نے جس مشفقانہ و ہمدردانہ انداز میں کچھ رہنما اصول اور بنیادی ہدایات تحریری شکل میں ارسال فرمائیں ان کو بھی یہاں پیش کیا جاتا ہے :

" محترمی و مکرمی وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
آپ کا خط مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۸۶ء ملا۔ جرمنی کی کارگذاری باعث مسرت ہوئی اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے قبول فرمائے اور زیادہ کے لیے توفیق عطا فرمائے اللہ کا بے حد احسان و کرم ہے کہ اس نے فتنہ و فساد کے اس دور میں دعوت کی مبارک و عظیم محنت کو از سر نو زندہ فرما کر امت کے ہر فرد کی اصلاح کی صورتیں عام فرما دیں اسے جتنی درد و فکر و استقامت کے ساتھ کیا جائے گا اتنی ہی اللہ اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائیں گے اور امن چین و سکون عام ہوگا یہ مسجد والے اعمال (دعوت، تعلیم، عبادت و خدمت) جنھیں نورانی اعمال بھی کہتے ہیں بتدریج انفرادی اور اجتماعی حالات کو نورانی بنائیں گے سبھی احباب سے استدعا ہے : کہ اپنی قربانیوں کی مقدار بتدریج بڑھائیں اور انتہائی درد و فکر و عاجزی کے ساتھ اپنی ذات سے دعوت کے انفرادی اور اجتماعی اعمال کو اہتمام سے کرتے رہنے کی سعی فرمائیں اور ساتھ ساتھ دعا و استغفار کا بھی اہتمام رہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ سبھی ساتھیوں کو باجماعت نماز، نوافل کا اہتمام، ذکر و تلاوت کا روزانہ اہتمام، مسجد کی فضائل کی تعلیم، اور گھر کے فضائل کی تعلیم میں اپنی ذات سے شرکت، روزانہ ڈھائی گھنٹہ فارغ کر کے خصوصی ملاقاتیں، ہر ماہ تین دن نکالنے کا اہتمام اور ہر سالہ چلّہ، تین چلہ نکل کر ملک و بیرون میں محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مسجد وار جماعتیں بنانے کی بھی فکر ہو کہ ہر مسجد میں ایسی جماعت بن جائے جس کے احباب اس حلقے کے ایک ایک فرد کی فکر کرنے والے ہوں تاکہ کوئی محروم نہ رہے۔ سب کی دنیا کی زندگی اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھ کر گذر رہی ہو، اللہ آپ لوگوں کو سب کیلئے باعث رحمت فرمائے۔"

ایک ایسے ملک میں جہاں عیسائیت اپنی بھرپور مادی قوت کے ساتھ حملہ آور ہے کام

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنے والے احباب اور اس ملک کی مرکزی شوریٰ کو ذیل کا گرامی نامہ تحریر فرما کر اتفاق و اتحاد سے کام کرنے کی ترغیب اس طرح دیتے ہیں ۔

" مکرمین و محترمین احباب شوریٰ ۔ وفقنی اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

" بھائی محمد اور بھائی یحییٰ سے آپ کے یہاں کے حالات معلوم ہو کر مسرت ہوئی معلوم ہوا کہ آپ سب احباب نے یہ طے کیا ہے کہ سب مجتمع ہو کر مشورہ سے کام کریں گے اللہ جل شانہ اس فیصلہ میں خیر فرمائے ۔ برکت اجتماع اور اتحاد میں ہے تشتت اور افتراق میں کمزوری آتی ہے اور ہوا اکھڑ جاتی ہے ۔ قرآن پاک میں ہے ۔ ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم ، اور شیطان کا بہت مؤثر حربہ افتراق اور اختلاف ہے ۔ اللہ جل شانہ تمھاری اور ہماری اور پورے عالم میں کام کرنے والوں کی افتراق و انتشار سے حفاظت فرمائے اور اتحاد و اجتماع مقدر فرما کر اس دعوت والے کام کو پورے عالم میں فروغ نصیب فرمائے اور اس کے ذریعہ دین کے ہر شعبہ کو زندہ فرمائے ۔ اور اخلاص وللّٰہیت نصیب فرمائے اور اغراضِ نفسانیہ سے حفاظت فرمائے سب دوستوں سے سلام مسنون ۔ دعاؤں کا اہتمام رکھیں ۔ اور آپس میں اکرام واحترام کا بہت لحاظ رکھیں "۔ محمد انعام الحسن غفرلہ' ، بقلم محمد شاہد غفرلہ ۔ ۲۲ جنوری ۱۹۹۴ء

• ایک ملک کے کام کرنے والے احباب میں بعض معاملات میں اختلاف رائے ہوا ، نیز اصحاب مشورہ بھی مختلف الرائے ہو گئے ۔ حضرت مولانا کے علم میں جب اس کی تفصیلات آئیں تو ذیل کا گرامی نامہ لکھ کر ان کو اخلاص اور اتفاق کی طرف دعوت دی اور مشورہ کا فیصل مقرر کرنے کے لئے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب قائم فرمائی ۔

گرامی نامہ کی نقل یہ ہے :

" مکرمین ومحترمین بندہ ، وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ وجعل آخرتنا خیرا من الاولیٰ ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ۔

آپ حضرات کے یہاں کے حالات معلوم ہوتے رہے جس کی بنا پر یہ طے کیا گیا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنگلہ دیش تشریف لے آدیں جس میں رُد و رُد بات ہو جائے۔ ٹیلیفون اور فیکس سے گفت گو ہونا مشکل ہے۔ اللہ جل شانہ نے تم لوگوں سے کام کی ایک داغ بیل ڈالی ہے جو ایک ابتدائی صورت ہے۔ ابتدا میں جس طرح کام کیا جاتا تھا، وہ ہی صورت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ کوئی مستقل فیصل نہ ہو۔ بلکہ کام کرنے والے وہ احباب جو ہفتہ کے دو گشت اور تین دن ماہوار لگا رہے ہوں، جب وہ کسی مشورہ کے لئے بیٹھیں تو وقتی طور پر کسی کو فیصل مقرر کرلیں۔ اور حروف تہجی کے اعتبار سے فیصل بنایا جائے تاکہ سہولت سے فیصل کا تعین ہو جائے۔ فیصل بنانے میں زیادہ وقت خرچ نہ ہو۔ کام جو ہے محنت، اخلاص اور باہمی اتفاق کے ساتھ ہی چل سکتا ہے۔ اگر سب اتفاق و اتحاد کے ساتھ کوشش اور محنت کرتے رہیں گے۔ تو اللہ جل شانہ جو مقلب القلوب ہیں وہ دلوں کو پلٹتے رہیں گے۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری محنتیں اور کوششیں اس کا ذریعہ بن جادیں۔ فقط والسلام محمد انعام الحسن غفرلہ ۸ر جنوری ۱۹۹۵ء

علم اور علماء کی اہمیت اور انکا مقام

حضرت مولانا چونکہ خود ایک بڑی علمی درسگاہ د جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) کے فارغ تھے۔ اور پھر درس و تدریس میں بھی عمر کا ایک بڑا حصہ گزرا۔ اس لئے تمام عمر علماء، طلباء، اور مدارس دینیہ سے آپ کا بہت قریبی رابطہ اور رشتہ رہا۔ دین کی جو خدمت مدارس عربیہ کے ذریعہ ہو رہی ہے اس سے آپ نہ صرف واقف بلکہ اس کے معترف اور مداح تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ جیسے جیسے دین کی یہ محنت اور دعوت بڑھے گی مدرسوں اور مکتبوں میں اضافہ ہوگا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب سہارنپوری آپ کا اسی سلسلہ کا ایک ملفوظ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:

"جب اللہ کے دین کی محنت ہوتی ہے تو اللہ دین کے تمام شعبوں کو وجود میں لاتا ہے، مدرسے بڑھیں گے، مکتب بڑھیں گے۔ حالانکہ ہم مدرسہ بنانے کی دعوت نہیں دے رہے ہیں لیکن اس عمل کے ذریعہ تمام شعبوں کو زندگی مل رہی ہے۔"

اس قریبی رابطہ و رشتہ کی بنا پر آپ ہمیشہ کام کرنے والے احباب و رفقاء کو اہلِ علم کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادب واحترام کی تاکید اور ان کے ذریعہ ہونے والی علمی و دینی خدمت کے احترام اور اس کے اعتراف کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر مدارس عربیہ کے تعلق سے خواص کے مجمع کو اس طرح مشورہ دیا کہ :

"عربی مدارس کا مسئلہ ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے وہ ایک دینی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اگر ہماری طرف متوجہ نہ ہوں تو ہمارے دل میں اگر کوئی بات ان کے خلاف بیٹھ جائے تو یہ بہت سخت بات ہے۔ ایک مرتبہ ایک مفتی صاحب یہاں مرکز میں آئے۔ ان سے میں نے کہا، یہاں آتے رہا کرو۔ انھوں نے کہا یہاں ہمارا کیا کام ہے؟ میں نے کہا کام یہ ہے کہ یہ دیکھتے رہو کہ ہمارا کام شریعت کے خلاف تو نہیں ہے۔ الحمدللہ مدارس آہستہ آہستہ آرہے ہیں، اگر کوئی بات ان کی طرف سے ہو تو جھیلو اور برداشت کرو۔ ان پر زور دینے کا بالکل ارادہ نہ کرو۔ بلکہ اکرام واحترام کا معاملہ ہو۔ سلیقہ کے ساتھ ان سے بات کرو، کیونکہ صحیح بات بھی اگر بے ڈھنگے طریقے سے کی جائے، تو وہی جھگڑے کا سبب بن جاتی ہے۔ ہمارا کام تو دعوت دینا اور ذہن بنانا ہے"۔

ایک مرتبہ دعوت و تبلیغ اور مدارس عربیہ میں باہم ربط و تعلق اور ایک کو دوسرے سے تقویت و نفع پہونچنے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :

"تعلیم دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو خصوصی تعلیم ہے اور ایک عمومی تعلیم ہے خصوصی تعلیم وہ ہے جو کہ مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ جن لوگوں میں دین کے علم کو حاصل کرنے کی طلب ہوتی ہے وہی ان مدرسوں میں آتے ہیں۔ دوسرے وہ تعلیم جو عمومی ہے وہ یہ دعوت و تبلیغ ہے۔ جن کو دین کے علم کو حاصل کرنے کی طلب نہیں ہے ان میں جا کر دین کی محنت کرنا، تاکہ ان کے اندر طلب پیدا ہو۔ یہ عمومی تعلیم اس خصوصی تعلیم سے زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ جب عمومی تعلیم کی فضا بنے گی تو اس کا اثر خصوصی تعلیم پر بھی پڑے گا اور عمومی تعلیم سے خصوصی تعلیم زندہ ہوگی اس لئے مدرسہ والوں کو تعلیم کے ساتھ دعوت کے کام کو بھی اس اہمیت کے ساتھ کرنا چاہیئے تاکہ عمومی د

toobaa-elibrary.blogspot.com

خصوصی دونوں تعلیم زندہ ہوں ۔

• اہل علم کی مجلس میں ایک مرتبہ علماء کے عوام کے ساتھ ربط وتعلق کی افادیت اور ضرورت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

"علماء کا عوام کے ساتھ اگر رابطہ قائم رہا تو یہ امت چلنے والی ہوگی اور علماء کرام اس کو چلانے والے ہوں گے اور اگر چلنے والے نہ ہوں تو علم کا یہ چراغ جل کر ختم ہوجائے گا اور اس کی روشنی سے کسی کو فائدہ نہیں ہوگا"

ربیع الاول ۱۴۰۰ھ، فروری ۱۹۸۰ء میں سنگاپور وغیرہ کے کام کرنے والوں کا مرکز دہلی میں جوڑ تھا ۔ اس میں طلباء کے تعلیمی اوقات کی رعایت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس تأثر کی تغلیط کی کہ تبلیغ سے تعلیم کو نقصان پہونچتا ہے ۔ فرماتے ہیں !

"طلباء کے لئے کام اسی طرح ہے جس طرح عوام کا کام ہے ۔ لیکن چونکہ وہ تعلیم میں مشغول رہتے ہیں اسلئے ان کی رعایت ضروری ہے ۔ تبلیغی طلبہ کو اپنی تعلیم میں ان طلباء سے ممتاز ہونا بھی ضروری ہے کہ جو طلبہ تبلیغ میں لگے ہوئے نہ ہوں ۔ یہ خیال غلط ہے کہ تبلیغ سے تعلیم میں نقصان ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ اس کام کی وجہ سے ذہن کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے ۔ اوقات کا ضبط حاصل ہوتا ہے جس سے تعلیم میں بھی مدد حاصل ہوتی ہے ۔

ہمارے طلبہ کو تعلیم کے اندر امتیازی درجہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ فکر کرنا بھی ضروری ہے کہ جب ہم تعلیم سے فارغ ہوکر مختلف شعبوں میں جائیں تو دعوت کی فکر کے ساتھ جائیں ۔ اور وہاں بھی دین کی دعوت پہونچائیں ۔ اس لئے کہ اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ ہر شعبے والے اپنے کام کے ساتھ دین کی محنت میں لگیں ۔ ان سے ان کے شعبے ہرگز ہرگز چھڑانے نہیں ہیں بلکہ ان ہی شعبوں میں رہتے ہوئے دینی اور دعوتی کام کرنا ہے"

• مدارس عربیہ دینیہ کے طلباء کی جماعتیں بہت کثرت کے ساتھ تعطیلات میں مرکز نظام الدین جاتی ہیں ۔ حضرت مولانا ان کا اہتمام فرماتے ہوئے مستقل طور پر ان کو ملاقات کا وقت دیتے تھے ۔ اور حسب گنجائش ان سے بات بھی فرماتے تھے ۔ ایک مرتبہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے طلباء مرکز نظام الدین آئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"علوم چراغ ہیں اور اعمال تیل بتی ہیں اور اخلاص وخدا کی محبت یہ آگ ہے جب یہ ساری چیزیں جمع ہوں گی تب ہی روشنی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے العلماء مصباح الھدیٰ چراغ اسی وقت چراغ ہے جب اس میں تیل بتی ہو، اور روشنی بھی دیر پا ہو۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، لہٰذا انہیں مناقب وخصائل کے ساتھ ان کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ علوم دینیہ کے طلباء اور نبوت کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہے۔ دعوت میں مشقتوں کو جھیلنا یہ علماء کی خاص ذمہ داری ہے۔ دعوت میں متعدد منزلیں آتی ہیں، ایک منزل آتی ہے اطاعت کی، پھر دوسری منزل آتی ہے استقبال کی، پھر تیسری منزل آتی ہے مالیات کی۔ اگر ان تمام منزلوں سے پار ہو گئے تو پھر آخرت میں سب کچھ ملے گا۔ ابھی تو ہم اس راہ پر پڑے بھی نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں، پھر بھی ان کو تکلیفیں اٹھانی پڑیں تو معلوم ہوا کہ اس کے بغیر راستہ طے نہیں ہوتا۔ اجوع یوما واشبع یومًا۔ بس اللہ کو یہی ادا پسند ہے۔ اس راہ کی پہلی سیڑھی اپنوں اور پرائوں کی برداشت کرنا ہے۔ اس کیلئے نفس کو کچلنا ہے۔ نفس کو کچلو اس لئے کہ جتنی اس کی مانو گے اس کی فرمائشیں اتنی ہی آگے بڑھیں گی۔"

۱۸ شوال ۱۳۸۶ھ (۳۰ جنوری ۱۹۶۷ء) میں مدرسہ قاسمیہ عربیہ بلند شہر میں آغاز سال میں درس نظامی کی بعض اونچی کتابیں شروع کرائیں تو اس موقع پر علماء وطلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"انسان کا امتیاز فرشتوں سے علم کے اعتبار سے ہے اور علم سراسر نور ہے۔ امام مالکؒ کا ارشاد ہے العلم نور یقذف اللہ فی قلب من یشاء، حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ علم کسبی نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطیہ ہے۔ اللہ سے علم لینے کے کچھ اصول ہیں۔ اگر خدمت کے ساتھ دعا مانگ رہا ہو اور حصولِ علم پر محنت کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ علم دیدیتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری نے باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین،

toobaa-elibrary.blogspot.com

قائم فرماکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ واقعہ نقل کیا ہے جس میں انھوں نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استنجاء کے لئے پانی کا لوٹا بھر کر رکھا تو ان کی اس خدمت سے خوش ہوکر آپ نے ان کو فقہ فی الدین کی دعا دی۔

دنیاوی علوم والے تو آسائش و آرام کے مطالبے کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کو تو پیسہ کمانا ہے، ان کے پاس علم ہے ہی نہیں۔ لیکن خدا کی ذات تک پہونچانے والے علم کے لئے محنت کرنا رونا اور مانگنا ہے، پورا لگنے پر علم کا کچھ حصہ ملتا ہے۔ صرف چار گھنٹہ بیٹھنے سے علم نہیں آتا۔ اسی طرح معصیت سے بھی بچنا بہت ضروری ہے، جو شخص معاصی میں مبتلا ہوگا اسکو نہ علم آئے گا اور نہ سبق یاد ہوگا۔ حضرت وکیعؒ نے حضرت امام شافعیؒ کو وصیت و نصیحت فرمائی تھی۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی   فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من الٰہ   ونور اللہ لایعطی لعاصٍ

علم کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے جب کوئی حدیث آتی تو اس پر عمل کرتے۔ چاہے اپنے مذہب کے خلاف ہو۔

شعبان ۱۳۸۷ھ نومبر ۱۹۶۷ء میں مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین دہلی سے فارغ ہونے والے طلباء کو اس طرح نصائح فرمائیں۔

"فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے چند چیزوں کا اہتمام ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے علم پر محنت کریں۔ دوسرے یہ کہ پوری انسانیت کی خدمت کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ تیسرے جماعت میں جانے کا اہتمام کریں۔ جمعرات و جمعہ کو نکل جانا یہ وقت کے اعتبار سے اگرچہ بہت تھوڑا ہے لیکن خدائے پاک کے یہاں سے بہت کچھ دلوائے گا۔ علم اور عمل ایک ہی ہے۔ شیٔ کا وجود ذہنی علم ہے اور اس کا وجود خارجی عمل ہے۔ جب تک ذہن میں موجود ہے تو اس کو علم کہیں گے اور جب وہ بدن میں آجائے اور جسم سے ظاہر ہونے لگے تو عمل ہے۔ عمل میں آنے پر ذہنی چیز کو قوت ملتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ علم تو ایک نور ہے جو اللہ کی جانب سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

عطا کیا جاتا ہے اب اس نور کو حاصل کرنے کے لئے محنت اور مجاہدہ والا راستہ ہے جس میں جتنی اللہ کے ساتھ نسبت ہوگی اس میں اتنی ہی نورانیت آئے گی۔ یاد رکھو کہ معاصی علم کے سمجھنے میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔ کیونکہ علم نور ہے اور یہ نور معصیت سے ختم ہو جاتا ہے۔

• انسانوں کا فرشتوں سے امتیاز صرف علم کی وجہ سے ہے۔ علم صفت الٰہی ہے۔ اور جو علم عمل سے وابستہ نہ ہو وہ پکڑ اور گرفت کا سبب ہے۔ حضرت مولانا اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں۔

"اللہ نے انسان اور کائنات کے بنانے کا جب ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس پر فرشتوں نے کہا آپ کیوں خون خرابا والوں کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا انی اعلم مالا تعلمون، فرشتوں نے اپنی وجہ ترجیح ذکر وعبادت کو بتایا۔ لیکن اللہ نے انسان کا فرشتوں پر امتیاز علم سے ہونا بتایا۔ یہاں پہونچ کر فرشتوں کو اپنے عجز وقصور کا اعتراف کرنا پڑا تسبیح وتقدیس پر علم کی فضیلت ظاہر ہے۔ تسبیح وتقدیس مخلوق کی صفت ہے اور علم اللہ کی صفت ہے، اللہ علیم ہے۔ انسان میں خالق والی صفت علم ہے۔ اس لئے یہ انسان ممتاز ہے۔ علم وہی ہے جو خدا کی ذات سے چلا ہو اور جو خدا تک پہونچا دے، کبھی کبھی علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عالم کو جاہل کے درجہ میں اتار دیا جاتا ہے، جس علم پر عمل نہ ہو اس پر گرفت ہوتی ہے۔ دنیا میں اندھیرا ہے۔ لہذا آپ لوگ دنیا میں پھیلیں تاکہ ذکر اور عمل والی کیفیات دنیا میں پھیلیں۔ صرف تقریریں کافی نہیں ہیں۔

• ۲۰ شوال ۱۳۸۶ھ (یکم فروری ۱۹۶۷ء) میں مدرسہ معین الاسلام نوح (میوات) میں بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

(حضرت امام ابو حنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر بدھ کا دن سال میں ایک مرتبہ بھی آتا تو اسی دن کتاب شروع کرتا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدھ کے دن خدا نے نور کو پیدا فرمایا ہے اور علم نور ہے اور علم کی دولت اتنی اونچی ہے کہ اللہ نے انسان کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

خلافت کی وجہ اسی علم کو تبلایا ہے۔ علم خالق کی صفت ہے۔ اور اصل علم وہ ہے جس سے خدا کا راستہ نظر آئے اور معرفت ملے۔ "علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است"۔

حقیقی علوم وہ ہیں جو خدا کی ذات سے چلے ہوں اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے آئے ہوں اور وہ اللہ کی کتاب اور آپ کی سنتوں کا علم ہے۔ باقی علوم میں شرافت ان کے ذریعہ اور سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔ علوم الٰہیہ اور علوم نبویہ کے لئے کچھ آداب ہیں۔ پہلی چیز نیت کا خالص ہونا ہے۔ اگر نیت مقابلہ کی، جھگڑے کی ہے۔ تو اس کی حدیث میں وعید آئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس علم کے ساتھ تواضع ہو۔ اپنے اندر تکبر وتعلی نہ ہو ورنہ حقیقی علم نہ آسکے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ علماء واساتذہ کرام کا ادب اور اکرام واحترام ہو۔ استاذ کی توقیر میں علم نبوی کی عصمت ہے، اگر یہ نہ ہو تو یہ علم نہیں آتا۔ علوم جیسی دولت ملنے کے بعد کسی اور چیز میں لگنا اضاعتِ علم ہے۔ اگر معلوم پر عمل کروگے تو خدائے پاک غیر معلوم کو معلوم بنادیں گے"۔

- ۵ر محرم ۱۳۸۷ھ (۱۴ر اپریل ۱۹۶۷ء) میں مسجد نور مدینہ منورہ کے تعلیمی حلقہ میں علم کے صفت الٰہی ہونے کو اس طرح بیان فرمایا۔

علم خدا کی صفات میں سے ایک صفت ہے یہ صفت انسان کی خلافت کی وجہ سے ہے۔ علم وہ صفت خاص ہے جس کی بنا پر انسان کو خلیفہ ہونے کا تمغہ دیا گیا ہے۔ انسان میں اللہ والی صفت علم ہے۔ اور یہ علم جتنی اونچی چیز ہے اتنی ہی خطرناک بھی ہے۔ یہ علم ایمان کے قیمتی ہونے میں معین ہے۔ بشرطیکہ اس کا مقصد معلومات کا بڑھانا نہ ہو بلکہ عمل کرنا ہو"۔

اسی موقعہ پر علم اور معرفت کے درمیان کا فرق اس طرح واضح کیا۔

"ایک علم ہے ایک معرفت ہے، جاننا اور چیز ہے، پہچاننا اور چیز ہے۔ ہم جاننے کو پہچاننا سمجھ بیٹھے جو جانتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا وہ کامیاب ہوگا۔ وہ کم سے کم اتنا تو جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا اور جو یہ جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں تو وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

شخص دھوکہ میں ہے"۔

۲ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ بدھ بعد نماز عصر مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے اساتذہ اور طلباء کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ مختلف علاقوں کے خواص اور دہلی کے کام کرنے والوں کا ایک بڑا حلقہ بھی اس وقت موجود تھا۔ اس موقع پر علم وعمل کے باہمی جوڑ پر فرمایا:

بچو! اس دنیا کو اگر کوئی شخص کھیل کود سمجھ کر زندگی گذارتا ہے تو سوائے کھیل کود کے اس کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ سمجھے کہ آخرت کی کمائی کا راستہ ہے تو بجائے کھیل کود کے آخرت کی تیاری کرے گا۔ انبیائے کرام ؑ یہی بتانے آئے تھے کہ کھیل کود سمجھ کر زندگی نہ گزارو بلکہ کچھ تیاری کر لو۔ اگر ہم ارادہ کریں، عمل کریں تو ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حقیقی عمل والا بنا دیں گے۔ آدمی جب کوشش کرتا ہے تو ابتداء میں ٹھوکریں بھی کھانے کو ملتی ہیں۔ طبیعت میں جماؤ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ صحیح کرنے لگتا ہے اور عمل کے ساتھ مناسبت بھی پیدا ہو جاتی ہے یہ تمہارا نوعمری کا زمانہ ہے۔

یہ تمہارا کرنے کا زمانہ ہے اور کہنے والے تبلانے والے بھی موجود ہیں اگر تم اپنے جذبہ سے کرو گے تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوگی۔ علم ذریعہ ہے عمل کا۔ علم سے یہی تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کیا کرانا چاہتے ہیں۔ مقصد کا جو درجہ ہے، ذریعہ کا بھی وہی درجہ ہے۔ بشرطیکہ اس کو عمل کا ذریعہ بنایا جائے۔ نہیں تو صرف ذریعہ پر پڑا رہے تو بیکار ہے۔ جیسے وضو ذریعہ ہے نماز کا، لیکن آدمی نماز تو پڑھتا نہیں اور وضو کئے بیٹھا رہے تو بجائے گناہ جھڑنے کے اور گناہ لپٹیں گے۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ وضو کرنے سے ہر عضو سے گناہ نکل جاتے ہیں، لیکن کب؟ جب وضو کو نماز کا ذریعہ بنایا جائے۔ ایسے ہی علم کو جب عمل کا ذریعہ بنائے تو یہ بہت بڑا عمل ہے، نہیں تو یہ علم بھی وبال بن جاتا ہے بس اللہ مجھے بھی نصیب فرمائے اور تمھیں بھی۔ اللہ دین کی سچی محبت کرنے والا بنا دے۔ یہاں اپنے آپ کو لگام لگا لو تو پھر آخرت میں منہ چھوٹ ملے گی"۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

• ایک موقعہ پر مدرسہ سبیل الرشاد بنگلور میں یہی مضمون اس طرح بیان فرمایا کہ اگر اصول و آداب کی رعایت ہو اور علم عمل سے وابستہ ہو تو علم سے اونچی کوئی چیز نہیں ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں !

"تسبیح و تقدیس و عبادت مخلوق کی صفت ہے اور علم خالق مالک معبود کی صفت ہے ۔ اگر اصول و آداب کی رعایت ہو تو علم سے اونچی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ رعایت یہ ہے کہ علم کے ساتھ عمل جڑا ہوا ہو ۔ عمل نفس پر بہت شاق گذرتا ہے اور نفس کا علاج یہ ہے کہ اس کے کہنے پر نہ چلیں ۔ نفس کو قابو میں لانے کے لئے اس کے خلاف کرنا یہی مجاہدہ و ریاضت ہے ۔ مجاہدہ کرنے سے نفس خدا کے حکموں کے تابع ہو جاتا ہے ۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کے ارادے فرمائے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں خدا کی دہش کا دستور یہ ہے کہ جو اُن سے رو رو کر مانگتا ہے اس کیلئے دہش میں کمی نہیں فرماتے ۔ آداب کی رعایت کے ساتھ دعا ہو تو فقہ فی الدین ملے گا (کتابوں میں صرف رسوم و نقوش ہیں اسے تو خدا کا منکر بھی حاصل کر لیتا ہے ۔ جب نفسانیت غالب ہوتی ہے تو آدمی قرآن و حدیث کو نفس کی طرف کھینچتا ہے ۔ ہمیں تو اپنے آپ کو قرآن و حدیث کی طرف کھینچنا ہے ، علم کے خطرات سے بچاؤ کے لئے رو رو کر دعا کرنا اور دعوت کا کام کرتے رہنا ضروری ہے) "

• ۲۷ ر رجب ۱۳۹۱ھ (۱۸ ر ستمبر ۱۹۷۱ء) میں مدرسہ معین الاسلام نوح میوات کے فارغینِ حدیث شریف کی بخاری شریف کا اختتام مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا کے ذریعہ ہوا ۔ مولانا عبد السلام صاحب (پونہ والے) اس موقعہ پر موجود تھے ۔ موصوف نے اس یادگار اختتامی مجلس کی تفصیلات اپنی یادداشت میں اس طرح قلمبند کی ہیں :

آج عصر کی جماعت سے پہلے تپائیاں مسجد کے اندر والے حصہ میں رکھی جارہی ہیں اور بخاری شریف کی کئی جلدیں بھی ۔ پتہ چل رہا ہے کہ ضرور کوئی خاص بات ہونی ہے ۔ تھوڑی دیر بعد مولانا نور محمد صاحب نے اعلان کیا کہ مدرسہ معین الاسلام کے طلبہ کی بخاری شریف کا ختم حضرت جی بعد نماز عصر کرائیں گے اور ایسے مواقع بار بار نہیں ملتے ۔ اب عصر کی نماز ہوتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہی لوگ ٹوٹ پڑے، جن میں جماعت میں آئے ہوئے مہمان بھی تھے اور طلبہ بھی تھے، بہت مشکل سے تپائیاں اور چوکی بچھائی گئی۔ اصل طلبہ کو مشکل سے جگہ ملی۔ اب حضرت جی چوکی پر آکر بیٹھ گئے۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب سہارنپوری بھی طلباء کی کتاب میں عبارت دیکھ رہے ہیں۔ منشی اللہ دتہ صاحب بھی حضرت جی کے سامنے بیٹھے ہیں۔ ایسے ہی ناگپور کے اسلم بھائی، دلی کے حاجی محمد شفیع اور بہت سے حضرات مجلس میں شریک ہیں۔ حضرت جی عمومی مہمانوں سے فرما رہے ہیں کہ بھائی اگر تم پیچھے نہیں ہٹتے تو ہم ادھر دوسری طرف چلے جائیں گے۔ پھر فرما رہے ہیں۔ مولانا صدیق صاحب اور دیگر اساتذہ کو بلا لاؤ، اصل تو وہی ہیں پڑھانے والے۔ آجاؤ بھائی آجاؤ۔

اب حضرت جی نے عبارت پڑھ کر اس کا مطلب بیان فرمانا شروع کیا اور وزن کی حقیقت، اعمال و اقوال کا تلنا، میزان کی تحقیق و تشریح فرمانے کے بعد دیگر فرقوں کا رد فرمایا اور سُبحَان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہِ العَظیم کی توضیح و تشریح فرمائی۔ اور پھر طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائیو! یہ تو موٹی موٹی باتیں تھیں۔ باریک بات یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ بخاری شریف وہ کتاب ہے جس کا درجہ قرآن شریف کے بعد ہے۔ اللہ نے ہمیں اس کے الفاظ پڑھنے کی توفیق دی۔ اب اسکے حقائق کو حاصل کرنے کے لئے وقت لگاؤ۔ توکل، صبر، قناعت، یہ ایسی صفات ہیں کہ اس میں کی ایک صفت ساری مادیت پر غالب آسکتی ہے۔ یہ مادیت کا جھمیلہ ان حقائق کے سامنے ٹک نہیں سکتا۔ حقیقت چاہتی ہے مرمٹنے کو، تفویض کو، ہونا یہ چاہئے کہ صبر کے موقع پر صبر کریں اور توکل کے موقع پر توکل کریں۔ قناعت کے موقع پر قناعت کریں۔

بھائیو! ابھی تو یہ الفاظ پر قربانی دینا ہوا لیکن الفاظ سے حقیقت تک پہونچنا، یہ اصل چیز ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک تو یہ ہے کہ جلیبی کے اوپر تقریر کر دو کہ وہ یوں بنتی ہے اور ایسے بنتی ہے اور ایک یہ ہے کہ بنی بنائی جلیبی کسی کے منہ میں ڈال دو، تو تقریر اور حقیقت میں بہت فرق ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ تو اس کے منکر بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اب اگر اس کی حقیقت کو پانا ہے تو جماعت میں وقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

لگاؤ۔ کروگے تو پاؤگے۔ زبردستی کوئی نہیں کرسکتا۔

اب حضرت جی چوکی پر دوزانو بیٹھ گئے۔ اور پہلے عربی میں پھر اردو میں لمبی دعا فرمائی۔ اب دعا کے بعد حجرے کے سامنے خصوصی مجلس لگی ہوئی ہے۔ لیجئے اب مغرب کا وقت شروع ہوگیا ہے۔ اور ایک ساتھ پانچ جگہ سے بنگلہ والی مسجد میں پانچ آدمی اذانیں دے رہے ہیں۔ عجیب و غریب منظر ہے، جو دلوں میں ایمان کو بڑھا رہا ہے [1]

برادرانِ وطن سے گفتگو اور اس کا طرز و اُسلوب

دنیا کے جس خطے اور گوشے میں جو بھی مسلمان آباد ہے اس کو اعمال صالحہ پر کھڑا کرنا اور ایمان و یقین والی صفات پر لانا ہر مسلمان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اس دعوت و تبلیغ کی محنت کا مرکز و محور بھی یہی امت اسلامیہ ہے لیکن اس محنت کے ذریعہ جہاں مسلمانوں میں دین کی صحیح اور سچی طلب پیدا ہو رہی ہے وہیں غیروں میں بھی ذوقِ جستجو اور شوقِ طلب اُبھر کر سامنے آرہا ہے۔ ہوائی جہازوں میں ریلوں اور گاڑیوں میں جہاں دینی اور دعوتی ماحول سامنے آتا ہے وہ بھی سراپا گوش بن جاتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ان میں صحیح انسانیت کا جذبہ نہ پیدا کرنا اور ان کو بھلا انسان بننے کی دعوت نہ دینا بڑے ظلم کی بات ہے حضرت مولانا کو اپنے طویل دوروں اور سفروں میں جب بھی ایسا موقع ملتا وہ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔۔۔ اور خوب کھل کر اندھیرے میں رہنے والوں کو روشنی کی طرف بلاتے۔ آپ کی اس دعوت کا طرز و اسلوب اتنا مؤثر اور دل نشیں ہوتا تھا کہ سامعین کے چہرے اپنے اندر کے تأثرات اور جذبات سے کِھل اٹھتے۔ پوری گفتگو میں نہ ان کی ذات و شخصیت پر کوئی تبصرہ ہوتا اور نہ ان کے عقائد و نظریات پر کوئی حملہ۔ بس سیدھی سادی بات انسانیت کی صلاح و فلاح اور اس کی آخرت سے متعلق ہوتی تھی۔

پیش نظر مضمون میں ایسے ہی کچھ قیمتی لمحات کی روداد پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] ماخوذ از بیاض مولانا عبدالسلام پونوی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

• ایک مرتبہ اجتماع میں جاتے ہوئے گنگا پور اسٹیشن پر ٹرین ٹھہری۔ بہت سے غیر مسلم خواص ملاقات کے لئے آئے تو ان سے خطاب میں یہ طرز اختیار کیا۔

"تم بتاؤ کہ انسان کو خدا نے کیوں پیدا کیا۔ اگر کھانے کمانے کے لئے پیدا فرمایا ہے تو یہ بات تو جانوروں میں بھی ہے اور اگر کھانا شرافت کی دلیل ہے تو بیل سب سے زیادہ کھاتا ہے۔ انسان کی شرافت یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچان کر اس کو راضی کرنے کی فکر کرے، یہ ہے انسانیت۔ اور اس کے علاوہ کے سارے کام تو سارے جانور بھی کرتے ہیں۔ جب انسان جانور بنتا ہے تو پھر یہ جانوروں سے بھی زیادہ بدتر بن کر رہتا ہے۔ بس یہ ایک بات ہے اسے سوچتے رہو۔ جب انسان اللہ کو پہچاننا چھوڑ دے، ماننا چھوڑ دے، مالک کے کہنے پر نہ چلے اور اس کو راضی نہ رکھے تو پھر بارشیں یا تو رک جاتی ہیں یا پھر سیلاب آجاتا ہے یہ سب خواہ مخواہ نہیں ہوتا۔ انسان کے عمل سے انسان کے حالات جڑے ہوئے ہیں۔ آج دنیا میں چیزوں کی جتنی ایجاد ہے اس سے پہلے نہیں تھی لیکن پریشانیاں پھر بھی بڑھتی جارہی ہیں۔ میں اس کی وجہ بتلاتا ہوں۔ اچھے کھانے سے اور اچھا گھر بنانے سے انسان اچھا نہیں بنتا۔ انسان اپنے اندر سے اچھا بنتا ہے انسان کے اندر کے جوہر کی اچھائی انسان کی اچھائی ہے اور انسان کے اندر کے جوہر کی برائی انسان کی برائی ہے۔ آج چیزیں بن رہی ہیں۔ لیکن انسان بگڑ رہا ہے۔ اب چیزیں چاہے جتنی زیادہ ہو جائیں، انسان برابر بگڑتا رہے گا۔ اور پریشان رہے گا۔ اور انسان اگر بن جائے تو چیزیں چاہے جتنی کم ہو جائیں لیکن اس سے انسان کی زندگی بن جائے گی۔"

• دوسرے مذاہب کی طرح اسلام کوئی قومی و طبقاتی مذہب نہیں ہے بلکہ سماج کے ہر شخص کے لئے ہر وقت اس میں داخل ہونے کی آزادی اور اجازت ہے۔ بس اتنا ضرور ہے کہ کچھ کام کرنے کے ہیں ان کو کیا جائے اور کچھ کام نہ کرنے کے ہیں، ان سے بچا جائے۔ یہ بات حضرت مولانا نے ایک مجلس کے غیر مسلم حاضرین سے ان الفاظ میں فرمائی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"اسلام کوئی قومی یا طبقاتی مذہب نہیں ہے بلکہ کچھ باتیں ہیں، وہ جس میں بھی پیدا ہو جائیں وہ مسلمان ہیں۔ ورنہ غیر مسلم ہے۔ ان میں کچھ باتیں انسان کے قلب سے تعلق رکھتی ہیں انھیں یقینیات اور ایمانیات کہتے ہیں اور کچھ باتیں انسان کے بدن سے متعلق ہیں۔ ان کو عبادات کہتے ہیں۔ پھر تیسری بات یہ ہے کہ تمام انسانوں کے ساتھ اس کا رہن سہن ٹھیک ہو، اور چوتھی بات یہ ہے کہ اس کے معاملات ٹھیک ہوں اور پانچویں بات یہ ہے کہ اخلاق اچھے رکھتا ہو۔ اب اگر اللہ سے انسان کا معاملہ ٹھیک ہے تو مخلوق کے ساتھ بھی ٹھیک ہوگا۔ اور اگر اللہ سے معاملہ غلط ہے تو اس کے بندوں سے بھی غلط ہوگا۔ عبادات خدا سے لینے کے طریقوں کا نام ہے جسے خدا سے لینا نہ آئے گا، اس کا بندوں سے تعلق اچھا نہیں ہوگا۔ دنیا میں جس آدمی کو جس شخص سے تنخواہ ملتی ہے اسی کے کہنے پر چلتا ہے۔ بس یہی بات اگر ہمارے دل میں اتر جائے تو ہمارے بدن سے نکلنے والے اعمال ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ دل سارے اعضاء میں بادشاہ ہے اس کا جیسا یقین ہوگا ویسا ہی عمل وجود میں آئے گا۔ دوکان کا یقین ہو تو ساری قوت دوکان پر ہی لگے گی اور اگر دل میں خدا کا یقین ہو تو ساری قوت دل کے درست کرنے پر لگے گی اور ایسا آدمی اپنے مالک کے منشائے کے مطابق چلے گا اور وہ دل بڑا قیمتی ہے جو اپنے مالک کی منشا کے مطابق چلے۔

• ایک مرتبہ نگلہ اٹاوڑ (میوات) کے اجتماع میں دعا سے قبل ہونے والے بیان میں مسلمان اور غیر مسلم مخلوط تھے اور بڑی مقدار میں تھے۔ حضرت مولانا کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے دونوں کی رعایت فرماتے ہوئے اس طرح بیان کیا۔

"اللہ نے اس دنیا میں جتنی چیزیں بنائی ہیں وہ انسان کے لئے بنائی ہیں، تمام چیزیں انسان کے لئے ہیں لیکن انسان چیزوں کے لئے نہیں ہے۔ انسان دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ ایک جسم یعنی شریر، دوسرے روح یعنی آتما۔ اب اگر انسان صرف جسم کی فکر کرے تو روح والے حصہ سے یہ غافل ہو جائے گا اور جسم بغیر روح کے بیکار ہے روح اگر ہو لیکن جسم کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو پھر بھی کام چل جاتا ہے لیکن اگر جسم

toobaa-elibrary.blogspot.com

تندرست وسالم ہو اور اس میں روح نہ ہو تو یہ سارا جسم بیکار ہے۔ اگر محنت صرف بدن کے لئے ہو تو روح سست اور پژمردہ رہتی ہے۔ خالی بدن والی محنت کھانا پینا مکان بنانا، یہ تو جانور بھی کرتا ہے۔ اصلی انسانیت تو روح پر محنت کرنا ہے تاکہ یہ پاکیزہ خوشبودار بن جائے۔ روح کا تقاضا کھانا کپڑا اور مکان نہیں ہے بلکہ اپنے مالک خالق پروردگار بنانے والے اور پیدا کرنے والے کو جاننا پہچاننا اور اس کی بندگی کرنا ہے وہ راضی ہو جائے۔ روح کو سائنس والے نہیں بنا سکتے ہیں وہ تو بس اپنے بنانے والے کے پاس سے ہی آتی ہے۔ روح پر اگر محنت ہو تو یہ پاک صاف روشنی والی بنتی ہے۔ اور اس پر محنت دو طرح سے ہوتی ہے، ایک تو بندگی کرنا ہے۔ یعنی اپنے بندہ پنے کو ظاہر کرنا۔ پہلے یہ جاننا کہ وہ کس کا بندہ ہے تاکہ اسی کی عبادت کرے دوسرے یہ کہ بندوں اور مخلوق کے ساتھ بہترین رہن سہن ہو اور ان کو فائدہ پہونچانے والا ہو۔ اور یہ کام صرف خدا کے لئے بے غرض بن کر کرے اور مخلوق کو فائدہ پہونچائے تب تو یہ اخلاق ہیں اور اگر غرض کے ساتھ کرتا ہے تو وہ تو بیس روپے کا ملازم بھی کرلیتا ہے۔

روح پر محنت نہ ہو تو روح ناکارہ گندی بدبودار اور سیاہ بنتی ہے۔ روح کے تقاضوں کے پورا کرنے کی محنت کے لئے اپنے اپنے اوقات فارغ کرو۔ موت کے وقت پتہ چلے گا کہ روح کے تقاضے زیادہ ضروری تھے۔[1]

• رام گڈھ (نینی تال) کے ایک تبلیغی اجتماع میں متعدد غیر مسلم چودھری صاحبان ملاقات کے لئے آئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"دنیا سے انسان کے ساتھ صرف اس کے اعمال ساتھ جائیں گے موت کو چاہے ہم بھول جائیں لیکن وہ ہمیں نہیں بھولے گی۔ خدا کے لئے دین کے بارے میں اپنی جانوں پر ترس کھاؤ۔ موت آنے پر جب ضرورت آدمی کی سمجھ میں آتی ہے تو وقت نکل جاتا

---

[1] بموقعہ اجتماع نگلہ اٹاوڑ میوات، مورخہ ۱۸ صفر ۱۳۸۷ھ، ۲۹ مئی ۱۹۶۷ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔آج لوگوں کے پاس دین سیکھنے کے لیۓ وقت نہیں ہے سارا دن کارخانے میں لگ جاتا ہے۔ لیکن یہی آدمی جب دوسرے کارخانے کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس کو کھول دیتا ہے۔ خدا جانے اب اس کارخانے کے لیۓ کہاں سے وقت نکل آیا۔[1]

گھاسیڑہ (میوات) میں اجتماع کے موقع پر بعد عشاء چار سکھ صاحبان ملاقات کیلئے آئے۔ان آنے والوں میں ایک معمرّ اور مُرتاض بھی تھے۔چہرہ مہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ... ریاضت و مجاہدات کئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے سلام کے بعد حضرت جیؒ سے کہا کہ آج میرا قلب صبح سے کہہ رہا تھا کہ آپ سے ملنے چلو۔ لیکن میں ہجوم کی وجہ سے نہیں آسکا تھا۔ حضرت جیؒ نے ان چاروں صاحبان سے بڑی دیر تک فکر آخرت سے متعلق گفتگو فرمائی اور صحیح زندگی گذارنے پر مرنے کے بعد کی کامیابی کا یقین دلایا۔ اسی مجلس میں شیعہ مسلک کے ایک صاحب بھی آگئے۔آپ نے ان کو بھی شریک گفتگو فرماکر سب کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی۔[2]

برادرانِ وطن کے سامنے آپ مذہب اسلام کو کس قدر ہلکے پھلکے اور سادہ انداز میں پیش کرتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا۔

جناب الحاج بھائی خالد صاحب صدیقی علی گڈھ بیان کرتے ہیں کہ:

کچھ غیر مسلم حضرات ایک وفد کی شکل میں ہندوستان کے کسی صوبہ سے دہلی آئے ہوئے تھے۔ وہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر حاضری کے لیۓ بھی آئے کسی نے ان کو بنگلے والی مسجد میں بھی غالباً جانے کا مشورہ دیا تو ایسے وقت بنگلہ والی مسجد میں داخل ہوئے کہ حضرت جی نور اللہ مرقدہ جماعتوں کی روانگی کی ہدایات دے رہے تھے۔استقبال والوں نے انھیں حوض پر بٹھادیا، جہاں سے انھوں نے حضرت کی بات سنی جب دعا اور جماعتوں کے مصافحہ سے فارغ ہوکر آپ اپنے حجرہ میں تشریف لائے تو یہ وفد بھی ملاقات کے لیۓ حجرہ میں آگیا۔ وفد کے ایک صاحب جو متکلم تھے

---

[1] بموقعہ اجتماع رامگڈھ مورخہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ ۴ فروری ۱۹۶۸ء [2] بموقعہ اجتماع گھاسیڑہ ۲۱ ستمبر ۱۹۹۳ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے پہلے تو حضرت سے سنی ہوئی باتوں کی تحسین فرمائی۔ اس کے بعد کہنے لگے، کہ حضرت یہ باتیں آپ صرف مسلمانوں سے ہی کیوں کہتے ہیں یہ تو سارے انسانوں سے کہنے کی ہیں۔ اس پر حضرت نے برجستہ جواب دیا کہ مسلمان سن لیتے ہیں۔ اس لئے ان سے کہہ رہا ہوں۔ اگر تم سننے لگو تو تم سے بھی کہونگا۔ اس لئے کہ ہماری بات تو پورے عالم کے انسانوں کے لئے ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کہا کہ مذہب اسلام بڑا اچھا اور خوبیوں والا ہے مگر اس میں جانوروں کی ہتیا (ذبح) کر کے ان کا گوشت کھانے کی جو اجازت ہے وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس پر حضرت نے برجستہ فرمایا کہ بھائی اسلام کی جتنی اچھی اور خوبیوں والی باتیں سمجھ میں آگئی ہیں ان پر تو ہم اور تم دونوں عمل شروع کردیں اور جو سمجھ میں نہیں آتی ہیں ان کو آہستہ آہستہ سمجھتے رہیں۔ اور ہم لوگ ڈاکٹروں کے کہنے سے بھی تو بہت سے جانور جیسے مچھر مکھی وغیرہ کی ہتیا کرتے ہیں۔ اب اگر انبیاء کرام کے کہنے سے ایک خاص طریقے سے کچھ مخصوص جانور ذبح کر کے کھالیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن یہ بات بعد میں سمجھتے رہنا۔ پھر انھوں نے سوال کیا کہ حضرت اگر کوئی ہمارے ساتھ ظلم کرے تو کیا کریں؟ اس پر فرمایا کہ اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ معاف کردو، ورنہ اتنا بدلہ لے لو جتنا اس نے ظلم کیا ہے۔

وزراء و حکام اور اہل سیاست کو دعوت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس دعوتی و تبلیغی جدوجہد کا آغاز اُس زمانہ میں فرمایا جب کہ پورے ہندستان میں مختلف اور متعدد سیاسی تحریکیں زور وشور سے چل رہی تھیں۔ یہاں تک کہ مذہبی عنوان پر اٹھنے والی تنظیمیں اور جماعتیں بھی سیاست کی آلودگیوں سے اپنا دامن بچائے بغیر نہ رہ سکیں اور پھر بعد میں یہ ہوا کہ ان کا دین ان کی سیاست کے تابع ہو کر رہ گیا۔ ان تمام تنظیموں اور تحریکوں کا مرکز اور محور ہندوستان کا پایۂ تخت (دہلی) تھا۔ دعوت وتبلیغ کی یہ عالمگیر محنت بھی ہندوستان کے اسی پایۂ تخت دہلی سے اٹھی تھی۔ لیکن اللہ جل جلالہٗ کی حکمتِ بالغہ اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دینی بصیرت اور قرآن وسنت پر ان کی گہری اور دور رس نگاہ نے اس بلند مرتبہ کام کو صرف قرنِ اول کا ہیرا بنا کر رکھا اور ہر طرح کی آمیزش اور ملاوٹ سے اسکی حفاظت

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرما کر اس کو کلمہ و نماز، علم و ذکر، اکرام مسلم اور اخلاص نیت تک محدود کر دیا یہاں تک کہ جغرافیائی نقشوں پر ملکوں کے بننے اور ٹوٹنے، حکومتوں کے آنے اور جانے، سیاست اور اہل سیاست کے چڑھاؤ اتارنے بھی اُس حفاظتی حصار اور حد بندی پر کوئی فرق نہیں ڈالا، جو چھ نمبروں کے ذریعہ اس کے چاروں طرف قائم کیا گیا تھا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سیاست سے پہلے دعوت دینے کے قائل تھے۔ اور اس کے خلاف عمل کرنے میں اسلام اور مسلمان دونوں کا نقصان محسوس کرتے تھے فرماتے تھے۔

"اس امت سے صدیوں سے سیاست کی قوت و اہلیت سلب ہو چکی ہے اب مدتوں صبر و ضبط کے ساتھ دعوت کے اصول پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں میں نظم و اطاعت کی قابلیت اور قانون کی پابندی میں کام کرنے کی قوت پیدا ہوگی"

اسی لئے حضرت مولانا کی کوشش یہ رہتی تھی کہ تمام مذہبی و سیاسی تنظیموں و تحریکوں کے افراد اور نمایاں حضرات اس دعوت والے عمل میں جڑیں۔ اور دعوت کے اثر سے متاثر ہو کر اپنے ملی و قومی کاموں میں پختگی لائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نازک اور پُر آشوب دور میں بھی آپ نے اپنے رفقاء اور دعوتی احباب کو مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام وغیرہ جیسی جماعتوں میں بھی دعوتی عمل شروع کرنے کی ہدایت فرمائی اور آپ کی طبیعت پر اس کا اتنا غلبہ ہوا کہ جب بعض خواص اہل تعلق نے کچھ اندیشہ محسوس کرتے ہوئے اس میں توقف کی رائے دی تو حضرت مولانا نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو پوری صورتحال لکھ کر اس طرف متوجہ فرمایا کہ وہ ان خواص اہل تعلق سے رابطہ قائم کر کے اُن کے ذہنی خلجانات واشکالات دور کریں اس موقع پر جو گرامی نامہ حضرت مولانا نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو تحریر فرمایا تھا وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مکتوب حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب علیہ الرحمۃ کے قلم کا تحریر کردہ ہے:

مخدوم مکرم دام ظلکم العالی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے اس امر میں سخت اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تبلیغ کسی تحریک کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

(مثلاً لیگی واحراری) لوگوں میں نہ کی جائے کہ اتہام سے اختلاف کا اندیشہ ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن مقصد ہر شخص کو خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھے اس میں لگا دینا ہے اگر اس ڈر سے اس کو چھوڑ دیا جائے تو میرے نزدیک یہ کام بند کر دینے کے مرادف ہے۔ اس وہم کے دفعیہ کی صورت یہ ہے کہ ہر تحریک والوں میں مساوی طور سے کام کیا جائے۔ جس سے اشتباہ خصوصیت کا نہ ہو۔ جناب حافظ صاحب کو آپ اس کے جواب سے تسلی وتشفی اور اطمینان فرمادیں۔ (مکتوب محررہ ۲۳، ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۳، فروری ۱۹۴۰ء)

بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اس مکتوب کی اہمیت فوری طور سے محسوس فرماتے ہوئے اس طرف بھرپور توجہ فرمائی اور یہ مسئلہ حل کیا۔

(اسی طرح حضرت مولانا کا احساس وخیال یہ بھی تھا کہ اسلام کی رفعت وسربلندی کے لئے اقوام مغرب کو دعوت پہونچانا اور ان کو اسلام کی طرف لانا بہت ضروری ہے۔ اس کام کے لئے آپ کی نگاہِ انتخاب مولانا محمد علی جوہر پہ پڑی جو اپنی بلند مرتبہ شخصیت کے باوصف انگریزی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ گول میز کانفرنس میں شرکت سے کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا نے اس سلسلہ میں اُن کو جو مکتوب تحریر فرمایا وہ ان کی بے پناہ دینی تڑپ کا آئینہ دار اور ان کی روشن حیات کا زریں باب ہے —— یہ مکتوب جو حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کے قلم سے ہے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔[1]

مخدومی ومکرمی زید مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آں مخدوم کی قابلیت اور ذکاوت اور قدرت علی الکلام وہمدردی اسلام اس

---

[1] اس یادگار مکتوب پر تاریخ درج نہیں ہے لیکن یہ بات معلوم ہے کہ مولانا محمد علی جوہر نے گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے یہ سفر ۱۹۳۱ء میں کیا تھا —— اس طرح اس خط کی تقریبی تاریخ معلوم ہو سکتی ہے۔ اس مکتوب کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ اگرچہ اُس وقت برآمد نہیں ہوا، لیکن دنیا جانتی ہے کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے تیس سالہ دورِ امارت میں یورپ اور اقوام مغرب میں دعوت وتبلیغ کی گرم بازاری اور اس کی مقبولیت وقبولیت اسی مکتوب کی صدائے بازگشت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاکسار کے دل پر نہ آج سے سکہ جمائے ہوئے ہے بلکہ کامریڈ کی نیّر تابانی کے وقت سے جوہر شناس اور قدر دان ہے۔

اور شیخ الکل یعنی سیدی و مولائی حضرت شیخ الہندؒ کے زمانۂ نیازمندی اور آمد و رفت سامی کے برتاؤ نے اس خیال کو اور مضاعف اور مدلل کر دیا تھا۔ ہمیشہ سے اس پر زور اور انجمن کے اسلام کی کوئی بڑی گاڑی کھینچنے کی طرف طبیعت متمنی اور جویا رہی۔

کچھ زمانہ سے خاکسار کے ذہنِ نارسا میں یہ مضمون آ رہا ہے کہ کوئی قابل اور اہل شخص خاص اور معتدل طریقہ سے فطری اور اوسط الملل مذہب یعنی اسلام کی طرف اس یورپین قوم کو زور و قوت اور پوری توجہ اور کوشش کے ساتھ دعوت الی الحق کرے تو اسکے لئے آپ کے سوائے کسی پر نظر نہیں جمتی۔

اس وقت یہ قوم برسر اقتدار ہے اور ایک مدت سے حکمرانی کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت مع الخلق پر نظر کرتے ہوئے یہ بات خیال میں آتی ہے کہ اہلِ حکومت لوگوں کو دعوت الی الحق کئے جانے پر مدعوین کی دو راہیں ہوئی ہیں۔ دعوت الی الحق کو قبول کر کے فوز دارین اور دین خداوندی اور مذہب آسمانی کی ترو تازگی اور آب و تابانی اور یا اس دین سے استنکاف اور اعراض کر کے استیصال و بربادی اور ہمیشہ کے لئے خسران و نامرادی، غرض کوئی ایک معاملہ کا ان کے ساتھ متعین ہو جانا اسی دعوت الی الحق کی قبولیت اور اعزاز اور رد و انکار پر مبنی ہے"۔

اسی مدعا کے لئے یہ پہلا خط لکھ رہا ہوں خدا کرے یہ تخم ایک بار آور شجر کا ہو اور اس مراسلت کو مداومت بخشئے۔ اس کے واسطے پہلی بات اس طرز و طریق کا متعین کرنا ہے کہ جو اس کے لئے اختیار کیا جائے جس میں چند امور قابل لحاظ سمجھ میں آ رہے ہیں۔

اول یہ کہ مناظرے اور صریح کسی پر چوٹ کرنے سے محفوظ ہو۔

دوسرے جو خرابیاں اپنے مذہب کی ان کے ... دلوں میں بیٹھی ہوئی ہیں ان کا شافی جواب لئے ہوئے ہو۔ اور اپنے مذہب کی اصولی چیزوں مثلاً حسنِ تعلیم وغیرہ کی خوبیوں پر روشنی ڈال رہی ہو، باوجود اس کے مختصر ہونے کے بنا پر عام اشاعت کے قابل ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختصر چیز کی اشاعت آسان ہوتی ہے۔ غرضیکہ میں ایک نااہل شخص قابل و یگانہ زمانہ کو کیا متوجہ کروں کہ کن کن امور کی رعایت ضروری ہے۔ آپ خود مجھ سے اچھا سمجھ سکتے ہیں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس کے مالہٗ وماعلیہ پر کافی نظر کر کے کوئی طریق اول متعین کرلیا جائے اور پھر خدائے پاک وحدہ لاشریک لہ کی نصرت قطعیہ کا یقین کر کے خدائے پاک پر بھروسہ کرتے ہوئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی سرخروئی اور آخرت کا بہترین ذخیرہ سمجھتے ہوئے اس کام کو تن دہی سے شروع کر دیا جائے۔ پھر حق تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق حقاً علینا نصر المومنین، ان تنصرالله ینصرکم، کتب الله لاغلبن انا ورسلی، انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا۔ کشتی کو کسی کنارہ لگا ہی دیں گے۔ رائے سامی سے مطلع فرمائیں۔ والسلام۔

بندہ محمد الیاس عفی عنہ بقلم احتشام غفرلہٗ

اسی طرح دعوت و تبلیغ کے بارے میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا نظریہ اور طرز فکر یہ تھا کہ عوامی جد و جہد کے ذریعہ لوگوں کا مزاج دینی و ایمانی بنایا جائے اور اقتدار و حکومت حاصل کرنے یا دیندار طبقے کو کرسیٔ اقتدار پر بٹھانے کے بجائے اہل اقتدار و حکومت تک دین پہنچایا جائے تاکہ ان میں دینی شعور و مذہبی جذبا بیدار ہو جائیں اور وہ آخرت کو سامنے رکھ کر حکومت کریں۔

لیکن اس تبلیغی جد و جہد کی ستر سالہ تاریخ کی یہ بھی ایک حقیقت اور سچائی ہے کہ ارباب حکومت اور اہل سیاست کو انسانیت یا ایک ملت یا ایک امت ہونے کی بنا پر ان کا بھولا ہوا سبق ہمیشہ یاد دلایا جاتا رہا۔ عہدوں اور منصبوں کی بے وقعتی... بے حیثیتی اور اس کے مقابلہ میں انسانیت کی وقعت و حیثیت ہمیشہ پُر زور الفاظ میں ان کے سامنے بیان کی جاتی رہی، اپنے مالک کو جاننے پہچاننے اور پھر اس کی ماننے کو ہمیشہ مؤثر اور پر زور الفاظ میں سمجھایا جاتا رہا۔

اس طرز فکر کا یہ اثر اور نتیجہ ہے کہ سربرآوردہ سیاسی شخصیتوں، کرسی نشینوں اور اعلیٰ عہدہ داروں کو کبھی بھی امتیازی شان کے ساتھ نہیں بلایا گیا اور نہ ہی ان کی شان میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

قصائد پڑھنے کی نوبت آئی اور اگر اُدھر سے کچھ اشارہ بھی ہوا تو مہذب انداز والفاظ میں آداب شاہی اور رموز سلطنت سے اپنی ناواقفیت کا عذر پیش کر دیا گیا۔

(اس مسئلہ میں مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی (ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے یہ الفاظ بالکل مبنی بر حقیقت ہیں کہ:

"اس کام کے بانیوں نے اس کام کا مزاج ایسا رکھا کہ وہ اہل حکومت وسیاست کی نظر میں بے ضرر تھا۔ کیونکہ انھوں نے دعوت کے صرف مثبت اور تعمیری پہلو کو اختیار کیا اور وہ بھی انسانوں کی اصلاح اور ان کو اسلام کی اور ایمان وعمل صالح کی تعلیمات سے وابستہ کرنے کا کام، اس طرح اس جماعت کا کسی پارٹی سے یا کسی سیاست سے کوئی تعلق یا ٹکراؤ نہیں ہوا اسی طرح اس سے دلچسپی لینے والوں میں ہر سطح کے اور ہر طبقے کے لوگ شریک ہوئے۔ اس طرح جماعت کی اس غیر جانبداری کے سبب اس کے کام سے کسی کو بدگمانی یا مخالفت نہیں پیدا ہوئی۔"[1]

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے قائم کردہ ان نقوش قدم پر چلتے ہوئے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ بھی تمام عمر سیاست سے اپنا دامن بچا کر اصحاب سیاست اور اعیانِ حکومت کو دین واحیائے دین کی دعوت دیتے رہے اور خداشناسی وحق پرستی کی طرف بلاتے رہے۔

دین حق کی حفاظت وحمایت اور اس کی سربلندی کے لئے جدوجہد میں ان تینوں حضرات کا یہ طرز فکر اور سوچنے سمجھنے کا انداز وہی ہے جو حضرت مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہٗ کا تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ خود اس کی وضاحت اپنے ایک ملفوظ میں اس طرح فرماتے ہیں۔

"دین کا کام ایک تو ہے شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ کے طرز کا، لیکن اس میں دیکھو کہ ان کے ساتھ جو مجمع تھا وہ اولیاء کی صفات سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا۔ صحابہ کرامؓ سے

---

[1] ماہنامہ البنوریہ کراچی حضرت جی نمبر صفحہ ۱۷۶۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشابہت پائی جاتی تھی اور پھر ابتداء ہوئی بدعات اور فسق وفجور کے خلاف کوشش سے اور انتہاء کی سکھوں کے خلاف جہاد سے۔ آج اس وقت امت میں اس طرز کے کام کی استعداد نہیں ہے۔

دوسرا کام ہے دین کا حضرت مجدد الف ثانی کے طرز پر کہ نیچے سے اصلاح کرتے آؤ۔ اور اگر نیچے اصلاح ہو جائے تو کم از کم درجہ یہ ہوگا کہ اوپر والوں کا شر انہیں میں محدود ہو جائے گا۔ اور آخر میں وہ بھی ترکِ شر پر مجبور ہوں گے۔ اگر حکومت سے شر آیا ہے تو عوام میں جن میں کوشش کر سکتے ہو، ان کو شر سے خیر پر ڈال دو تو حکومت کا شر بھی ختم ہو جائے گا، جس طرح حضرتِ مجدد الف ثانیؒ نے حکومت کے علاوہ اس کے نیچے کو درست کرنا شروع کیا۔ آخر میں حکومت کا بھی شر ختم ہو گیا اور ان کی کوشش کے طفیل اکبر اور جہانگیر کی اولاد میں عالمگیر جیسے خادم شریعت پیدا ہوئے۔ ہمارا یہ کارِ تبلیغ حضرت مجددؒ کے طرز پر شر کو روکنا ہے اور خیر کی طرف موڑنا ہے۔

مذکور بالا نظریہ اور طرزِ فکر کے تناظر میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ذیل کے واقعات ہمیں پڑھنے کے لئے ملتے ہیں۔

(۱) :۔ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ (فروری ۱۹۴۷ء) میں مسٹر محمد علی جناح سے بعض تبلیغی احباب نے سندھ جا کر ملاقات کی اور اس دعوتی کام کی اہمیت وضرورت ان کو تبلائی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں اس ملاقات کی اطلاع حضرت شیخ کو اس طرح دیتے ہیں۔

"سندھ کے اس دفعہ کے کام پر جناح سے تبلیغی گفتگو حاجی عبدالحمید کی زبانی وفد کی صورت میں ہوئی، اظہار تاثر کیا اور کہا کہ یہ تو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کا کام ہے۔ باقی اس وقت مسلمانوں میں جو معاشی مصائب رائج ہیں، اس کا کیا علاج ہے۔ اس وقت اس سے زیادہ گفتگو خلافِ مصلحت سمجھی گئی۔ دوسری ملاقات پر اسکو ملتوی کیا گیا۔ اس کے بعد خیال تھا کہ علی میاں قریشی ملک صاحب ڈاکٹر ذاکر، مولانا احتشام تشریف لے جائیں وفد کی صورت میں وہاں کے لیگی ذمہ داروں کو اپنے یہاں دعوتیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ـــــــ دے کر اس کام کی طرف متوجہ کریں اس کے لئے پہلے بھی اس طبقہ میں مختلف جگہ دعوتیں دی جاچکی ہیں "۔

(۲) :- ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ (۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء) میں دہلی میں ایشیائی ممالک کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں افغانستان چین، سری لنکا، سعودی عرب، مصر، عرب لیگ، انڈونیشیا، ملیشیا وغیرہ ممالک کے مندوبین نے شرکت کی۔ مولانا محمد یوسفؒ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو ایمانی وتبلیغی دعوت پہونچانے کا قصد فرمایا۔ چنانچہ ان مندوبین سے رابطہ قائم کر کے دعوت دی گئی۔ اور ۵ جمادی الاول (۲۹ مارچ ۱۹۴۷ء) شنبہ میں ایک اجتماع جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی مرحوم کی کوٹھی پر منعقد ہوا۔ جس میں مختلف ممالک کے مندوبین نے شرکت کی۔ مولانا سید ـــــ ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی نے اس اجتماع سے مشترکہ طور پر خطاب فرمایا

- مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مکاتیب (بنام حضرت شیخ) میں اس اجتماع کا ذکر تذکرہ اس طرح ملتا ہے۔

"ہم لوگ اپنی سستی اور نااہلی کی بنا پر خطوط کے لکھنے اور فیوض کے حاصل کرنے سے کوتاہ رہے ہیں مگر امید یہ ہے کہ از خود کرم وعنایت کے ماتحت ہمارے لئے اور خصوصًا اس کام کے فروغ کے لئے دعائیں ضرور فرماتے ہوں گے۔

اس وقت ایک جماعت جس میں مولانا علی میاں، مولانا عمران صاحب، اور قریشی صاحب اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وغیرہ حضرات ہیں، کانفرنس میں آنیوالے حضرات غیر ملکی میں کام کر رہی ہے۔ اس وقت میں دعاؤں کی ازحد ضرورت ہے۔

(اقتباس مکتوب مولانا محمد یوسف صاحب)

- دھندلا سا ایک یہ خیال بھی دماغ میں چکر لگا رہا ہے کہ انگلینڈ سے جو وزراء آئے ہوئے ہیں اُن سے سیاسی مسائل پر گفتگوئیں ہو رہی ہیں۔ ایک مختصر وفد سیاسی مسائل سے علیحدہ ہو کر اسلامی دعوت لے کر ان سے ملاقات کرے۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس میں جو صورت بہتر ہو مقدر فرمائے ۔ جناب عالی خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہوں اس وقت انگریزی طبقہ کے لوگ کثرت سے آرہے ہیں اور یہ آنے والے اور ایسے لوگ جو اہل علم اور اس طبقہ والوں کے درمیان واسطہ ہوتے وہ کم ہوتے چلے جارہے ہیں ۔ جس سے بعض اوقات ڈر معلوم ہونے لگتا ہے ۔ اپنے بس میں تو حق تعالیٰ شانہ کے سامنے عرض کرنے کی بھی اہلیت نہیں ۔ فالی اللہ المشتکیٰ ۔

(اقتباس مکتوب مولانا محمد انعام الحسن صاحب)

کل ہفتہ کے روز ۲۹ مارچ کو قریشی صاحب کے یہاں تمام مسلمان نمائندوں کو چائے کی دعوت دی گئی ہے جس میں میرا عربی میں اور ڈاکٹر ذاکر صاحب کا انگریزی میں خطاب کرنا تجویز ہوا ہے ۔ اوقات سخت گھرے ہوتے ہیں ۔ ملاقات کرنیوالوں کا مہمانوں پر سخت ہجوم ہے ۔ کل مصری نمائندہ مصطفیٰ مومن صاحب نظام الدین آئے تھے عشاء کی نماز پڑھی اور مولانا یوسف صاحب کے حجرہ میں مولانا کی تقریر اور میری ترجمانی سنی ۔ آج جمعہ پڑھنا بھی وہیں موعود ہے ۔

(اقتباس مکتوب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی محررہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء جمعہ از مسجد سکریٹریٹ دہلی)

(۳) تقسیم ہند کے چند ماہ بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے پاکستان کا سفر کیا اور وہاں کے عام مجامع اور مجالس میں ببانگ دہل فرمایا کہ جو عذاب معاصی کی وجہ سے آرہا ہے اس کو تمھاری قواعد پریڈ، تمھاری توپیں اور بم کے گولے بھی نہیں روک سکیں گے اصل علاج اور تدبیر رجوع الی اللہ ہے ۔ اپنے اندر ایمان پیدا کرو۔

دہلی واپس تشریف لاکر آپ نے اپنی تقریر کے یہ الفاظ اپنی خصوصی مجلس میں بیان کئے تو ایک اہل تعلق نے کہا کہ اگر آپ راضی ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ آپ کو لے کر پنڈت جواہر لال نہرو سے ملوں اور یہ تقریری جملے خود آپ کی زبان سے ان کو سنواؤں اور اگر آپ نہ جاسکیں تو میں خود جاکر ان کو سناؤں ۔ اس پر فرمایا!

" ہرگز نہیں ، میں نے یہ بات پاکستان والوں سے کہی تھی ۔ آپ اگر پنڈت نہرو سے یا حکومت کے دوسرے ذمہ داروں سے بات کریں تو ان سے یہی کہیں کہ تمھیں اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملک کو صرف فوجی تیاریاں نہیں بچا سکیں گی۔ خدا کو راضی کرنے کی، ظلم کو ختم کرنے کی اور انصاف کو رواج دینے کی کوشش کرو تو تم بھی بچ جاؤ گے اور ملک بھی بچ جائیگا۔

(سوانح یوسفی لکھنؤ صفحہ ۳۰)

(۴) مولانا حکیم مشتاق احمد صاحب کٹھوری اسی نوع کا دوسرا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ:

"حکیم صاحب آپ کا پنڈت نہرو سے براہ راست تعلق ہے لہذا اس تعلق کا تقاضا ہے کہ ان کو دعوت دی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک وزیر اعظم اور دنیا کی چند شخصیتوں میں سے ایک ایسی شخصیت کو میں کیسے دعوت دینے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ وہ تو بڑے ہیں اور میں بہت چھوٹا ہوں یہ سن کر فرمانے لگے۔ "حکیم صاحب آپ بحیثیت کلمہ گو اُن سے بہت بڑے ہیں اور دعوت دے سکتے ہیں"۔ (سوانح یوسفی بجنور صفحہ ۱۰۱)

(۵) ایک مرتبہ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں قیام کے دوران وہاں کے سرکاری اور سیاسی سطح کے بہت سے خواص جمع تھے۔ ان کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوال کے جواب میں اتنا فرمایا تھا کہ کل بتاؤں گا۔ اس پر وحی آئی ولا تقولن لشیئٍ انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللہ، اور تمہاری زبان پر ہر وقت یہی رہتا ہے کہ ہم نے یہ کیا، ہم یہ کر رہے ہیں اور ہم یہ کریں گے، وہ کریں گے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر تم مرنا بھی چاہو تو اپنے ارادے سے مر بھی نہیں سکتے۔ خلق کی صفت صرف خالق میں ہے۔ پوری مخلوق اپنی پیدائش، تربیت اور بقاء میں ہر ہر مرحلہ پر خالق کی محتاج ہے۔

ایک مجلس میں فرمایا: "تم حضور کے نمونہ پر بننا شروع کر دو، جتنا بننا ہو گا بن جائیگا۔ اور جو بننے والا نہیں ہو گا اور بننے والوں کے لئے رکاوٹ بنے گا خدا اسے اس طرح توڑ دے گا جیسے انڈے کے چھلکے کو توڑ دیتا ہے۔ تم جن کو بڑی طاقتیں کہتے ہو۔ خدا کے نزدیک ان کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس دنیا میں پاکیزہ انسانوں کے نہ ہونیکی وجہ سے مکڑیوں کے بڑے بڑے جالے لگ گئے تھے۔ جب حضورؐ کی سعی سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاکیزہ انسان بن گئے تو خدا نے عذاب کی ایک جھاڑو سے روم و فارس کے جالے صاف کر دیئے تھے ۔ بالکل یہی صورت روس اور امریکہ کی ہو گی ۔

ایک دفعہ فرمایا ایٹم سے ڈرنا ایسا ہی ہے جیسے مشرکین اپنے پتھر کے بتوں سے ڈرتے اور امید رکھتے تھے ۔ ایٹم اور ایٹم والوں کی گردنیں قدرت کے ہاتھ میں ہیں ۔ ایٹم سے وہ ہو گا جو خدا چاہے گا ۔ فرعون بھی وھذہ الانہار تجری من تحتی ، کہا کرتا تھا ، مگر خدا نے اسی پانی کو اس کے غرق و بربادی کا سامان بنا دیا ۔

دعوت و تبلیغ اور حکومت و سیاست کے تعلق سے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے سوچنے اور سمجھنے کا طرز و انداز بھی بالکل وہی تھا جو آپ کے ہر دو پیش رو (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ) کا رہ چکا تھا ۔ امیر جماعتِ تبلیغ بننے سے پہلے بھی آپ اسی بنیاد پر سوچتے اور سمجھتے تھے ۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی حیات میں جب آپ امراء و روساء کو دعوتی و تبلیغی مکاتیب تحریر فرماتے تو اس میں بھی یہی پہلو سامنے رکھتے ہوئے صرف دعوت و تبلیغ کے دائرہ میں مکاتبت فرماتے تھے ۔ چنانچہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں جب ایک طویل مکتوب آپ نے نواب ذوالفقار علی کو تحریر فرمایا تو پہلے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں اس کو تصویب و تصدیق کیلئے بھیجا اور لکھا کہ چار اصول اس خط میں ملحوظ ہیں ۔ (۱) ان کی تعظیم ۔ (۲) اپنا استغناء ۔ (۳) تبلیغی رغبت ۔ (۴) اپنا تکبر سے بچنا ـــــ خوش قسمتی سے ہمیں اس موقع پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی ایسی اہم اور قیمتی تحریر دستیاب ہے جو آپ کے امیر جماعت تبلیغ بننے سے چودہ سال قبل کی ہے اور وہ اسی بلند پایہ فکر و سوچ کی حامل اور آئینہ دار ہے ۔

اس تحریر کی مختصر تاریخ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ مملکت پاکستان کے قیام کے سوا سال بعد وہاں کے ایک ذی مرتبت عالم دین نے سو سے زائد علماء و مفتیان کرام سے صلاح و مشورہ کے بعد اپنے ملک میں دینی و مذہبی کام کا نقشہ بنا کر ایک سوالنامہ مرتب کیا اور اس کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت مبارکہ میں بھیج کر مشورہ طلب کیا ۔ آپ نے وہ سوالنامہ مولانا انعام الحسن صاحب کی خدمت میں دہلی بھیجتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان سوالات کے نمبر وار جوابات لکھ دو۔ چنانچہ آپ نے پورا سوالنامہ بہت غور وفکر کے ساتھ ملاحظہ فرما کر اس کے جوابات نمبر وار مرتب فرمائے اور حضرت شیخ کی خدمت میں ارسال کئے حضرت شیخؒ نے اس مکتوب کو ملاحظہ فرما کر اپنی پسندیدگی ظاہر فرمائی اور اس کے مندرجات کی تائید کی ذیل میں یہ سوالنامہ اور حضرت مولانا کے تحریر کردہ جوابات پیش کئے جاتے ہیں اس سوالنامہ پر ۸ر شوال ۱۳۷۰ھ (۱۳ر جولائی ۱۹۵۱ء) کی تاریخ مرقوم ہے۔

سوالنامہ

(۱) مسلمہ اسلامی فرقوں کے مقتدر علماء کو جمع ہو کر اپنے فروعی اختلافات کی حدود مقرر کر لینا چاہئیں اور ان اختلافات کی وجہ سے باہمی مخالفت کو بالکل ترک کر دینا چاہئے۔ اور اس کا عہد کر لینا چاہئے کہ خاص یا عام مجالس میں ایک دوسرے کی بیجا تغلیط اور سب وشتم نہ کیا جائے گا اگر کسی کی کوئی غلطی معلوم ہوگی تو نرمی اور خیر خواہی کے لہجہ میں اس پر تنہائی میں متنبہ کیا جائیگا۔ اور مخاطب اس کا تہیہ کر کے غور سے سنے کہ اگر غلطی کا علم ہو گیا تو اپنے خیال سے رجوع کر لیا جائے گا۔ اور اگر اختلافی مسائل میں سے کسی مسئلہ کو کوئی حاجتمند دریافت کرے تو اپنا مسلک بیان کر دیا جائے۔ دوسروں پر تنقید نہ کی جائے۔ نہ ایک دوسرے کی مخالفت میں جلسے کئے جائیں۔ اپنے فرقے کے دیگر علماء اور عوام کو سمجھانا اور اس طے شدہ راستہ پر لانا حضرات شرکاء کے ذمہ ہوگا۔

(۲) :۔ فتویٰ دینے کا اختیار ہر مولوی کو نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ سب حضرات علماء مل کر ہر علاقہ کے لئے مفتی کا تعین فرما دیں تاکہ صرف ان ہی صاحب کا فتوی معتبر ہو اور ان ہی مفتیوں میں سے ایک جماعت ایسی بنا دی جائے جو کسی اہم مسئلہ کے پیش آجانے کے وقت جمع ہو کر مشورہ سے فتویٰ دے۔ اس جماعت کا ایک شیخ بھی ہو۔ پھر کثرت رائے سے یا شیخ کے قول پر (جو شرعی طریقہ پر مقرر کیا جائے) جو فتویٰ ہو جائے، اسی کے پابند عملاً سب ہوں۔ اس کے خلاف اپنی رائے کا بھی اظہار نہ کیا جائے اور کسی علاقہ کے مفتی کے معذور یا فوت ہو جانے کے بعد یہی کمیٹی مشورہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس علاقہ کے لئے دوسرا مفتی تجویز کرے۔

(۳) : یہ مسلّم ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا بلکہ بذریعہ اخلاق پھیلا ہے۔ لہذا علماء اور مشائخ کو اپنے کو اخلاقِ محمدی کا نمونہ بن کر دکھلا دینا ضروری ہے۔ تاکہ تمام مسلمانوں کے اخلاق اسی نمونہ کے مطابق ہو جائیں۔ اخلاق میں سے خدمتِ خلق استغناء، ایثار، قناعت، صبر، شکر، وفائے عہد، حسنِ معاملہ، ادائے حقوق، حب فی اللہ، بغض فی اللہ، توکل وغیرہ اخلاق کو زیادہ نمایاں کیا جائے۔

(۴) : مشورہ سے نصابِ تعلیم، اور طرزِ تعلیم ایسا مقرر کیا جائے کہ ایک فارغ التحصیل طالب علم مدرس، مفتی، خطیب، قاضی، محتسب، سفیر، وزیر، صدرِ سلطنت بھی ہو سکے۔

(۵) : تبلیغ کے لئے مشورہ سے ایک طریقہ مقرر کر لیا جائے تاکہ ہر جگہ طریق تبلیغ ایک ہی ہو اور ایک ادارہ مبلغین کی تربیت کے لئے قائم کیا جائے۔

(۶) : تبلیغ صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی کی نہ ہو، ان کے ساتھ ہر طبقہ کو اس کے مناسب بھی تبلیغ کی جائے، مثلاً تاجروں کو کم تولنے، مال خراب نہ دینے، مال میں عیب کو ظاہر کر دینے، بلیک مارکیٹ نہ کرنے وغیرہ کی۔ خریدار کو مسلمان ہی سے خریدنے کی، مزدوروں قلیوں کو خواہ مخواہ زائد مزدوری بتا کر جھگڑا نہ کرنے کی، عام لوگوں کو مزدوری پوری دینے کی، ملازموں اور چھوٹوں کو کام پورا کرنے اور اطاعت کی، آقاؤں اور بڑوں کو شفقت اور رفق کی، فوج، پولیس اہلِ دفاتر، مہاجر، انصار۔ غرض اسی طرح ہر طبقے کو اس کے مناسب تبلیغ ہو۔

(۷) : تبلیغ کا کام کم از کم ایک سال تک ایک مہم سر کرنے کے طور پر کیا جاوے، اگر دوسرے کام اس کی وجہ سے ایک سال کے لئے مؤخر بھی ہو جائیں تو پروا نہیں۔

(۸) : ایک جماعت علماء کی ایسی ہو جو شرعی ضروریات کے علاوہ پبلک کی دنیاوی ضرورت پر بھی نظر رکھے کہ عوام کو ان حضرات تک پہونچنا سہل ہو۔

(۹) : ہر پاکستانی کے ذہن نشین یہ خوب اچھی طرح کر دیا جاوے کہ وہ جس کام میں مشغول ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو ملک کا کام سمجھ کر کرے اور اپنے کو شریک سلطنت سمجھے۔ اگر صدر جمہوریہ ہے وہ بھی سلطنت کا کام کر رہا ہے، صناع بھی، تاجر بھی، کاشتکار بھی، حتیٰ کہ ایک گھسیارہ بھی اور لکڑ ہارہ بھی۔

(۱۰) : مشورہ سے معاشرت کا بھی ایک طریقہ متعین فرما دیا جاوے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو۔ فقط

جوابات از حضرت مولانا محمد انعام الحسن ؒ

امور مذکورہ مجوزہ بالکل صحیح اور درست ہیں جو اہل پاکستان ہی کیا تمام مسلمین عالم کے لئے موجب فلاح ہیں۔ اسلامی جذبات و اعمال کا جس قدر بھی وجود ہو جائے وہ مخلوقات کے لئے جالبِ رحمت اور نعمائے خداوندیہ کا دلانیوالا ہے۔ لیکن یہ دور جس میں اسلامیات اور جذبات اسلامیہ سے بُعد روز افزوں ہے، ان امور کی طرف متوجہ ہونے اور ان کی استعداد پیدا ہونے کے لئے ابتداءً اسی عمومی جدوجہد کی ضرورت ہے، جس سے اس طرف میلان اور اس کو اپنی عقبیٰ کی فلاح محسوس کرنے لگیں۔ جس کے لئے کم از کم ارکان اسلام کا صحیح نہج پر اہتمام اور کما حقہ ادا کرنے کا ذوق ایسا عام ہو جائے کہ کوئی کلمہ گو اس سے بے فکر نہ ہو کر ارکان ہی پر شعبہ حیات کے ابواب خیر ہیں۔ اور اس عمومی جدوجہد میں اخلاق نبویہ اور اتباع کی پوری کوشش کی جائے تاوقتیکہ جذبات کا عمومی یہ رخ نہ ہو جائے۔ ہر طبقہ کے اسکے مناسب امور کی طرف متوجہ کرنا اشکالات پیدا کرنیوالا ہے۔ چنانچہ!

۱: میں جب تک ان جذبات بالا کی روح موجزن نہ ہو اجتماع کسی حدِ جامع پر دشوار ہے کہ مناظرات و مجادلات اور احقاقِ حق سے اب تک کسی مسئلہ پر بھی اتفاق نہ ہو سکا۔ نیز حقانی طبقات میں باوجود فرقے کے اتحاد کے کسی ایک طرز پر اجتماع نہ ہو سکا۔

۲ : ایسے ہی نمبر ۲ میں طبقات کو چھوڑ کر افراد میں اختلافات کی کثرت باوجودیکہ مفتی ہونے کے لئے شرائط و قوانین مضبوط ہیں، اہل پر اجتماع دشوار ہو رہا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳ : بہت ضروری ہے ۔ اگر کچھ بھی افراد حقیقۃً نمونہ بن جائیں تو اخلاق محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں چونکہ ذاتی کشش ہے ۔ وہ خود دوسروں کے لئے جاذب اور باعثِ رغبت ہوں گے ۔ لیکن اس کی رہنمائی اور ہر موقع کے اخلاق کی معرفت اور اس کے طرز استعمال میں حقیقت شناسی کے لئے جس بصیرت اور استعداد کی ضرورت ہے وہ بھی کسی استحقاق کی طالب ہے ۔

۴ : اس تعلیم ہی سے پہلے دور میں ان اوصاف کے حامل لوگوں کی پیداوار ہوتی تھی جو حضرت سید شہید اور آپ کی جماعت کے دیگر رفقاء پر نظر کرنے سے بخوبی واضح ہے لیکن اب باوجود کتابوں میں اضافہ ہونے کے کسی وصف کو بھی پیدا کرنے والا اپنے علوم سے نہیں ہوتا ۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی اور ایسی خامی ہے جو اس کے لئے مانع بنی ہوئی ہے ۔ وہ بظاہر عمومی فضاء کا ان جذبات اسلامیہ کے معارض ہونا ہے ۔

تاوقتیکہ عمومی فضا اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو اسلامی طرز سے کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائے ۔ علماء کا ان اوصاف کا حامل ہونا بھی عوام سے وابستگی کا مروجہ دنیوی مغربی طریقہ کے بغیر دشوار امر ہے ۔

۵ : ۔ آج کل جو دین کا انحطاط ہے وہ اس قدر ہے کہ ہر شعبہ مستقل محنت اور پوری مساعی کا محتاج ہے اور دین کا کام کرنے والے کفایت کے درجہ میں بھی نہیں جو شخص کسی دینی چیز کے احیاء میں ساعی ہے وہ اپنے اپنے درجہ میں ضروری ہے جب تک کسی طرز تبلیغ کو تجربہ سے ایسا نہ پایا جائے جو جذباتِ ایمانیہ، اعمالِ اسلامیہ، اخلاقِ نبویہ کے لئے باعث فروغ ہو، اس وقت تک ان دینی کام کرنے والوں کو پابند نہ کیا جائے ۔ مبادا یہ دینی کام کرنے والے جو اقل قلیل ہیں، یکسو ہو کر اور اپنے طرز کو چھوڑ کر اس ٹوٹے پھوٹے کام سے بھی جاتے رہیں ۔ اور نیا طرز تجربہ سے کچھ زیادہ کامیاب اور سود مند ثابت نہ ہونے سے وہ بھی رہ جائے ۔

۶ : ۔ جب تک عمومی جذبات اپنے ما علیہ کی ادائیگی کے رضاء خداوندیہ کے ماتحت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہونے کے نہ ہو جائیں، یہ صورت زیادہ کارگر نہیں محسوس ہوتی۔ لہذا اگر ارکان ہی کے صحیح نہج پر پابندی اور اہتمام عمومی ہونے تک محدود رکھا جائے۔ بلکہ اس میں بھی اگر بعض کو اقدم اور اہم سمجھ کر ظاہری و باطنی امور سے وابستگی تک محدود کر لیا جائے۔ تو دیگر ہر شعبہ کے فرائض تدریجی زیادہ کئے جا سکتے ہیں۔

۷ :۔ کم از کم ارکان کے عمومی اہتمام و پابندی تک اس مہم کو کیا جانا خواہ ہر کام مؤخر کرنا پڑ جائے۔

اس میں علماء کو اگر دنیوی ضروریات کے لئے دنیوی طرق اختیار کرنا ہے، تو پھر علماء کے بجائے اُن طرق کے جاننے والے ہی انسب ہوں گے۔ اور علماء کو ان سے یکسو ہونا ہی زیبا اور مستحسن سمجھ میں آتا ہے۔

۹ :۔ بجائے اس کے اگر ہر شخص کو فرائض سمجھائے جائیں کہ اس کے ذمہ کتنی انواع کے فرائض ہیں اور ان کی ادائگی بھی منجملہ رضائے الٰہی ہے۔ ان کی رضا کے لئے دیانت و امانت اور کماحقہ ادائیگی ضروری ہے اور یہ بھی سابقہ جذبات واستعداد پر موقوف ہے صرف مناہی اور شریعت کے خلاف سے روکدینے کے علاوہ کسی ایک طرز کو متعین کر دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان امور کے لئے ایک امام وقت اور امیر شریعت کی ضرورت ہے۔ اللہ جل شانہ اسلام اور مسلمین کے لئے خیر فرمادیں۔ والسلام۔ محمد انعام الحسن نظام الدین دہلی

• یہ بات عالم آشکارا ہے کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے زمانہ امارت میں دعوت و تبلیغ کا دائرہ مسلسل پھیلتا اور بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کو ایک عالمی وسعت و پذیرائی اور بین الاقوامی شہرت، واہمیت، حاصل ہو گئی۔ اعداد و شمار کے مطابق آپ کی حیات میں دنیا کے ایک سو سے زائد ملکوں میں دین کی یہ عظیم الشان محنت اپنے تمام اصول وضوابط اور بیش قیمت جذبات کے ساتھ مسلسل اور متواتر ہو رہی تھی اور خلق خدا کی زندگی میں اس کے اثرات و نتائج نمایاں طور پر محسوس کیے جا رہے تھے اس عمومی وسعت وشہرت کی بنا پر آپکو اصحاب مملکت، اعیانِ حکومت، والیانِ ریاست اور اعلیٰ حکام کو انسانیت کی فلاح و بہبود والے طور وطریق اختیار کرنے اور ان کو آخرت والی زندگی کی طرف متوجہ کرنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے مواقع بہت زیادہ میسر آئے اور آپ نے اپنی خداداد توفیق وہمت سے کام لیکر کسی خوف وخطر کے بغیر انتہائی ہمدردانہ ومخلصانہ انداز میں دنیا کی چمک دمک پر یقین رکھنے والوں کو آخرت کی فکر، مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین اور اس میں حقیقی کامیابی کا ہونا بتلایا اور انکو طریقۂ نبوی پر اعمالِ خداوندیہ میں دل کا سکون اور راحت ملنے کا درس ــــ دیا۔

آپ کے بتیس سالہ طویل اور وسیع دور میں اس پیغام الٰہی اور اس فریضۂ دعوت کی ادائیگی کے صدہا روح پرور اور ایمان افروز واقعات پیش آئے۔ نمونہ کے طور یہاں ان میں سے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۶ء (۱۰ رجب ۱۳۸۶ھ) میں وزیر صحت حکومت ہند کا ایک خط آپ کے نام آیا جس میں ہندوستان میں انسانی آبادی کے اضافہ پر فکر وتشویش ظاہر کرکے ملک کا اقتصادی اعتبار سے کمزور ہونا اور خاندانی منصوبہ بندی اس کا واحد حل ہونا بتلایا گیا تھا۔ حضرت مولانا نے اس خط کے جواب میں اس مسئلہ کا دینی وشرعی پہلو اور انسانیت کی صلاح وفلاح کا طریقہ کار مفصل انداز میں تحریر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمادیا کہ اس مسئلہ کا حل روحانی غذا ہے، جسمانی غذا نہیں ہے ــ یہ مکتوب گرامی یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدین دہلی۔

محترمہ وزیر صحت صاحبہ۔ آپ کا خط پہونچا۔ جس میں پیدائش کے مسئلہ میں تشویش کا تذکرہ تھا اور اس مسئلہ کے حل کے لئے چند تجاویز بھی تحریر کی گئی تھیں لیکن مسئلہ صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ ہمیں نہایت گہری نظر سے اس کے بارے میں مطالعہ کرنیکی ضرورت ہے۔ جہاں تک دنیا میں انسانوں کی پیدائش کا مسئلہ ہے وہ ایک فیصل شدہ امر ہے۔ جتنے انسانوں کا آنا ہے اتنے اس دنیا میں آکر رہیں گے ہم اس کے کم کرنے کی جتنی بھی کوشش کریں اس میں کمی نہیں ہوسکے گی۔ اس صورت میں ہم اپنے اوپر ایک بوجھ اور بڑھا رہے ہیں جس کا نتیجہ کچھ نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ کی پیداوار۔۔۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیدائش انسان کے لئے کافی ہو، اس کی بھی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی، بارش کی قلت یا طوفان کی کثرت سے ایسا ہوسکتا ہے کہ غلہ کی پیداوار بالکل ہی نہ ہوتو اگر کھانے والوں کا کم ہونا ہی اس کا علاج ہے تو ایسی صورت میں جتنے پیدا شدہ ہیں ان کا کیا کیا جائے گا؟ اس لئے اس مشکل کا حل صرف یہ ہے کہ انسان زندگی گذارنے میں سادگی اختیار کریں سادہ زندگی گذارنے میں جہاں عیاشی کی زندگی سے حفاظت ہے وہاں انسان میں کردار کی بلندی بھی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب انسان سادہ زندگی چھوڑ کر عیاشی کی زندگی اختیار کرتا ہے تو حیوانی اور بہیمانہ اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں۔ بہیمانہ زندگی میں کبھی بھی انسان کی فلاح نہیں ہوسکتی۔ تمام بہیمانہ باتیں، ہمدردی کا فقدان، غمگساری کا عنقا ہونا اور نفع اندوزی اور دوسروں کو نفع رسانی کے جذبات سے متوحش ہونا، یہ باتیں وجود میں آتی رہیں گی اور انسانیت مشکلات میں گھرتی چلی جائے گی۔ اس سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ وہ یہ کہ اپنے اعلیٰ کردار کی کوشش میں لگ کر اور اسی کو محنت کا میدان بنا کر انسانیت کے مقام کو حاصل کرلیں۔ جب عالم میں انسانیت کا وجود ہوگا تو قدرت کی طرف سے پیداوار میں برکت ہوگی اور قدرت ہی کی طرف سے جب تک انسانیت کے فلاح کی صورتیں پیدا نہ ہوگی، ہماری تمام کوششیں بے سود رہیں گی، غذائی مسئلہ کا ہی نہیں بلکہ تمام مسائل کا حل انسان کے انسان ہی بننے میں ہے۔ انسان دو چیزوں سے مل کر بنا ہے۔ ایک جسم، ایک روح۔ اور ان دونوں چیزوں میں روح اصل ہے۔ اگر انسان جسم کے اعتبار سے بالکل صحیح سالم ہو اور روح نہ ہو تو وہ جسم بیکار ہے۔ اس سے کوئی منفعت حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہ غذائی مسئلہ صرف جسم سے متعلق ہے۔ روح کی غذا انسانی کردار ہے۔ اگر انسان اپنی روح کے اعتبار سے قوی ہے تو جسم کے غذا کی قلت زیادہ مضر نہیں اور اگر جسم خوب تنومند ہو اور روح مردہ ہو تو انسان کبھی بھی چین حاصل نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اصل مسئلہ جو تمام مسائل کا حل ہے وہ روحانی غذا کا مسئلہ ہے جس کی اس زمانہ میں ہر شخص کو حاجت ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس لائن کی سب سے پہلی کڑی اپنے مالک اور پیدا کرنے والے کو پہچان کر اپنا کردار اس کی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا ہے۔ جب ہم اس کو راضی کرنے میں کامیاب ہوں گے تو وہ بھی خوش ہو کر ہمارے تمام مسائل کو حل کر دے گا۔

بندہ محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۳، نومبر ۱۹۶۶ء

(۲) ملک شام کی ایک دینی و دعوتی شخصیت نے سانحہ بیت المقدس سے متأثر ہو کر حضرت مولانا کو ایک خط جس میں کچھ تجویزیں اور اسکیمیں مادیات اور مالیات سے متعلق تھیں، تحریر کیا۔ حضرت مولانا نے اس کا جواب تحریر فرما کر ان کو ظاہر سے حقیقت اور مادیت سے روحانیت کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اور سمجھایا کہ یہ ظاہری تدبیریں ہماری مشکلات کا حل نہیں ہیں بلکہ اصل اور صحیح حل رجوع الی اللہ انابت اور نصرت الہیہ کو کھینچنے والے اعمال ہیں۔ یہ مکتوب گرامی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ ظاہر بیں طبقہ کے لئے یہ مکتوب آج بھی سرمۂ بصیرت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ نے جس نکبت و مصیبت خاصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کون دردمند ایماندار ایسا ہوگا کہ جس کو اس کا درد نہ ہو اور اپنے ایمان کی بقدر اس کو تکلیف نہ پہونچی ہو۔

لیکن ظواہر کو دیکھ کر ظواہر ہی طرف متوجہ ہونا، یہ حقائق سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔ غور اگر کیا جائے اور حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو اس تمام سانحہ کے جو حقیقی اسباب ہیں جب تک اُن اسباب کا تدارک نہ کیا جائے گا اس وقت تک خطرہ ہے کہ اس سے زیادہ خدا نہ کرے کہ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اگر ظواہر ہی کی کوشش میں لگا جائے تو ظاہر بیں لوگوں کے مقابلہ میں ہم ظواہر میں برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان وجوہ واسباب میں فکر کرنا ہے جن سے خدا کی تائید و نصرت شامل حال ہو، اگر خدا کی نصرت شامل ہے تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس لئے ہماری دردمندانہ درخواست یہ ہے کہ جو حضرات متدینین ہیں اور جنکو حقیقی درد ہے وہ اپنی تمامتر محنتوں اور تمامتر طاقتوں کو خدائی نصرت کے اسباب کے پیدا ہونے والی چیزوں میں صرف کریں۔ یہی اصلی ہمدردی اور حقیقی مدد ہے۔

اور یہ جو ظاہری تدابیر آپنے تحریر فرمائی ہیں یہ اُن لوگوں کے حوالے کر دیں جو حقائق نہیں پہچان سکتے اور جن کی پرواز ظواہر سے اوپر نہیں ہے اور اسی کو وہ حقیقی امداد سمجھتے ہیں۔ فقط بندہ محمد انعام الحسن

(۳) آپ کی امارت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ پاکستان کا سفر درپیش تھا۔ ویزا کے لئے قانونی مراحل کی تکمیل ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں حکومت ہند کی وزارت داخلہ نے تحریری طور پر آپ سے اس سفر کی وجہ اور اس کا مقصد دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں جو گرامی نامہ ارسال فرمایا اس میں ایمان ویقین اور مرنے کے بعد کی زندگی کو بہت حسن وخوبی کے ساتھ تحریر فرماتے ہوئے انسانیت کے بگاڑ وفساد اور اس کام کے ذریعہ اس کے سدھار کی کوششوں کو واضح کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے سفر وحضر کا مقصد اس کام کو قرار دیتے ہوئے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ ہم جہاں جائیں گے اور جہاں رہیں گے یہی آواز لگاتے رہیں گے۔

اس مکتوب گرامی کی پوری نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چٹھی وصول ہوئی، ہمارے اس سفر کا مقصد اعزہ واحباب سے ملاقات، بعض اعزا کا بیمار ہونا اور ملاقات کا اشتیاق اور مذہبی اجتماع میں شریک ہونا ہے۔

یہاں بھارت میں بھی چونکہ سفر کی مشکلات اور بار بار آمد ورفت کی سہولت مہیا نہیں ہے اس لئے ایک سفر میں کئی چیزیں اور کئی اسباب جمع ہو جاتے ہیں تو سفر اختیار کیا جاتا ہے۔ نیز دنیا کی زندگی کا وقت بھی بہت تھوڑا ہے۔ ہر انسان کو مرنا ہے۔ موت کے بعد اس دنیا میں جیسا کردار اور جیسے عمل کئے ہوں گے۔ ویسا ہی اس کو بھگتنا ہوگا۔ اس دنیا کی زندگی میں انسان کے ساتھ جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ اس کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعمال واخلاق کے مطابق ہی پیش آتا ہے۔

آج پوری دنیا میں جو ایک ہماہمی اور عام اضطراب اور بے چینی اور پریشانی ہے جس سے دنیا کا کوئی خطہ بچا ہوا نہیں ہے۔ خواہ یورپ ہو یا ایشیا، افریقہ ہو یا امریکہ، عرب ہو یا عجم، اور انسان کا کوئی طبقہ، خواہ غریب ہو یا سرمایہ دار، تاجر ہو یا کاشتکار، ہر ایک اس پریشانی میں مبتلا ہے۔ جس کی واحد وجہ انسان کا اپنے اعمال و کردار میں.. مفلس ہو جانا ہے۔ اس کا واحد علاج انسان کے اعمال و اخلاق کی درستگی ہے۔ یہ جتنا بھی پورے عالم میں بگاڑ ہے یہ انسان کے بگاڑ کی وجہ سے ہے۔ جب تک انسان میں سدھار نہیں ہوگا دنیا میں سدھار نہیں ہو سکتا، پوری دنیا کے انسانوں کو اس طرف متوجہ کرنا اور اسی سبق کو یاد دلانا ہم اپنا انسانی فریضہ سمجھتے ہیں اور ہر انسان جس کے اندر انسانیت کا تھوڑا سا بھی شعور ہے وہ اس وقت میں اس پکار کو وقت کی پکار اور اہم ترین ضرورت محسوس کرے گا اس کیلئے نہ کسی دولت کی ضرورت ہے اور نہ کسی حکومت کی ضرورت ہے بلکہ اس کے لئے صرف ضمیر کی بیداری کی ضرورت ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکتا ہے اور جہاں تک پہونچایا جا سکتا ہے، ہم اس پکار کو پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی ہمارے سفر و حضر کا وظیفہ ہے۔ جہاں جائیں گے، جہاں رہیں گے یہ آواز لگائیں گے۔ فقط والسلام۔

بندہ انعام الحسن

(۴) ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ (جولائی ۱۹۶۷ء) میں حکومتِ عراق کی جانب سے ایک خصوصی وفد مختلف ممالک کا دورہ کرتے ہوئے دہلی پہونچا اور یہاں کے مختلف اداروں اور جامعات کا معائنہ کیا۔ مرکز نظام الدین آمد پر حضرت مولانا نے اس وفد کا بھرپور اعزاز و اکرام فرمایا اور پھر ان کو براہ راست مخاطب بنا کر رحمتِ خداوندیہ کے دنیا میں نزول کی شرائط اور انسان کی کامیابی کے حقیقی اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اسباب دو قسم کے ہیں ظاہری اور حقیقی۔ ظاہری اسباب جس قدر ہیں ان کے ساتھ اگر حقیقی اسباب مل جائیں تو یہی موجودہ اسباب مسلمانوں کے لئے بہت کافی ہیں کیونکہ حقیقی اسباب رحمت خداوندیہ اور نصرت الٰہیہ کو شامل حال کرنے والے ہیں۔ خدا کی نصرت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ پھر کوئی چیز غالب نہیں ہو سکتی۔ اور بغیر نصرت خداوندیہ کے تمام ظاہری اسباب بھی کامرانی اور کامیابی کی وجہ نہیں ہو سکتے۔ امت اسلامیہ کی ظفرمندی و کامیابی صرف دین پر موقوف ہے اور اسباب بقدر ضرورت ہی اختیار کرنے کی چیزیں ہیں"۔

عراقی وفد سے ہونے والی یہ گفتگو حضرت شیخ رحؒ کو تحریر فرمانے کے بعد حضرت مولانا نے اپنے گرامی نامہ میں مزید یہ سطور بھی تحریر فرمائی ہیں:

"بندہ نے ان سے کہا کہ وہ واپس اپنے ملک جاکر یہ بات خوب قوت سے کہیں، بظاہر تو بہت متأثر تھے۔ ابتداءً تو انھوں نے اقتصادی، سیاسی، اجتماعی ضرورتوں سے کی تھی، لیکن پھر بندہ کی گفتگو سننے کے بعد وہ حضرات فرمانے لگے کہ اصل حقیقت یہی ہے جو آپ بتلا رہے ہیں۔

(۵۱) ایک موقعہ پر ہندوستان کا مسلمان جبر و تشدد اور ظلم و بربریت کا زبردست نشانہ بنا ہوا تھا۔ ظلم جب حد سے بڑھا اور جلالِ خداوندی جوش میں آیا تو ظالم کانپ اٹھا۔ اور کسی نہ کسی طرح حضرت مولانا سے رابطہ کر کے اپنے لئے دعا چاہی اور اس ذلت و ناکامی سے نجات ملنے کا طریقہ دریافت کیا۔ آپ نے وقت اور موقعہ کی سنگینی اور خطرات کے احساس کے باوجود ایمانی غیرت و حمیت کا حق ادا کرتے ہوئے اس کو صاف لفظوں میں اسلام اور ایمان کی دعوت دی۔ یہ پوری تفصیل حضرت مولانا اپنے قلم سے حضرت شیخ رحؒ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"سابقہ مسماۃ ظالمہ اور ان کا بچہ آج کل بہت پریشان ہیں۔ میرے پاس پیغام آیا تھا کہ کچھ بتاؤ۔ بندہ نے کہلوا دیا کہ ظلم کا ساتھی بھی ظالم ہی کے ساتھ قدرت کے انتقام میں آجاتا ہے۔ اس ظلم کی تاریکی اور مظلومین کی آہیں اتنی بھیانک ہیں کہ اس میں اس کے لئے کہیں روشنی نہیں دکھتی۔ صرف ایک ہی راستہ ہے کہ کلمہ پڑھ لے۔ یہی ایک راستہ ہے اور کوئی راستہ نہیں ہے"۔ یہ بات اس تک پہونچ گئی ہے۔ سن کر خاموش ہو گئی۔ نہ اقرار کیا نہ انکار کیا۔ اللہ جل شانہ ہدایت کے دروازے کشادہ فرمائیں۔

محمد انعام الحسن غفرلہ ۶ اپریل ۱۹۷۷ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قیام اس وقت مدینہ منورہ تھا۔ آپ نے مذکورہ گرامی نامہ ملاحظہ فرما کر اس کا یہ جواب حضرت مولانا کو ارسال فرمایا :

"آپ کا جواب بہت ہی اہم ہے۔ اللہ جل شانہ آپ کو بہت ہی بلند درجہ عطا فرمائے۔ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ میں نے (اپنے آپ کو) بہت ٹٹولا اور بہت ہی ندامت ہوئی کہ میں تو اس جواب کی جرأت نہیں کرسکوں تھا۔ اور میرے خیال میں کوئی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں بھی دعاؤں کا بہت محتاج ہوں۔ محمد زکریا ۷۷/۴/۱۶ مدینہ منورہ۔

(۶) اکتوبر ۱۹۹۳ء میں گیا (بہار) میں عظیم الشان اجتماع تھا۔ انہی تاریخوں میں ... برادرانِ وطن کا بھی مذہبی تہوار اور میلہ تھا۔ اجتماع کے ذمہ دار احباب اور مقامی ساتھیوں کا مشورہ تھا کہ اجتماع کی تاریخ یا کم از کم اس کی جگہ بدل دی جائے۔ مگر حضرت مولانا نے اللہ جل شانہ کی ذاتِ عالی پر اعتماد و یقین کرتے ہوئے اسی تاریخ میں اسی مقام پر اجتماع کا مشورہ دیا۔ چنانچہ بہت زوردار اجتماع ہوا اور اپنے پیچھے بہت گہرے اثرات اور تأثرات چھوڑ گیا۔ مقامی ڈی ایم ایک مسماۃ تھیں۔ اجتماع کے بعد ان کا پیغام آیا کہ ملنا چاہتی ہوں۔ حضرت مولانا نے اجازت دیدی جب آئیں تو سامنے نہیں بٹھایا، بلکہ پشت کی طرف بٹھا کر بات کی۔ سب سے پہلے ان کے حسن انتظام کا شکریہ ادا کیا اور پھر دعوت کا عنوان اسی کے ساتھ جوڑ کر اعمال صالحہ کی اہمیت، مرنے کے بعد کی کامیابی و ناکامی اور آخرت کا یقینی ہونا ان کو سمجھایا۔ موصوفہ نے آخر میں یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اس علاقہ کا نام جہاں اجتماع ہوا ہے "حضرت جی نگر" رکھنا چاہتی ہوں اس پر فرمایا کہ نام سے کیا حاصل ہوگا؟ اصل تو کام ہے۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ کام ہوا ہے اسی وجہ سے تو نام رکھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ اگر نام رکھنا ہی ہے تو رحمت نگر یا ہدایت نگر رکھ دیا جائے۔

(۷) ماہ رجب ۱۴۱۴ھ (دسمبر ۱۹۹۳ء) میں ہونے والے اجتماع بھوپال کے موقعہ پر ریاست کے غیر مسلم سربراہ نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو مولانا حبیب ریحان صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے حضرت مولانا کے ایما۔ اور مشورہ سے ملاقات کا وقت متعین فرما کر تین شرطیں بھی لگا دیں۔ اوّل یہ کہ زیادہ لوگ ساتھ نہ آئیں، بس ۲۔۴ احباب ہمراہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ کیمرہ فوٹو وغیرہ کچھ نہیں ہوگا۔ تیسرے یہ کہ ملاقات کا جو وقت متعین ہوا اس میں دس پندرہ منٹ آگے پیچھے ہونے میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن یہ نہ ہو کہ صبح کی ملاقات شام میں ہو۔ حضرت مولانا تینوں شرطیں سن کر مسکرائے۔ اور تصویب فرمائی معزز مہمان نے بھی تینوں شرطوں کا پورا پاس و لحاظ کیا۔

حضرت مولانا نے ان سے ملاقات کے بعد اپنی دعوت پیش کرتے ہوئے۔ اس طرح ان سے خطاب فرمایا:

"یہ عہدہ اور منصب جو اللہ جل شانہ نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے یہ خدمتِ خلق کے لئے ہے، اس میں کوشش کرو کہ جس قدر خدمت مخلوق کی ہو جائے آپ کے لئے اِس زندگی میں بھی کام آئے گی اور دوسری زندگی میں بھی، دوسری زندگی مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔ وہی اصل زندگی ہے۔ یہ عہدہ و منصب جو اللہ جل شانہ نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے، خدمت کے لئے ہے، جتنی خدمتِ خلق ہوگی، اتنی ہی وہاں ــــ کامیابی ملے گی۔ بس اللہ جل شانہ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے۔"

اس ملاقات کے ایک دن بعد ۲۷ دسمبر اتوار میں جناب رسول احمد صاحب صدیقی (جو قریبی زمانہ میں ریاستی وزیر رہ چکے تھے) ملاقات کے لئے آئے تو ان سے سلام و دعا کے بعد بڑے جوش اور ولولہ کے ساتھ فرمایا کہ:

"یہ منسٹری اور وزارت مخلوق کی خدمت کے لئے تھی۔ لیکن اب لوگوں نے اس کو جاہ و مال کمانے کا ذریعہ بنا لیا۔ خدمت کو چھوڑ کر جب اغراض پر آئے تو آپس میں لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ کوشش کرو کہ اس عہدہ پر رہ کر زیادہ سے زیادہ خدمت ہو تو آخرت میں کام آئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸) جنوری ۱۹۹۴ء میں ہونے والے اجتماع بنگلہ دیش میں ملکی سلامتی اور حفاظتی ادارہ سے وابستہ اعلیٰ سطح کے کچھ حضرات ملاقات کے لئے آئے تو دل و دماغ کے پورے یقین اور بلند و بالا کیفیات و داعیانہ جذبات کے ساتھ اُن سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ:

حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی فوج کے جرنل تھے لیکن دین کی کوشش میں متواتر مشغول رہتے تھے۔ آپ بھی کوشش کریں کہ آپ کے یہاں دین کی محنت ہو، نمازوں کا اہتمام ہو، مسلمان کی کامیابی سازوسامان کی کثرت سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی مدد سے ہے اور اللہ کی مدد اعمال کے ساتھ ہے اشخاص کے ساتھ نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں ۳۱۳ صحابہ کو لے کر ایک ہزار سے مقابلہ کیا۔ سامان جتنا تھا اسی کو لے کر میدان میں نکلے، ان کو صف بنا کر کھڑا کیا اور اپنی چھپریا میں جاکر دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ اگر یہ چھوٹی سی جماعت ختم ہوگئی تو پھر دنیا میں آپ کی عبادت نہ ہو سکے گی۔ یہ دعا فرما کر آپ اتنا روئے کہ چادر مبارک بدن سے گر گئی۔

اس گفتگو کے بعد حضرت مولانا کھانے کے لئے اٹھ گئے۔

کھانے کے دوران ایک اور ممتاز شخصیت سے جو حال ہی میں اپنی ملازمت سے سبکدوش کر دیئے گئے تھے، مخاطب ہوکر فرمایا:

"اپنی معزولی کی وجہ سے اپنے کام سے غافل نہ ہونا، دین کی محنت کرتے رہنا، یہ نہیں کہ عہدہ نہیں منصب نہیں تو کام بھی نہیں، یہ عہدہ اور منصب تو آنے جانے والی چیز ہے بلکہ پہلے سے زیادہ کام کرو ـــــ جب جنگ ہو رہی تھی تو مدینہ منورہ سے میدانِ جنگ میں اطلاع آئی کہ ابوبکر صدیق رضؓ وفات پاگئے اور ان کی جگہ حضرت عمر رضؓ بنا دیئے گئے اور انھوں نے حضرت خالد کو معزول کر کے حضرت عمرو بن العاص کو فوج کا ـــ ذمہ دار بنا دیا تو حضرت خالد فوراً وہ خط لے کر حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے پاس گئے اور کہا کہ میں تو معزول ہو گیا ہوں۔ اب تم ذمہ دار ہو لیکن میں کام پہلے سے بھی زیادہ کر کے دکھاؤں گا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹) فروری ۱۹۹۴ء میں سردھنہ ضلع میرٹھ کا سہ روزہ اجتماع تھا۔ اس میں مختلف اخبارات کے نمائندے اور صحافی حضرت مولانا سے ملاقات کے لئے آگئے۔ آپ نے ان سے خوب جم کر بات کی۔ انسانیت کی پستی اور اس کی زبوں حالی کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا اور پھر صرف دین و آخرت میں اس کا حل ہونا بتلایا۔ اسی زمانہ میں اخبارات اور ذرائع ابلاغ طلاق ثلثہ کے مسئلہ پر اپنی تحقیقات اور گوہر افشانیوں میں مصروف تھے۔ آنے والے صحافیوں اور نمائندوں نے حضرت مولانا سے اس کے متعلق بھی سوال کر کے اس کا حل دریافت کیا تو فرمایا کہ !

"کچھ حقوق شوہروں کے بیویوں پر ہوتے ہیں اور کچھ حقوق بیویوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں تو طلاق کی نوبت ہی نہ آئے۔ جب ہر ایک اپنا حق لینا چاہے اور دوسرے کا ادا نہ کرے، تب طلاق کی نوبت آتی ہے۔" حضرت مولانا کی یہ گفتگو اگلے روز تمام ہندی اور اردو اخبارات میں شائع ہوئی۔

(۱۰) اپریل ۱۹۹۴ء میں آسام کا طویل سفر تھا۔ ہوجائی مقام پر سہ روزہ اجتماع سے فراغت پر جب ریاستی سربراہ، اسمبلی کے اسپیکر، نیز وزیر اوقاف، وزیر تعلیم اور وزیر صحت وغیرہ ملاقات کے لئے آئے تو آپ ان سے اس طرح مخاطب ہوئے !

" یہ عہدے اور مناصب دنیاوی منافع اور مادیات کے لئے نہیں ہیں، بلکہ خدمت خلق کے لئے ہیں۔ ع " ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد "

پہلے زمانہ میں عہدہ اور منصب اس لئے قبول کیا جاتا تھا کہ اس کے ذریعہ سے مخلوق خدا کو فائدہ پہونچے گا۔ منفعت مد نظر نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عین جہاد کے موقعہ پر فوج کے کمانڈر کو علیحدہ کیا گیا تو انھوں نے فوراً اپنے نئے امیر اور کمانڈر کی اطاعت قبول کر لی۔ اس بات کی کوشش کرو کہ تمھارے ذریعہ خدمت کا ماحول اور سچی انسانیت کا ماحول قائم ہو کہ آخرت میں یہی کام آئے گا۔

(۱۱) حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے اپنی خداداد بصیرت اور مذہبی تحریکات

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی عالمی تاریخ کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ رائے قائم فرمائی تھی کہ دنیا بھر میں جتنی جماعتیں یا تحریکیں دینی محنت میں سرگرم عمل ہیں ان کو حکومتوں کی حمایت اور مخالفت سے بالکل یکسو ہو کر کام کرنا چاہئے اور کوئی بھی موقعہ ایسا نہ آنے دینا چاہئے جس سے مزاحمت اور ٹکراؤ کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ ایک مجلس میں فرمایا کہ:

"مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے شیخ حسن البنا[1] کو مشورہ دیا تھا کہ اپنے کام کو سیاست سے بالکل علیحدہ رکھیں۔ حکومت سے بالکل نہ ٹکرائیں۔ مگر انھوں نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا۔ اور میں نے ایک موقعہ پر شیخ ابراہیم عزت[2] کو یہی مشورہ دیتے ہوئے یہ بات بھی کہی تھی کہ ہمیشہ مثبت کام کریں۔ منفی پہلو بالکل سامنے نہ لائیں۔ انھوں نے میرا مشورہ قبول کر کے اس پر عمل بھی کیا۔"

حضرت مولانا نے دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی کہ وہ عملی سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور ان کانٹوں میں اپنا دامن نہ الجھائیں۔

---

[1] مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ "کاروانِ زندگی" میں تحریر فرماتے ہیں:
"واقعہ یہ ہے کہ اگر اخوان کچھ عرصہ اور عملی سیاست میں حصہ نہ لیتے (یا اس عملی سیاست میں الجھا نہ لئے جاتے) اور اپنا اصلاحی و دعوتی کام پوری قوت سے جاری رکھتے تو ممالک عربیہ میں ایک اسلامی انقلاب برپا ہو جاتا اور ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی۔ مجھے مستند اور باوثوق و متعدد ذرائع سے معلوم ہوا کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں شیخ حسن البنا کو خود اس کا شدید صدمہ اور قلق تھا کہ انکو قبل از وقت سیاسی میدان میں اترنا پڑا اور ان کا دامن ان کانٹوں سے الجھ گیا۔ ان کو اسکی بڑی تمنا تھی کہ ان کو پھر خالص دعوتی و تربیتی کام کا موقع ملے اور وہ جماعت اور جمہور مسلمین میں وہ استعداد پیدا کرلیں جس کے بعد وہ ہر طرح کی ذمہ داری کو پورا کرسکیں اور ہر امتحان و آزمائش سے گزر سکیں۔
(کاروان زندگی جلد اول ص ۳۸۲)

[2] مصر کے ایک ممتاز عالم دین اور دینی حلقوں کے معتمد علیہ بلند پایہ خطیب، شوال ۱۴۰۳ھ ۱۸ جولائی ۱۹۸۳ء میں مصر سے مکہ مکرمہ (سعودی عرب) آتے ہوئے حالتِ احرام میں انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ اس سے آپس کی رسہ کشی پیدا ہو کر دعوت کا میدان ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ناندیڑ (مہاراشٹر) سے کام کرنے والے ایک صاحب نے موجودہ سیاست میں عملی شرکت اور الیکشن میں اپنی کامیابی پر دعوتی کام میں اس سے تقویت ملنے کا تذکرہ کیا تو آپ نے اپنے مکتوب کے ذریعہ ان کے خیالات کی اصلاح فرماتے ہوئے یہ نصیحت تحریر فرمائی۔

" بھائی اس مبارک عمل میں تو آدمی آخرت میں کامیاب ہونے کی نیت سے لگے بنیادموت کے بعد کی زندگی کا درست ہونا ہے۔ اب اس کے علاوہ کوئی اور نیت کرنے سے تو اس میں کامیابی ہونے کے بجائے آخرت کے بگاڑ کا سخت اندیشہ ہے۔ موجودہ ماحول میں کسی مادی طاقت سے آدمی دیندار نہیں بنتا بلکہ اس کے لئے دعوت اور ترغیب وترہیب کا عمل زیادہ مؤثر ہے۔ موجودہ سیاست سے یہ عمل الحمد للہ پاک ہے۔ اس لئے ہم تو بچتے رہنے ہی کا مشورہ اپنے احباب کو دیتے رہتے ہیں۔

مستورات میں کام کا طریقہ اور ترتیب

حضرت مولانا نے اپنے حد درجہ محتاط اور دور اندیشانہ مزاج نیز کام کی نزاکتوں کو سامنے رکھ کر مستورات میں اس عالی محنت کے لئے وقتاً فوقتاً جو۔۔ ہدایات ونصائح تحریری یا تقریری طور پر فرمائیں، ان کا ایک جامع مرقعہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

• ایک موقعہ پر تعلیم وتربیت اور دوسرے امور پر زور دیتے ہوئے اپنے مکتوب (محررہ ۲۶ محرم ۱۴۱۱ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

" مستورات میں دین کے کام کا فکر وجذبہ مبارک ہے۔ مستورات میں اصل کام تو انھیں دین کے اعمال پر قائم کرنا اور ترغیب دے کر ہر گھر میں روزانہ تھوڑی دیر فضائل کی تعلیم میں جو مستورات جمع ہوتی ہیں، ان کا ذہن بنا کر اس پر انھیں آمادہ کیا جائے اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت، پردہ کا اہتمام، اپنے بڑوں اور شوہروں کی اطاعت و خدمت اور غیبت چغل خوری وغیرہ سے بچنے کی ترغیب دی جائے۔ عورتوں میں دین کا کام اپنی بستی کے دعوت کے کام کرنے والے ذمہ دار مردوں کے رائے اور مشورہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہونا چاہیئے۔ کبھی کبھی مردوں کے مشورہ سے کسی ذمہ دار سمجھ دار پرانے کام کرنے والے بھائی کی پردہ کے اوٹ سے بات چیت بھی رکھی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے شرور سے حفاظت فرمائے اور اخلاص وللّٰہیت نصیب فرمائے[1] آمین۔

اسی طرح ایک دوسرے مکتوب میں مستورات میں تعلیم کے مقصد اور اس کی حدود و شرائط کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں!

خواتین میں دینی ذہن بنانے، آخرت کے اعتبار سے انھیں فکرمند کر کے نماز و روزہ، تسبیحات و تلاوت کی پابندی اور روزانہ اپنے گھر میں تھوڑی دیر فضائل کی تعلیم اور اپنے مردوں کو راہِ خدا میں نکلنے کے لئے معین و مددگار بننے پر آمادہ کرنیکے لئے کبھی کبھار مردوں کے مشورہ سے کسی پردہ دار مکان میں انھیں جمع کر کے کسی معمر شادی شدہ پرانے سمجھ دار آدمی کی بات کرائی جاسکتی ہے۔ مستورات میں بات کرنے کیلئے ایک اکیلا آدمی نہ جائے بلکہ تین کی جماعت بنا کر جائیں[2]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں جو قیود رکھی ہیں، مستورات کا کام اسی کے ماتحت ہوگا۔ اس کی تصریح کے ساتھ مزید ہدایات دیتے ہوئے ایک بڑے اجتماع میں فرمایا:

" دنیا کی ظاہری حیات مردوں اور عورتوں سے مل کر ہے۔ اللہ پاک نے یہ دنیا مرد و عورت دونوں کو ملا کر بنائی ہے۔ اسی طرح باطنی حیات بھی دونوں سے ملکر ہی ہوگی۔ اگر ایک حصہ میں فساد رہا تو دوسرا باقی نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ عورتوں میں نماز، تعلیم، ذکر، تلاوت کے اعمال زندہ کئے جائیں اور اس کیلئے مردوں کے مشورے سے ان کو جمع کر کے ترغیب دی جائے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں جو قیود رکھی ہے، یہ کام ان ہی قیود کے اندر رہے۔ بعض علاقے والوں نے

---

[1] بشکریہ جناب حبیب الرحمن صاحب، دانمباڑی ـ [2] مکتوب بنام سید الطاف حسین منجو ضلع اکولہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مستورات کے کام کے بارے میں) ہم سے چھوٹ اور اجازت چاہی اور دلیل یہ دی کہ عورتیں سینما گھر جاتی ہیں اور نہ جانے کہاں کہاں جاتی ہیں۔ تو میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ تو اس سے بھی بڑھ کر کام کرتی ہیں لیکن اگر ہم بھی ڈھیل چھوڑ دیں تو پھر یہ دین کا کام نہیں رہے گا بلکہ دنیا کا کام بن جائے گا۔ فقہاء کا فیصلہ ہے کہ عورتوں کا اجتماع نقصان سے بہت کم خالی ہوتا ہے۔ فکرمند ساتھی اپنے گھروں پر عورتوں کو بلائیں۔ اور یہ باتیں سکھائیں۔ تین میل کے اندر بلکہ ایک میل کے اندر بھی مستورات کی جماعت جائے تو محرم ساتھ ہو، ——— مشورے سے محرم کے ساتھ جماعت میں جائیں ایسے محرم جو اُن کے خیالات کی بھی حفاظت کرسکیں اور عادات کی بھی حفاظت کرسکیں اور شریعت کی تمام شرطیں پوری کی جائیں[1]۔

مستورات میں دعوتی کام مردوں کی زیرِ امارت ہی ہوگا۔ عورت امیر نہیں بن سکتی۔ اس کی وضاحت حضرت مولانا یوں فرماتے ہیں۔

"مستورات کا کام بہت نازک ہے اور دھیرے دھیرے ہی چلتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عورتیں شیطان کے پھندے ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ جوش میں آکر ان حدود کو پھاند جائیں کہ جہاں شیطان کو دھوکا دینے کا موقع مل جائے۔ مردوں کے مشورہ سے ہی مستورات کو جوڑ کر بات کی جائے۔ عورت امیر نہیں بن سکتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو عورت کو اپنا امیر بنائے۔ امارت تو نبوت کی شاخ میں سے ہے، خلافت، امارت اور نبوت یہ سب ایک ہی لائنیں ہیں۔ اس لئے عورتوں کے لئے امارت، خلافت اور نبوت اللہ کی طرف سے ہے ہی نہیں۔

ایک مرتبہ جنوبی افریقہ کی مستورات نے اس خواہش اور ضرورت کا اظہار کیا کہ حضرت مولانا تفصیل کے ساتھ مستورات میں کام کا طریقہ اور اس کا طرز و اسلوب مفصل

---

[1] ڈنڈیگل (مدراس) میں پرانوں کے اجتماع میں بیان۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

طور پر تحریر فرمائیں تاکہ وہ ان کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا نے ذیل کا مفصل مکتوب ان کو ارسال فرمایا: یہ مکتوب مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کے قلم سے ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"مستورات کے کام میں یہ ہونا چاہیئے کہ مقامی عورتیں اس دینی کام کے کرنیوالی بن جائیں۔ اسی سے مردوں میں بھی کام پھیل سکتا ہے۔ اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ عورتوں کا کام مردوں کی سرپرستی، نگرانی، اور مشورہ سے چلے۔ عورتیں خود ہی ذمہ دار نہ بنیں۔ کام کا طریقہ یہ کہ ہر گھر میں عورتوں میں تعلیم چالو ہو چاہے عورت کتاب پڑھے یا ان کے گھر کا کوئی مرد پڑھے۔ جس میں گھر کے چھوٹے بڑے سب بیٹھیں، تعلیم صرف فضائل کی کتابوں میں سے ہو اس تعلیم کے ذریعہ پنج وقتہ نماز فرض نفلیں بھی جتنی آہستہ آہستہ ہوسکیں وہ کی جائیں۔ قرآن شریف کی تلاوت، چھ تسبیحات یعنی ذکر اللہ ہو، اسی تعلیم کو ذریعہ بناکر ہر عورت ملنے والیوں سے دینی بات کرنے والی بن جائے اور اسی سے جذبہ پیدا ہو کر اپنے گھر کے مردوں کو، شوہر، باپ، بیٹا، بھائی کو ترغیب دے کر جماعتوں میں بھیجنے کی کوشش ہو۔ مقامی کام میں شرکت کی ترغیب دیں۔ مستورات میں ان سب باتوں کو چالو کرنے کی ترغیب کے لئے کبھی کبھار عورتیں جمع ہوں اور ان میں مرد ان باتوں کو چالو کرنے پر بیان کرے۔ اور اسی میں مردوں کے مشورہ سے عورتیں بھی اس گفتگو کو آپس میں کریں، چھ نمبروں میں رہ کر بات چیت ہو، فروعات کوئی نہ چھیڑی جائے، حرام چیزیں جن میں عورتیں مبتلا ہیں۔ ان پر طعنہ نہ مارا جائے، ورنہ ان کا آنا جانا بند ہو جائے گا۔ بلکہ مجموعی طور پر ان کا یہ ذہن بنایا جائے کہ اللہ کے حکموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر پورا کرنے میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ یوں وہ دھیرے دھیرے احکامات پر آئیں گی۔ دینی محنت تو شرعی اصولوں کی پابندی کے ساتھ کی جائے۔ اور اس کی آواز لگائی جائے۔ اس میں بعض عورتیں ایکدم پابند نہ ہوسکیں تو ان پر سختی نہ کی جائے۔ بلکہ دھیرے دھیرے نرمی سے اصولوں پر لانے کی کوشش کی جائے۔ جب عورتوں کا ذہن بنے گا تو وہ خود ہی گھر کے محرم کو ساتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جانے پر تیار کرے گی۔ اور اگر سیر و تفریح اور دینی کام کو ذریعہ بنا کر گھومنے پھرنے کا ذریعہ بنائے گی تو ایسی عورتیں کوشش کریں گی کہ محرم ساتھ نہ ہو۔ اب یہ کام کرنیوالیاں اندازہ لگا کر آنے والیوں کے ساتھ ان کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کریں۔ اس قسم کے معاملات میں سر دست پر اپنے کام کرنے والے مردوں کا مشورہ مفید ہوگا، وہ ان کلیات کی روشنی میں سوچ کر رائے دیں، جہاں مرد بھی فیصلہ نہ کر سکیں تو وہ مرد عورتوں کی طرف سے نمائندگی کر کے نظام الدین لکھ کر پوچھ لیں، مثلاً ایک عورت میں دینی درد و جذبہ ہے، محرم کا ابھی ذہن نہیں بنا ہے ایسی عورت کو محرم کا ذہن بنانے کا موقع دیا جائے۔ ایک دم سے اسے ڈانٹ دو گی تو ایک قیمتی مایہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ یہ بھی بڑے ڈر کی چیز ہے (ایک عورت ایسی ہے کہ تبلیغ کے نام سے سیر و سپاٹے کرنا چاہتی ہے۔ تبلیغ تو ایک گھنٹہ کی لیکن اس کا وقت پانچ گھنٹہ لگا، آتی جاتی گھومتی پھرتی رہی، ایک گھنٹہ تبلیغی مجلس میں شریک ہوئی اور آئندہ اس کی آوارگی کا خطرہ ہے تو ایسی عورت کے بارے میں چپ رہنا دین کے کام میں خطرہ ڈالے گا۔ اس لئے ایسی عورت کو حکمت کے ساتھ محرم کو ساتھ لانے پر زور دیا جائے۔ اور سرپرست مردوں کے ذریعہ اس کے مردوں کو بھی ترغیب دلائی جائے کہ ساتھ لائے اور لے جائے تو اس کام کی حفاظت ہوگی۔

یہ دو مثالیں دی گئیں ہیں، ہر آنے والی کے ساتھ ایک جیسا معاملہ نہ ہوگا بلکہ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ ہوگا۔ جس جگہ عورتیں موجود ہوں وہ جگہ بند ہو، تاکہ مرد دیکھ نہ سکیں۔ تقریر نہ کریں بلکہ دینی ذہن بنانے کے لئے بات چیت کا انداز ہو اور کتابی تعلیم کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اختلافی مسائل پر بات چیت نہ ہو مسائل تو مردوں کے ذریعہ مفتی صاحبان ہی سے پوچھیں) ہماری ساری گفتگو فضائل پر ہو۔ بے پردگی عام ہے، حکمت سے کام کرو گی تو دھیرے دھیرے پردہ آجائیگا کوئی کام ایک دم نہیں ہوا کرتا۔ پہلے ذہن بنانے کی کوشش کرو اور یہ ذہن تعلیم تلاوت ذکر، نماز دینی گفتگو اور دعا سے بنے گا۔ نماز سیکھنے کا ذہن بن جائے تو ہر محلہ میں کسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

پڑھی لکھی عورت کے پاس سیکھنے والیاں سیکھ سکتی ہیں، صحابیات کے واقعات کے ذریعہ سادگی کا ذہن دھیرے دھیرے بنایا جائے، قبر، حشر، جنت، دوزخ اللہ کی عظمت والی بات چیت ہر ایک کے لئے مفید ہے۔ اس سے خود دین کا فکر پیدا ہوگا، عورتوں کے لئے سب سے بڑا اصول دینی محنت کرنے والے مردوں میں کام کرنا ہے، خود عورتیں اپنے طور پر نہ کریں، عورتوں کا کام بہت نازک ہے، لیکن ضرورت بھی ہے۔ نزاکت کے سبب دینی کام چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، اور بہت ضروری جان کر بے اصولی برداشت نہیں کی جائے گی۔ بے اصولی کو روکنے کے لئے ایسا ڈنڈا بھی نہ مارو کہ کام ہی سرے سے ختم ہو جائے اور کام ختم ہونے کے ڈر سے ایسی بیباک نہ ہو کہ اصول ٹوٹ جائیں، بیچ کا راستہ اختیار کرو کہ کام بھی ہوتا رہے اور آہستہ آہستہ اصول بھی آتے رہیں۔ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اس کیلئے دن کو تھکا دینے والی محنت کرو اور رات کو تنہائیوں میں اللہ کے سامنے ہچکیاں مار مار کر اور رو کر دعائیں کرو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ عالم میں دین پھیلے گا پھر مرنے کے بعد میٹھی نیند سونا ہے اور بعد میں جنت میں جا کر ہمیشہ ہمیشہ ایسے مزے کرنے ہیں جن کا کبھی خیال بھی نہ گزرا ہوگا۔ مزہ تو جنت میں ہے۔ زیادہ فکرمند عورتیں جو ہوں ان کا کام اپنے ذمہ لے کر ان کی نیند پوری کرائیں، اور ان کی صحت کا خیال کریں یہ صرف زیادہ فکرمند عورتوں کے لئے ہے۔ کیونکہ عام عورتیں خود ہی اپنی نیند کا خیال رکھتی ہیں۔ ہر کام میں اعتدال کا خیال رہے۔ عورتیں گشت نہ کریں، بلکہ نابالغ بچہ اور بچیاں سمجھا بجھا کر بھیجی جائیں جو گھروں میں جا کر نماز کلمہ کی بات کریں اور کہیں جمع کرنا ہے تو وہ بچے خود ہی کریں یا مسجدوں میں مردوں کو کہا جائے کہ وہ اپنی مستورات کو بھیجیں۔ اگر چھوٹے بچوں کو بھیجا جائے تو بچوں میں بچپن ہی سے دعوت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ ان بچوں کی جماعت کے ساتھ ایک بڑا آدمی بھی ہو جو پاس کھڑا رہے، تاکہ بچے اس دعوت کو کھیل نہ بنائیں۔ یہ مدرسہ کے بچوں سے بھی کرایا جاسکتا ہے۔ لیکن عورتیں مردوں کی طرح گشت نہ کریں۔ مستورات میں کام کا طریقہ یہ ہے کہ جو مستورات دینی

toobaa-elibrary.blogspot.com

محنت میں ساتھ چلیں ان سے تعلیم کرائی جائے، کتاب پڑھوائی جائے۔ شوقین عورتیں جو نماز سیکھنا چاہتی ہوں انھیں سپرد کر دیا جائے کہ نماز یاد کرائیں۔ چھ نمبروں کی بات سمجھانے بجھانے کے درجہ میں ان سے کرائی جائے۔ بعض دفعہ ان سے سیکھنے والی۔۔ مستورات کو ان کے محرموں کے ساتھ کچھ وقت کے لئے بھیجا جائے تاکہ کام کا بوجھ انکے سروں پر پڑے۔ پھر پرانی مستورات دوبارہ آکر ملیں اور کارگزاری سنائیں اس طرح کئی کئی کام کرنے والی عورتیں بنیں گی۔ جو آخرت کا ذخیرہ ہونے کی امید ہے۔

فقط والسلام بندہ انعام الحسن عفرلہٗ

کام کرنیوالوں کیلئے آزمائش ضروری ہے

آزمائش، ابتلاء اور امتحان یہ وہ چیزیں ہیں جو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے دین کا کام کرنیوالوں پر ضرور آتی ہیں اور ہر شخص اپنی استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے آزمائش و امتحان میں آتا ہے یہی قانونِ الٰہیہ ہے اور یہی سنتِ نبویہ ہے۔ حضرت مولانا دعوت کا کام کرنے والوں کو ان چیزوں سے خبردار بھی رکھتے تھے اور مختلف انداز سے ان کی ہمت بھی باندھتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا:

"کام کرنے والوں پر شدائد آتے ہیں۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت گھر والوں کی طرف سے ہوئی۔ اندرون سے ہوئی، پہلے مکہ میں ابولہب و ابوجہل نے مخالفت کی، پھر مدینہ کے یہود مخالفت پر آگئے۔ خیبر میں یہ سانپ مرے تو دوسرے سانپ منافقین کے کھڑے ہو گئے۔ ایسا ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کو اپنوں کی مخالفت کی وجہ سے ہزیمت اٹھانی پڑی۔ کام کرنے والوں پر یہ صورتیں آتی ہیں۔ لیکن ان میں جمنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ ہے توجہ الی اللہ۔ اگر خدا کی طرف توجہ کرتے رہیں گے تو وہ قدموں کو جما دے گا۔[1]

یہ آزمائشیں مختلف شکلوں میں مختلف درجات کے ساتھ آتی ہیں کبھی مال و دولت کے نقشوں میں الجھایا جاتا ہے اور کبھی عہدوں و منصبوں کے ذریعہ جانچا تولا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کارکنانِ ہند کے اجتماع (منعقدہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۲ء) میں فرمایا۔

[1] ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء بعد مغرب پرانوں میں بیان۔

"کام کرنے والوں کی آزمائش کبھی مال کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ کبھی عہدوں اور عورتوں کی شکل میں ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ سب چیزیں پیش کی گئی تھیں۔

آزمائش میں سب سے پہلا درجہ حرص و لالچ کا ہوتا ہے اس سے بچ جاتا ہے۔ تو دوسرا درجہ تکلیفیں پہونچانے کا ہوتا ہے۔ اس سے بھی بچ جاتا ہے تو پھر تیسرا درجہ عہدہ کی طلب کا ہے اور جب اس سے بچ جاتا ہے تو چوتھا درجہ اپنی بات کا منوانا ہے۔

• آزمائش و امتحان کو مقبولیت اور حق تعالیٰ کی ذات عالی تک رسائی کی علامت بتلاتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کی طرف سے تنبیہات کا آنا مقبولیت کی دلیل ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ خدائے پاک اس کو منزل تک پہونچانا چاہتا ہے۔ مصائب کی دو نوعیتیں ہیں۔ اگر سلیم الطبع ہے تو وعظ و نصیحت سے ٹھیک چلنے لگتا ہے اور اگر خواہشات میں اس قدر پھنسا ہوا ہو کہ وعظ و نصیحت ناکافی ہو تو پھر مصیبت آتی ہے۔ تاکہ اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کی نفسانیت کی جڑیں مضبوط ہوں تو مصائب سے ان کا علاج کیا جاتا ہے اور سلیم الفطرت ہو تو وعظ و نصیحت ہی کافی ہو جاتا ہے۔

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اہل تعلق اور دعوتی احباب جب اپنی پریشانیاں اور مشکلات آپ کی خدمت میں لکھتے اور آزمائش و امتحان کی ان نازک گھڑیوں میں اپنے لیے دعاؤں کی درخواست کرتے تو بڑی ہمدردی و غمخواری کے ساتھ ان کی تسلی و تشفی کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ایسے نازک موقع اور زندگی کے ایسے خطرناک موڑ پر کرنے کا کام صرف دعا اور توجہ الی اللہ اور طاعات و عبادات میں مشغول ہو جانا ہے۔ حضرت مولانا کے اس انداز کے چند مکتوبات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں پہلے اور دوسرے مکتوب میں مصائب پر صبر اور ایسے مواقع پر توبہ و استغفار کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ___

___ تیسرا مکتوب جو بڑی تفصیل اور وضاحت اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور جو دعوت و تبلیغ کی بعض اہم اور مقتدر شخصیتوں کو ملتِ اسلامیہ کی تاریخ کے ایک اہم اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

المناک واقعہ پر اجب کہ خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے کفر نے اس کو اپنے طعن وتشنیع اور تمسخر کا نشانہ بنا رکھا تھا م لکھا گیا تھا۔ پہلے مکتوب کا متن یہ ہے:

"حق تعالیٰ آپ کی بھرپور اعانت فرمائے، مشکلات کو آسان فرمائے، گھبرائیں نہیں، اہل ایمان کے لئے ان کی زندگیوں میں پیش آنے والی ناگواریاں رحمت ہوتی ہیں گو بظاہر ناگوار معلوم ہوں۔ مگر رحمت سے فائدہ اٹھانے کی راہ یہ ہے کہ ایسے حالات میں توبہ واستغفار کی کثرت کرتے ہوئے دعائیں کی جائیں۔ اور مصائب کو دور کرنے کی جائز تدبیریں کرتے ہوئے کہ کوئی گناہ نہ ہو اور خدائے پاک کا کوئی حکم نہ چھوٹے تو خدائے پاک کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ (یہ مصائب) رحمت ہونگے۔

فقط والسلام بندہ محمد انعام الحسن غفرلہٗ"

• ایک اہل تعلق عالم دین کو جنھوں نے خط میں اپنی مشکلات کی تفصیل لکھی تھی ناصحانہ اور مشفقانہ انداز میں اس طرح سمجھاتے ہیں۔

عنایت نامہ باعث اطلاع احوال ہوا۔ جناب کے پریشان کن احوال کو معلوم کر کے قلق ہوا۔ مگر مولانا محترم! حال کے لغوی معنی بدلتے رہنے کے ہیں۔ اس لئے اس کا بدلنا اور ہٹنا ضروری ہے۔ سورۃ الم نشرح میں بتلایا گیا ہے کہ ہر عسر کے ساتھ دو یسر ہیں گویا ایک عُسر بھیجا جاتا ہے دو یُسر دینے کے لئے۔ جیسے امتحان ہوتا ہے درجہ بلند کرنے کیلئے اسی لئے فرمایا گیا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ، یعنی پیش آمدہ حالات پر صبر کر جاؤ، اور متوجہ ہونے والے امر الٰہی کی تعمیل میں لگ جاؤ، بس عبدیت اور بندگی یہ ہوئی۔ جنت اور اس کے درجات انھیں دنیوی تکالیف کا انعام ہیں۔ قیامت کے دن جب دنیوی بلایا کے ساتھ مبتلا لوگوں کو انعامات ملیں گے تو راحتوں والے رشک کریں گے کہ کاش ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی جاتی تو آج درجات بلند حاصل ہوتے[۱]

---

[۱] عطیہ مکتوب مولانا شمیم صاحب اعظمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مکتوب نمبر ۳۔

"میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ جس زمانہ میں اور جس خطہ میں خدائے پاک کے دین کی محنت جس جماعت نے یا جس فرد نے کی ہے، اس پر خدا کی طرف سے ابتلاءات اور آزمائشیں آتی ہیں اور یہ ابتلاءات خدانخواستہ کام کی حیثیت کے کم ہونے یا کام کرنے والی کی خدا کے یہاں قیمت کم ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتے۔ بلکہ اس راہ کی یہی گھاٹیاں اور منزلیں ہیں اور یہی خدا کی دہش کا راستہ ہے۔ اس سے محنت کرنے والوں کے استقلال اور استقامت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اور نیتوں کی صحت کی بھی جانچ ہوتی رہتی ہے اور جس کے دین میں جتنی پختگی اور صلابت ہوتی ہے، خدائے پاک کی طرف سے اسی کے بقدر یہ باتیں پیش آتی ہیں اور جس قدر ضعف ہوتا ہے اسی کی حیثیت سے ابتلاءات بھی نرم ہوتے ہیں۔ ابتلاءات کا زمانہ کام میں روح اور حقیقت کے پیدا ہونے کا زمانہ ہوتا ہے اور صحیح نہج پر محنت کے کرنے کا زیادہ موقعہ ہوتا ہے۔

اور عادۃ اللہ یہ بھی جاری ہے کہ جب اس وقت کو جس میں ہر چہار طرف سے آزمائشیں ہوتی ہیں، صحیح طریقہ سے گذار دیا جائے تو پھر سہولت اور فراخی کے دروازے کھلتے ہیں، ایسے وقت میں جو اغراض والے ہوتے ہیں وہ ان سہولتوں میں الجھ جاتے ہیں اور اسی میں پھنس کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جو صحیح نہج والے ہوتے ہیں وہ اس سہولت اور فراخی میں اور زیادہ خائف ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ احتفظ من النعمۃ احتفاظك من المعصیۃ، سامنے ہوگا کہ نعمت سے اپنی حفاظت ایسے کرو جیسے معصیت سے کرنی چاہئے۔ اور نعمت میرے نزدیک زیادہ خوف کی چیز ہے۔ کیونکہ نعمت سے زندگی کے پورے نہج پر اثر پڑتا ہے۔ اسی بنا پر شریعت کا مزاج سادگی کا ہے طبائع جتنی سادگی کی طرف متوجہ ہوں گی، سمجھو کہ شریعت کی طرف مائل ہیں۔ اور جتنی سادگی سے دور ہوں گی تو گویا مزاج شریعت سے اتنی ہی ناآشنا ہیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک ارشاد ہے ایاك والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بمتنعمین،

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ تنعم سے بچتے رہو کیونکہ اللہ کے بندے تنعم والے نہیں ہوتے اور جب تک سادگی اور موٹی زندگی ہے دین کے کاموں میں اتنی ہی رونق اور آپس میں دلوں کا جوڑ ہے۔ سادگی کو چھوڑ کر دوسرا راستہ افتراق اور دلوں کے پھٹنے کا راستہ ہے۔

ہر زمانہ میں ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں بالخصوص اجتماعی کاموں میں اور ایسے مواقع میں جہاں مادی اشیاء کے حصول اور ایثار کے مواقع ہوں اُن آدمیوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان مواقع میں جو لوگ کام کو لے کر چلنے والے خدائے پاک کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں، ان کو جھیلنا پڑتا ہے، جس کو حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ایسے ایام آئیں گے کہ جن کے اندر کام کرنا گویا چنگاریوں کو ہاتھ میں لینا ہے" ایسے وقت میں جب کہ اللہ کے فضل اور محض اس کے کرم سے اس دینی محنت کے ذریعہ تمام عالم میں عمومی استقبال ہے۔ اور قلوب متوجہ ہیں۔ مادی قسم کے ابتلاءات ہوتے ہیں جو لوگ آخرت کو سامنے رکھتے ہیں وہ ایسے وقت میں اپنے کو ان ظواہر سے بچانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ اس وقت ان لوگوں کا مجاہدہ اس نوع کا ہوتا ہے۔ پہلا مجاہدہ جو عدم استقبال کے وقت میں کس مپرسی کا اور بات نہ سننے کا ہوتا ہے — یہ مجاہدہ اس سے زیادہ شدید اور سخت ہوتا ہے۔ پہلا مجاہدہ ظاہری بدن کا ہے اور یہ مجاہدہ اندرونی بدن کا ہے، اور یہ وقت کام لینے والوں کے لئے نازک اور کٹھن ہے کہ اغراض والوں کی اغراض اور اغراض کے پورے ہونے کی اشیاء دونوں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اگر اغراض کا غلبہ ہو گیا تو عمل کی جان نکل گئی۔ اور اگر اغراض والوں سے بے توجہی برتی گئی تو ترقی مشکل ہے۔ لہٰذا انتہائی تیقظ اور بصیرت کے ساتھ قدم اٹھانا ہے کہ اغراض والوں میں سے اغراض نکل کر اخلاص آئے۔ اور اخلاص والے اغراض میں نہ پھنس جائیں۔ اغراض والوں کی ایسے طریقے سے تالیف کرنی چاہئے کہ بتدریج وہ اغراض ان سے نکل جائیں۔ اور مخلصین کی ایسے طریقے سے اعانت کرنی ہے کہ ان کی نیت پر اثر نہ پڑ جائے۔ اس لئے کام کرنے والوں کو اپنے ہر عمل کے وقت ڈرتے ہوئے اپنی رائے کو متہم سمجھتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور اس سے ثبات واستقامت اور رشد کا سوال کرتے ہوئے قدم اٹھانا ہے۔ پھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ جل شانہٗ خیر فرماتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ جو قدم اٹھتا ہے چاہے اس میں غلطی ہو جائے، اللہ جل شانہٗ اس کو سنبھال لیتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل وکرم سے دستگیری فرمائیں۔ اور قدم قدم پر نصرت فرمائیں۔ بندہ محمد انعام الحسن غفرلہٗ [1]

اجتماعات اصل نہیں کام اصل ہے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرح حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ بھی اپنے پورے دورِ امارت میں اس پر زور دیتے رہے کہ دعوت وتبلیغ کی بنیاد اجتماعات پر نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ اصولوں کی پختگی کے ساتھ جماعتی نقل وحرکت مسلسل ومتواتر ہو، یہی وجہ ہے کہ جب علاقوں اور صوبوں کے کام کرنے والے احباب حضرت مولانا سے اجتماع کی تاریخ لینے مرکز آتے تو مختلف انداز سے ان کو اجتماعات کی ترغیب نہ دے کر مسجد وار محنت کو بڑھانے اور ہر جگہ سے جماعتیں نکالنے پر زور دیتے تھے۔ جناب حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈہ چھرولی) بیان کرتے ہیں کہ حضرت جیؒ کبھی یہ نہیں فرماتے تھے کہ اجتماعات یا جوڑ کرو۔ لیکن جب اس کے لئے کوئی جماعت تاریخ لینے آتی تو فرماتے تھے کہ ایسی محنت کرو کہ علاقہ والے سو فیصد نمازی بن جائیں۔ تعلیم کرنے والے اور تسبیحات ادا کرنے والے بن جائیں۔

محترم پروفیسر کلیم عاجز صاحب (پٹنہ بہار) لکھتے ہیں کہ:

”حضرت مولانا اجتماعات سے بہت حد تک دل برداشتہ تھے اور حتی المقدور ایسے مطالبوں کی حوصلہ افزائی نہیں فرماتے تھے۔ میرا مشاہدہ وتجربہ یہ ہے کہ حضرت جی کو بڑے اجتماعات کے متعلق شرح صدر نہیں ہوتا تھا لیکن تقاضے اس نوعیت سے کیے جاتے تھے اور اتنا اصرار ہوتا تھا کہ قبول کر لینا پڑتا تھا اُس وقت حالات آغا حشر کشمیری کے اس شعر کے مانند ہو جاتے تھے ؎

غزل اے حشر لکھنا صرف بیجا ہے تخیل کا
مگر لکھوا ہی لیتے ہیں ہمارے مہرباں ہم سے

---

[1] عطیہ مولانا مفتی محمد روشن صاحب قاسمی مہاراشٹر۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں نے تو مرکز میں یہ دیکھا ہے کہ رانچی اور بھاگل پور کے اجتماعات کے لیے بار بار احباب بہار، دہلی آکر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے اجتماع کا مطالبہ رکھتے اس کے جواب میں حضرت والا بار بار غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے کام پر استقلال اور جماؤ پر زور دیتے تھے اور ہر مشورہ کے آخر میں حضرت مجھ سے دریافت فرماتے تو میں عرض کرتا کہ جو خیالات حضرت کے ہیں بعینہٖ میرے بھی وہی ہیں۔

اسی طرح ارریہ کے آخری اجتماع کی تاریخیں لینے کے لیے کام کرنے والوں کے بڑے وفود مرکز دہلی آئے اور حضرت مولانا منور حسین صاحب اسی مقصد کو سامنے رکھ کر حضرت جی کے ساتھ ساتھ دہلی سے گودھرا تک گئے اور پورے سفر میں مستقل طور پر درخواست کرتے ہوئے یہ الفاظ دہراتے رہے کہ ایک اجتماع مجھے مانگے کا ہی دے دو،

اسی سلسلے کا ایک عجیب واقعہ جو میرے نزدیک حضرت جی رح کے ادبی و شعری ذوق کی بھی نشاندہی کرتا ہے اور عرض کروں۔ ضلع سہرسا سے ایک بڑے اجتماع کا مطالبہ تھا لوگ خطوط کے ذریعہ اور جماعتیں بنا بنا کر نظام الدین آکر تقاضے رکھ رہے تھے۔ آخری مرتبہ تقریباً اسّی پرانے ذمہ دار بہار کے نظام الدین آئے ان میں، میں بھی شامل تھا۔

مشورہ مسجد میں صبح کے بیان کے بعد شروع ہوا، لوگ اٹھ اٹھ کر تقاضہ رکھتے رہے لیکن مرکز نظام الدین کے بزرگ سمجھاتے رہے اور غور و فکر کی دعوت دیتے رہے مگر اصرار کم نہ ہوا، پھر ظہر کے بعد بھی نیچے مسجد کے کمرے میں مشورہ ہوتا رہا وہاں بھی بات طے نہ ہو پائی، تو پھر عشاء کے بعد مسجد کے اوپر حصہ میں مشورہ شروع ہوا۔ حضرت جی رح تمام نشستوں میں بنفس نفیس شامل رہے۔ آخر میں خود حضرت جی نے فرمایا کہ بھائی! حالات سازگار نہیں ہیں اس لیے چھوٹا موٹا جوڑ کر لو۔ اس پر ہمارے یہاں کے ایک صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کھڑے ہوئے اور انھوں نے ایک بلیغ اور مختصر تقریر فرمائی اور آخر میں اقبال کے مشہور شعر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حضرت جی دین کے کام میں عشق کے کام میں عشق کی اس محنت میں مصلحت کا دخل کیا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

میں ـــــ کیا بتاؤں کہ اس روز مسجد کے اوپر ان صاحب کی تقریر اور اس شعر کی قراءت کے بعد کیا ہوا، اِدھر ان صاحب نے اقبال کا یہ شعر ختم کیا اُدھر حضرت جی نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

یہ فرما کر اٹھ کر تشریف لے گئے۔ حضرت جی کا یہ مصرعہ پڑھنا تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں زور سے اچھل پڑوں گا۔ اور رقص کرنے لگوں گا لیکن آدابِ مسجد اور موقع کی نزاکت نے مجھے گویا دبوچ لیا اور بڑی مشکلوں سے میں بیٹھا رہ سکا۔ میں دیوانِ غالب کا تقریباً نیم حافظ ہوں اور بچپن سے غالب پسند اور غالب کے شعر بے ساختہ پڑھنے والا ہوں لیکن میرے خواب و خیال میں بھی اقبال کے اس شعر کے جواب میں غالب کا یہ شعر نہیں آسکتا تھا، اور میں نے سوچا کہ بے شک مومن زندگی کے کسی محاذ پر بھی پیچھے نہیں ہے آگے ہی ہے۔ اس کے بعد مشورہ میں چھوٹا اجتماع طے کر لیا گیا۔[1]

اجتماعات کے سلسلہ میں مختلف مجالس میں حضرت مولانا نے جو ارشادات فرمائے انکا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ ایک موقعہ پر ـــ فرمایا۔

"اجتماع میں ہمارا نقصان ہے، ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہر آدمی دعوت پر محنت کرے، اجتماع طے ہونے پر اجتماع والوں کا کام تو یہ رہ گیا کہ جماعتیں بھیجی جائیں،

[1] اقتباس مکتوب پروفیسر صاحب بنام راقم سطور۔

اور جماعتوں کا کام اجتماع سے نکلنا رہ گیا اس سے قوتِ دعوت نکل جاتی ہے، اور اجتماع کے بغیر کوشش کرنے سے ہر ایک میں دعوت کی قوت آجاتی ہے اور کام میں عمومیت آتی ہے۔"

ایک علاقہ کے ذمہ دار اجتماع کی تاریخ لینے آئے تو اُن سے فرمایا:

"اجتماع کے لئے اتنی وجہ کافی ہے کہ آپ لوگوں نے مل کر اس کو کرنا چاہا، یہ بھی کافی وجہ ہے۔ لیکن ہم پھر بھی اجتماعات کا انکار کرتے ہیں۔ کام کی مصلحت دیکھو، جذبات پر مصلحت غالب رہنی چاہئے۔ کام کی سطح ایسی ہو کہ خطرات کا دفعیہ ہو جائے کرتے تو اللہ ہیں لیکن بندوں کی محنت دیکھ کر کرتے ہیں۔ صبر کے معنیٰ ہیں زیادہ راحت کے لئے تھوڑی تکلیف برداشت کرنا، انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب، جماعت میں اسی کا عادی بننا ہے۔ کام کو سامنے رکھ کر محنت کرو، اجتماع پر نظر نہ رکھو کام پر نظر رکھنے میں افادیت ـــــــ زیادہ ہے اور اس سے نقد نکلنے کی عادت ہوگی۔"

اس کے بعد مزید بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

"ہم نے سنا ہے کہ قرآن مجید میں امم ماضیہ کے واقعات اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ان سے عبرت حاصل کر کے قدم سنبھال کر اٹھایا جاوے، اسی طرح جو پچھلے واقعات ہو چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کر کے بجائے اجتماع سے نکالنے کے جماعت سے جماعت بنا کر نکالو۔ اگر اجتماع کے ذریعہ سمجھاؤ گے تو اس میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سنتے نہیں ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ ـــــــــــــــ وہ سنتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ سمجھتے ہیں لیکن کرتے نہیں ہیں۔ لیکن اگر جماعت کسی گاؤں میں ۲۴ گھنٹے کا وقت صحیح گذار کر لوگوں سے کہے کہ اس طرح کیا کرو تو اس سے اجتماع کی بہ نسبت کام زیادہ سمجھ میں آئے گا اور پوری فضا بنے گی۔"

اسی مجلس میں ان آنے والے احباب نے جب کچھ مشکلات کا تذکرہ کر کے یہ کہا کہ اجتماع کے عنوان پر کچھ محنت ہو جاتی ہے، اس لئے اجتماع ہونا چاہئے۔ تو اس پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا کہ :

" اجتماع کرنے کی اگر وجہ یہ ہے کہ اس تقریب سے محنت ہو جاتی ہے تو آب یہ بتاؤ کہ پھر یہ محنت آخرت کی تقریب پر کیوں نہیں ہوتی جو متواتر بارہ ماہ تک . . کی سکتی ہے ۔ اور جہاں تک مشکلات کا سوال ہے تو میرے بھائیو ! دعوت کے کام سے مشکلات نہیں آتیں بلکہ مشکلات تو اپنی نفسانیت سے آتی ہیں ۔

حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈہ چھپرولی) لکھتے ہیں :

" میں نے کھیکڑہ کے اجتماع کے موقعہ پر حضرت جیؒ کی خدمت میں ایک خط دعا کے لئے تحریر کیا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ !

" ہمارے یہاں اجتماعات اصل نہیں ہیں بلکہ جماعتوں سے جماعتیں نکالنا اصل ہے ۔ اجتماعات میں شر کا پہلو غالب ہے ۔ اور ان کو بڑی خوشامدوں اور منت سماجت سے (یعنی خوب دعائیں کر کے) خیر منوایا جاتا ہے "۔

ایک مرتبہ کسی علاقہ کے ذمہ دار احباب اجتماع کی تاریخ لینے آئے ۔ اس جماعت نے بہت بے تکلفی کے ساتھ کھلے ماحول میں حضرت مولانا سے گفتگو کی ، اور دلچسپ سوالات کئے ۔ حضرت مولانا بھی بڑی بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ ان کے جوابات دیتے رہے ۔ یہاں سوالات وجوابات دونوں نقل کئے جاتے ہیں ۔

جماعت : ہم اپنے علاقہ میں اجتماع کرنا چاہتے ہیں اس کی تاریخ لینے آئے ہیں ۔

حضرت جی : بھائی اجتماع کے بغیر جماعتیں نکالو ۔

جماعت : اجی جماعتیں تو نکالیں گے ، اجتماع تو صرف کام کرنے کا بہانہ ہے ۔

حضرت جی : بہانہ کی کیا ضرورت ہے ، بہانہ بازی کی وہاں ضرورت پڑتی ہے ، جہاں حقیقت نہ ہو ۔ محنت کو اجتماع کے نام سے کرنے کے بجائے خدا کے نام سے کرو ۔

جماعت : ہم جماعتیں بنا کر اجتماع سے نکلیں گے ۔

حضرت جی : خوب نکلو اللہ پاک مبارک فرمائے ۔ بس ہم یوں کہتے ہیں کہ اجتماع کے نام سے کیوں کرو ، خدا کے نام سے کرو ۔ دوزخ ، حشر ، نشر وغیرہ کو سامنے رکھ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

محنت کرنا ہے۔ یہ ہے کندھے کی لاٹھی۔

جماعت: ہم نے ہر علاقہ والوں سے نکلنے کی گفتگو کی ہے۔

حضرت جی: بجائے اجتماع میں سے نکالنے کے سال بھر تک نکالنے کا رخ ڈالو، اجتماع میں نام وشور زیادہ ہوتا ہے، مغز تھوڑا ہوتا ہے۔ اور شریعت کا دستور ہے کہ نام ونمود نہ ہو اور مغز زیادہ ہو، اس کے اندر صلاحیت اور کام دونوں زیادہ ہوں گے۔ اب تم جماعت نکالنے کی اس طرح محنت کرو کہ جماعت ہمیشہ نکالتے رہو۔ یہ خیال غلط ہے کہ اجتماع تک نکالیں گے۔ بلکہ یہ طے کرو کہ موت تک جماعتیں نکالیں گے۔ چنانچہ گجرات والوں نے طے کیا ہے کہ چھ ہزار نفر نکالیں گے اور ہر ماہ دو جماعت بیرون کے لئے نکالیں گے۔

جماعت: تاریخ اجتماع طے کر دیجئے، اس کے بعد سے کریں گے۔

حضرت جی: یہی تو کمزوری ہے کہ اجتماع کے بعد سے کریں گے بلکہ یہ طے کرو کہ ابھی سے کریں گے۔ یہ صحیح ہے کہ جو بھی اجتماع کی تاریخ لینے آتا ہے وہ اس غرض سے آتا ہے کہ اجتماع کے ذریعہ کام میں قوت ہوگی۔ حالانکہ تجربہ یہ ہے کہ اجتماع سے نقصان زیادہ ہوتا ہے اور کام کم ہوتا ہے۔ اجتماع میں اب خطرات زیادہ بڑھ گئے ہیں اسلئے کام کو جماعت کے ذریعہ بڑھایا جائے۔ اور ہمارے یہاں کے آدمیوں پر نظر نہ کرو۔ اس لئے کہ دس آدمی جو کام کرتے ہیں، وہ سب یہاں کے ایک آدمی پر پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے اپنے مقام کے علماء سے اور پرانوں سے کام لو۔

اس گفتگو کے بعد آنے والے حضرات مطمئن ہوکر وعدہ کر کے گئے کہ بغیر اجتماع کے جماعتیں نکالیں گے۔

حضرت مولانا اجتماعات کو اس دعوتی کام کی ظاہری شکل وصورت سمجھتے ہوئے اس پر زور دیتے تھے کہ اس کام کی حقیقت اور گہرائی تک پہونچا جائے کہ یہی اصل چیز ہے اور کام کی حقیقت اور گہرائی تک پہونچنے کا ذریعہ حضرت مولانا کی نگاہ میں بڑے بڑے اجتماعات نہیں تھے۔ بلکہ تعلیم، گشت اور اجتماعی و انفرادی اعمال تھے۔ چنانچہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کارکنان ہند کے ایک جوڑ میں فرمایا۔

"ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت۔ حقیقت آتی ہے محنت کرنے سے، جان و مال کی قربانی دینے سے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بازار سے پلاسٹک کی موٹریں خرید کر لاتے ہیں۔ یہ صرف ایک صورت ہے لیکن موٹر کی حقیقت تک پہونچنے کے لئے اس کو لاکھوں روپے دے کر خرید کر لاتے ہیں اور پھر اس سے نفع اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دین کی محنت بھی ایسی ہی ہے۔ یہ اللہ جل شانہ نے ایک ظاہری صورت ہمیں مرحمت فرمائی ہے اس میں تعلیم اور گشت کے ذریعہ انفرادی و اجتماعی اعمال کے ذریعہ جتنی محنت کر لی جائے گی، اتنی ہی اللہ پاک حقیقت پیدا فرما دیں گے اور جتنی حقیقت آ جائے گی اتنے ہی فائدے دنیا میں اس کے محسوس ہونے لگیں گے۔ لہٰذا فانی صورت پر قناعت کر لینا' یہ مناسب نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت لانے کے لئے محنت کرنا ضروری ہے۔ اور دین کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اندر خدا کا دھیان پیدا ہو جائے۔" [1]

اسی طرح کارکنان بہار سے ان کی آمد کے موقع پر اس طرح خطاب فرمایا۔

"کام کا آج استقبال ہے لیکن ساتھ میں فتنے کے بھی خطرات ہیں۔ کام جتنا نام و نمود سے محفوظ رہے گا اتنا ہی اچھا ہے۔ اجتماع میں رسمیت اور ہنگامہ ہوتا ہے، نتائج کے ظاہر ہونے کا انکار نہیں ہے۔ پہلے منفعت والا پہلو غالب تھا۔ اب مضرت والے پہلو کے غالب ہونے کا شبہہ ہے۔ لہٰذا اجتماعات سے بچتے ہوئے کام ہو تو اچھا ہے

استعینوا علی حوائجکم بالکتمان۔ آج بلا ارادہ اجتماعات کی کثرت بڑھ گئی ہے۔ تجزیہ کیا جائے تو اس میں مضرت زیادہ ہے۔ اللہ ہماری حفاظت کرے۔ جی چاہتا ہے کہ کام ہو اجتماع نہ ہو۔ یہ راستہ اسلم و محفوظ ہے۔

جماعتیں پھرنے سے تو ماحول بنتا ہے لیکن اجتماعات سے ہنگامیت آتی ہے۔ اور اجتماعات کی وجہ سے جماعتوں کی کارکردگی میں ضعف آتا ہے" [2]

---

[1] اقتباس تقریر بموقعہ جوڑ کارکنانِ ہند در مرکز دہلی ماہ دسمبر ۱۹۹۱ء، بشکریہ جناب اسماعیل صاحب مظفر نگر۔

[2] ارشاد بموقع آمد کارکنان بہار مورخہ ۳۰ر جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ، مطابق ۲۵ر اگست ۱۹۶۸ء۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا کی یہ بھی خواہش اور کوشش رہتی تھی کہ علاقوں کے ذمہ دار ساتھی مرکز دہلی سے مبلغین کو طلب نہ کرکے چھوٹے چھوٹے اجتماعات خود ہی کر لیا کریں تاکہ کام کی عمومی فکر اور استعداد پیدا ہو اور کام کو لے کر چلنے والوں میں صلاحیت اور تجربہ بڑھے۔ چنانچہ ایک علاقہ کے کارکنوں کو ایسی طلب کے جواب میں تحریر فرمایا:

"جناب نے جس اجتماع کی اطلاع دی ہے ہم سب دعا کرتے ہیں کہ آپ کے اس اجتماع میں کامیابی اور ہدایت کے فیصلے اللہ تعالیٰ ڈالدیں۔ یہاں سے آدمی بھیجنا تو دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے اجتماعات تو علاقہ کے کام کرنیوالے احباب جمع ہوکر خود ہی سنبھال لیا کریں۔ ایک طرف ذکر و دعا کی مقدار کو بڑھادیا کریں، دوسری طرف اجتماعی فکر کو زیادہ کردیا کریں۔ اللہ جل شانہ آپ کی مساعی جمیلہ کو بارآور، ہدایت آور فرمائے۔" [1]

اپنی اس کوشش وخواہش کو ایک دوسرے مکتوب میں مزید تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"جناب کا عنایت نامہ باعث مسرت ہوا۔ کارگزاریوں سے خوشی ہوئی اور دعا نکلی، یہ کام چونکہ اپنے نفس کی اصلاح کا ہے اس لئے اپنی اپنی محنت سے ہوتا، بڑھتا اور پھیلتا ہے۔ اجتماع کی محنت کو اپنے ذمہ سمجھو اور اصول سے ناواقفیت کے باوجود محنت کرنے سے کام کھلنے کا یقین کرو۔ جس مقام پر بھی اجتماع ہو تو وہ مقامی حضرات کے ذمہ ہوتا ہے۔ باہر والوں کے انتظار سے کام میں کمزوری آتی ہے، جیسا اور جتنا سیکھ لیا ہے اسی کے مطابق محنت کرو، البتہ ہم خود بھی آپ کے پاس جتنا ممکن ہوسکے گا جماعتیں بھیجتے رہیں گے۔ فضل کریم صاحب کو جلد روانہ کیا جارہا ہے۔ ان کے علاوہ بھی جماعتوں کے بھیجنے کی کوشش ہے۔

جس پر اپنے آدمی سے جو بھی اچھی بات یا اچھا عمل حاصل ہو اس کو اپنے میں

---

[1] مکتوب محررہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیدا کرتے ہوئے دوسروں کو اس پر کھینچو، یہاں تک کہ اعمالِ صالحہ کا نور، دل کو روشن کر دے اور عصبیت کی نفرت عام ہو جائے اور ہر مسلمان دین کا داعی بن جائے۔ ہر فردِ مسلم کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر لانا ہے۔

جن علاقوں اور شہروں میں اجتماعات طے ہو جاتے، حضرت مولانا کو ان کے متعلق بہت فکر ہو جاتی تھی۔ اور اس میں کسی بھی قسم کی بے اصولی، بے عنوانی اور فسادِ نیت کو کام کے لئے بڑا نقصان دہ مہلک سمجھتے تھے، کام کرنے والوں خاص طور پر اجتماع کے ذمہ دار ساتھیوں کو برابر نیت کو صاف ستھری رکھنے پر روک ٹوک فرماتے رہتے تھے۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈہ چھپرولی) اس طرح لکھتے ہیں:

" ایک علاقہ کے ماہانہ جوڑ سے فارغ ہو کر یہ احقر، مرکز نظام الدین پہونچا اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ فرمانے لگے کہ بھائی تم لوگ یہ جوڑ کیوں کرتے ہو؟ میں نے ایک جماعت کا نام لے کر عرض کیا کہ حضرت ہمارے علاقہ میں اسکا زور بڑھتا جا رہا ہے۔ ساتھیوں کا مشورہ یہ ہوا کہ کثرت سے جوڑ کرو تاکہ ہمارا غلبہ ہو جائے۔ بس میری زبان سے غلبہ کا لفظ سننا تھا کہ حضرت جی جو لیٹے ہوئے تھے ایک دم بیٹھ گئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، یہ تم نے کیا کہا کہ "ہمارا غلبہ ہو جائے" دیکھو بھائی غلبہ کی بات تو کبھی مت سوچنا، ہمیں تو صرف اللہ کے لئے اور اسکے دین کے لئے کرنا ہے۔ یہ فرما کر حضرت جی بڑے فکر مند ہوئے اور مجھے بھی فکر ہو گیا۔"

تبلیغی اجتماعات میں دعوتی و انتظامی اعتبار سے کیا ہونا چاہئے اور کیا نہ ہونا چاہئے اور حضرت مولانا ان اجتماعات کو سادگی کی کس قدر بلند سطح پر دیکھنا چاہتے تھے اس سے واقفیت کیلئے ذیل میں حضرت مولانا کا ایک اہم اور قیمتی مکتوب پیش کیا جاتا ہے اس میں آپ نے ایک علاقے کے ذمہ داران اجتماع کو اجتماع کی کامیابی کے متعلق ہدایات اور ضروری انتظامی امور تحریر فرمائے ہیں۔ یہ مکتوب آج بھی منتظمینِ اجتماع کے لئے راہنما اور راہبر ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا کے سادگی سے بھرپور دعوتی مزاج کی عکاسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتا ہے۔

"مکرم ومحترم بندہ محمد الیاس صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عنایت نامہ ملا۔ کارگزاری سے مسرت ہوئی۔ حالات کی ناسازگاری کے باوجود نکل پڑنے کی خبر سے مزید خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول اور بار آور فرمائے۔ اور آپکے حالات کی درستی اور عافیت اور خوشحالی کا ذریعہ فرمائے۔ اس عمل کی بھاری طاقتوں اور بے حساب قوتوں اور عجیب عجیب نصرتوں کا ظہور اس شکل میں ہوتا ہے کہ کرنیوالا ہر حال میں لگا رہے اور جتنا کرناطے کرے، دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی حالت اسے چھڑا نہ سکے۔

جو اجتماع ہونے جا رہا ہے اس کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ جتنی جماعتیں اجتماع کی محنت کو نکلیں چلہ والی یا تین چلہ والی یا کم زیادہ وہ اجتماع کی دعوت دینے یا اجتماع میں سے چلہ کی دعوت دینے کو کام نہ بنالیں بلکہ نقد نکال ڈالنے پر ______ زور دیں، (دور اور دیر کے لئے) لیکن جو شخص کسی بھی تشکیل پر آمادہ نہ ہو سکے اس کو اجتماع میں سے چلہ دینے پر آمادہ کرلیا جائے۔ جھنڈیاں، رنگین روشنیاں، بیٹی بلّے، ایک سی ٹوپیاں کوئی وردی، یونیفارم اجتماع کے خادموں کا نہ ہو، اسی طرح دروازے، اشتہار، پوسٹر، وغیرہ بھی نہ ہوں، فیصلہ کرلیں کہ اصل تو بے خرچ کا اجتماع کرنا ہے، گھاس یا زمین کا فرش ہو، آسمان کا سایہ اور ایک لالٹین نام لکھنے کو ہو، تالابوں میں وضو کا پانی اور خدا کی زمین پر نماز کی ادائیگی۔ اپنے گھر کا کھانا یا ہوٹل کا، (اجتماع کیلئے بس اتنی چیزیں ضروری ہیں)۔ ______ رہا لاؤڈ اسپیکر تو ۳، ۴ ہزار آدمیوں تک تو اس کی حاجت نہیں، زیادہ ہوں تو جمعہ عیدین کی نماز کے مکبروں کی طرح درمیان میں آدمی کھڑا کر کے یا اجتماع کے چار ٹکڑے چار شخصوں کے حوالہ کر کے بھی کام ہو سکتا ہے، چندہ نہ اپنوں سے ہو نہ غیروں سے، جو خود لا کر دینا چاہے اسے بھی ٹالو اور تین چلہ اور چلہ کا فیصلہ کر کے دینے کا اصرار باقی رہے تو اس کے شوق و ارادے سے کچھ کم کر کے لے لو۔ یہ لینا بھی کام میں لگے رہنے والے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے مناسب ہوگا۔ اجنبی سے نہیں پھر جتنا روپیہ ہاتھ میں ہو اتنا خرچ کریں اس سے زیادہ نہیں۔ بزرگوں سے دعا کی درخواست کریں مقامی کام زور سے ہر جگہ چالو کریں۔ اور ہر تعلیم اور مجلس کے بعد اجتماع کی کامیابی اور برکت کی دعا کرنا شروع کردیں۔ علاقہ کی مستورات میں اجتماع کر کے ان کو مردوں کی تشکیل کرنے کی ترغیب دیں اور عورتیں بھی روزانہ ہر عبادت کے بعد اجتماع کی کامیابی کی دعا کیا کریں۔ اجتماع ــــ کی تاریخ تک ــــ پیدل جماعتیں اجتماع کے مقام کی طرف چالو کریں۔ علاقہ کے خواص کو ان کے اثرات والے گاؤں میں بھیج کر ایک پرانا ان کے ساتھ میں کرکے دعوت دلوائی جائے۔ علاقہ کے کارکن ہر ماہ جمع ہو کر محنت کی صحت و کامیابی کا جائزہ لیا کریں۔ ان سب تدابیر کو ذریعہ اور بہانہ جان کر دعاؤں کی مقدار کو بڑھائیں۔

بندہ انعام الحسن عفرلہ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

مثبت پہلو پر زور اور منفی رجحان سے اجتناب۔

حضرت مولانا کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ ہر اس پہلو اور رجحان سے احتراز فرماتے تھے جو منفی اور سلبی رخ اپنے اندر لیے ہوئے ہو، یہاں تک کہ گفتگو اور تقریر میں بھی اس طرح کی کوئی بات نہ آنے دیتے تھے فرماتے تھے کہ منفی رخ کے مقابلہ میں مثبت اور ایجابی طرز اپنے زیادہ اثر و تاثیر رکھتا ہے اور مخاطب اس طریقہ کار سے حق کو جلد قبول کرلیتا ہے نیز ایجاب واثبات میں خطرات وخدشات بھی اس درجہ کے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دعوت وتبلیغ کی مخالفت میں شائع ہونے والی کسی بھی تحریر کا کبھی نہ خود جواب دیا اور نہ کسی کو جواب دینے کی اجازت دی۔ ایسے مواقع پر یہ ارشاد فرماتے تھے کہ بس اخلاص واستخلاص کے ساتھ کام کرتے رہو اور اللہ جل شانہ سے مانگتے رہو تمہارا کام کرنا ہی تمام اشکالات کو ختم کردے گا۔ آخری سالوں میں ایک مخصوص حلقہ کی جانب سے جب کچھ کتابیں عربی زبان میں شائع ہو کر بکثرت پھیلائی گئیں تو ایک ذی مرتبت عالم دین نے ان کا جواب لکھنے کی اجازت چاہی تو اس پر فرمایا کہ:

toobaa-elibrary.blogspot.com

"آپ جواب دو گے تو وہ جواب دیں گے، پھر آپ جواب دیں گے تو وہ
دوبارہ جواب دیں گے یہ سلسلہ سی طرح چلتا رہے گا اور کام نہیں ہوگا اس
خاموشی اور یکسوئی بہتر ہے۔"

ایک مرتبہ مجلس میں اسی نوع کی کتابوں اور خطوط و مراسلات کا تذکرہ تھا تو کام کرنے والے احباب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

"جوابات دینے سے تو منفی رجحان سامنے آئے گا۔ اچھا یہ ہے کہ
جو اعتراضات والزامات لگائے گئے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو ان کو دور کر لیا
جائے اور اگر غلط ہیں تو صبر کر لیا جائے۔"

ایک موقع پر حضرت مولانا تک یہ بات پہونچائی گئی کہ دعوت و تبلیغ میں اس کا مثبت پہلو یعنی "امر بالمعروف" تو بہت ہے لیکن اس کا دوسرا رخ یعنی "نہی عن المنکر" نہیں ہے تو اس پر فرمایا کہ:

"ہم لوگ نہی عن المنکر ایک دم نہیں کرتے بلکہ آدمی کو پہلے اپنے
سے قریب اور مانوس کرتے ہیں اور جب ہمارے ساتھ اس کو تعلق
ہو جاتا ہے تو پھر اس کو برائی سے روکنے کی ترغیب دیتے ہیں جس کا اثر
یہ ہوتا ہے کہ فوری طور پر وہ متاثر ہو کر اس کو قبول کر لیتا ہے۔"

سکندر آباد (حیدر آباد) میں جب یہی سوال آپ کے سامنے اٹھایا گیا تو اس کا جواب ایک بالکل ہی الگ انداز میں ارشاد فرمایا۔ مولانا شبیر احمد (جنگاؤں) لکھتے ہیں!

"سکندر آباد گراؤنڈ میں تقریباً ایک صد علماء کی نشست میں حضرت
مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی مختصر بات ہوئی۔ سناٹا چھایا ہوا تھا میں نے
سکوت توڑتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت کچھ احباب کا کہنا ہے کہ ہماری جماعت
میں صرف امر بالمعروف ہے نہی عن المنکر نہیں ہے جب کہ نص قرآنی
میں یہ دونوں ایک ہی جگہ ہیں۔ اس پر فرمایا کہ مقصود کیا ہے؟ اظہار منکر؟
یا ازالۂ منکر؟ میں نے عرض کیا کہ مقصود تو ازالہ منکر ہی ہے تو فرمایا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب تم دیکھو کہ وہ حضرات جو جماعت میں ہیں پہلے کی بہ نسبت ان میں۔ منکرات کا اضافہ ہوا ہے یا ازالہ؟ اس نشست میں موجود علماء کرام نے اس گفتگو سے اچھا اثر لیا جس کا بعد میں انھوں نے مجھ سے ذکر بھی کیا"۔

حضرت مولانا کبھی کبھی اس اثباتی پہلو کو "اچھائیاں لانے کی کوشش"، جیسے خوبصورت و موزوں عنوان سے بھی تعبیر فرمایا کرتے تھے ——— چنانچہ

——— ایک مرتبہ بائیس صفحے کا طویل خط کسی کام کرنے والے ساتھی کا آیا اور اس میں ان خرابیوں کا ذکر تھا جو مقامی کام کرنے والے ساتھیوں میں تھیں۔ خط لکھنے والے ساتھی نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ سب خرابیاں دور ہو جائیں۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طویل خط کو بڑے غور کے ساتھ ملاحظہ فرما کر اس کا مختصر سا جواب یہ لکھوایا کہ ہم اس کام کے ذریعہ سے امت میں اچھائیاں لانے کی کوشش کر رہے ہیں، خرابیاں دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کر رہے اس لیے کہ روشنی لانے کیلئے تو محنت کی ضرورت ہے لیکن اندھیرا بھگانے کے لیے کسی محنت کی ضرورت نہیں، جیسے جیسے روشنی آئے گی اندھیرا خود ختم ہو جائے گا اسی لیے قرآن پاک میں اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّآتِ فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا کا نظریہ اور ذہن و فکر کی سوچ یہ تھی کہ دین و مذہب کے معاملہ میں دفاعی محاذ اور اقدامی محاذ میں ترجیح اور اولیت اقدامی محاذ کو حاصل ہے اس لیے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور آپ کی برکت سے آپ کی امت کا اصل محاذ اقدامی ہے۔ فرماتے تھے کہ یہ دعوت والا عمل بھی اقدامی محاذ ہے اور اس میں ضمناً دفاع بھی آجاتا ہے۔ اسی لیے وہ علمائے کرام جو دین کے دفاعی محاذ پر جمے ہوئے ہیں، ان کی قدر و منزلت او خدمات جلیلہ کے اعتراف کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا کی خواہش یہ رہتی تھی کہ یہ حضرات اپنی دفاعی محنت وجد جہد میں اقدامی محنت وجد وجہد کو بھی جوڑ لیں تا کہ نتائج میں حیرت انگیز حد تک اضافہ ہو جائے۔

چنانچہ ایک موقع پر جب ہندوستان کی ایک مشہور علمی و فکری شخصیت نے تفصیلی خط لکھ کر حضرت مولانا سے مشورہ چاہا کہ وہ ان دونوں محاذوں میں سے کس محاذ کو اپنے لیے منتخب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کریں۔ تو حضرت مولانا نے ان کو یہی مشورہ دیا کہ وہ اقدامی محاذ (یعنی دعوتی عمل) کو اپنے لیے متعین کر لیں اور دفاعی محاذ کو اس کے ساتھ جوڑ لیں۔ یہ مکتوب اور حضرت مولانا کا جواب یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"مکرمی محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ نظام الدین سے واپسی کے بعد بار بار سوچتا رہا کہ آپ کو خط لکھوں مگر مضمون بن نہ سکا۔ آپ حضرات نے جس اخلاص اور محبت کا سلوک کیا اس کا اب تک دل پر نقش ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی کو زیادہ سے زیادہ بارآور فرمائے۔

میرے سامنے عرصہ سے ایک سوال ہے یہ سوال نظام الدین جانے سے پہلے بھی تھا اور نظام الدین جانے کے بعد وہ تیز تر ہو گیا ہے وہ یہ کہ میں اپنی زندگی کو خدمت دین کے کس شعبہ میں صرف کروں، ایک تو وہ کام ہے جس کو میں دعوتی و تبلیغی کام کہتا ہوں جس کو آپ حضرات خدا کے فضل سے بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ میرے اندر طبعی طور پر اسی کام کی طرف لپک ہے اس میں مجھے بڑا روحانی سکون ملتا ہے اور جب بھی اس کا موقع آتا ہے دل بے اختیار اس کی طرف کھینچنے لگتا ہے مگر ذہنی فیصلہ کے تحت میں نے اپنے لیے یہ طے کیا تھا کہ میں اپنے آپ کو دین کے دفاعی محاذ پر صرف کروں۔ دفاعی محاذ سے میری مراد وہ محاذ ہے جو مغربی افکار کے تصادم سے اسلام کے لیے فکری طور پر پیدا ہوا ہے۔ یہ محاذ چونکہ میرے اپنے احساس کے مطابق اس وقت تقریباً خالی ہے۔ اس لیے بالقصد میں نے اپنے آپ کو اس پر لگانے کی کوشش کی ہے، اسی سلسلہ میں تیاری کے لیے میں لکھنؤ اور علیگڈھ میں مقیم رہا۔ اور تمنا ہے کہ اسی سلسلے میں۔ آئندہ لندن کا ایک سفر کروں کیوں کہ وہاں میرے موضوع کے لیے دنیا کی بہترین لائبریری ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں اپنے قیمتی نصائح سے مجھے مستفید فرمائیں۔ آپ کے نزدیک میری آخرت کے لیے جو مفید ترین اور صحیح ترین کام ہو، کسی تحفظ ذہنی کے بغیر آپ بے تکلف اس کے متعلق تحریر فرمائیں، انشاء اللہ میں کھلے دل سے اسی پر غور کروں گا۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔"[1]

مکتوب بالا کا جواب حضرت مولانا نے اپنے قلم سے اس طرح تحریر فرمایا:

" اللّٰھم الھمنا مراشد امورنا واعزنا من شرور نفوسنا

محب مکرم احبک اللہ الذی احببتنی لہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، یادآوری اور توجہ فرمائی کا شکرگزار ہوں۔

آپ نے اپنے لیے جو دینی دفاعی محاذ اختیار فرمایا ہے اللہ جل شانہ اس میں برکت فرمائے اور منتج اور بارآور فرمائے ——— دفاعی محاذ بڑا کٹھن اور لمبا راستہ ہے اور پرُخطر ہے دفاع میں بسا اوقات اقدامی محاذ کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہمارے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اصل اور آپ کی برکت سے امت کا محاذ دعوت ہے۔ اور دعوت بہت صاف مختصر اور سہل اقدامی محاذ ہے، اقدام میں دفاع بھی ضمناً آجاتا ہے لیکن جب کہ جناب نے دفاعی محاذ کو شروع فرمادیا ہے تو لاتبطلوا اعمالکم کے قانون کے تحت اس کو چھوڑنا نہیں ہے البتہ اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہوئے دعوتی اقدامی محاذ کو اس کے ساتھ ایسے جوڑنا ہے کہ دونوں محاذ جاری رہیں اور ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہوں اور انشاء اللہ

---

[1] اس مکتوب پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہے لیکن ڈاک خانہ کی جانب سے ۱۹۶۶/۸/۲۷ کی مہر اس پر لگی ہوئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ صورت آپ کے لیے بہت مفید اور روح کی تسکین کا باعث ہوگی اور
آپ اس بارے میں استخارہ بھی ضرور اہتمام سے فرماتے رہیں۔ والسلام
محمد انعام الحسن عفرلہ، ۱۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ
۳۱ ر اگست ۱۹۶۶ء،[1]

حضرت مولانا کو جس طرح معاملات و مسائل کا منفی پہلو پسند نہیں تھا اسی طرح غیر متعلقہ معاملات و مسائل میں کھنچ وکاؤ اور بحث و مباحثہ بھی ناپسند تھا آپ ہمیشہ اپنا زور اس پر صرف کرتے تھے کہ اپنے ذمہ جو کام ہیں ان میں لگے رہنا چاہیئے تاکہ غلط کاموں سے حفاظت رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ کرنے کے کاموں میں اگر لگے رہوگے تو نہ کرنے والے کاموں سے بچے رہوگے ورنہ شیطان جو دشمن انسان ہے وہ تم کو نہ کرنے والے کاموں میں الجھالے گا۔

مولانا احترام الحسن صاحب کاندھلوی اس سلسلہ کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"ایک بار ڈاکٹر غلام کریم صاحب کی اور میری ظہور امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں بحث چل پڑی۔ ڈاکٹر صاحب کا موقف دلائل کی روشنی میں یہ تھا کہ ظہور امام مہدی بس ہوا چاہتا ہے۔ اور میں یہ عرض کر رہا تھا کہ احادیث میں ظہور مہدی سے پہلے جو علامات بتائی گئی ہیں ابھی ان کا ظہور نہیں ہوا اور ظہور مہدی سے پہلے ان علامات کا پایا جانا ضروری ہے۔ مقدمہ فیصلہ کے لیے حضرت جی کی خدمت میں پیش ہوا۔ پہلے ڈاکٹر صاحب نے اپنے دلائل بیان کیے۔ مولانا تمام دلائل کو توڑتے رہے، میں اپنی جگہ پر خوش

---

[1] حضرت مولانا کا یہ مکتوب جب مکتوب الیہ کو ملا تو انھوں نے اس کی رسید ان سطور کے ساتھ ارسال کی۔
"گرامی نامہ مورخہ ۱۴ ر جمادی الاولیٰ ملا۔ اور میں نے فرط خوشی سے اسے چوم لیا۔ آپ نے جو بات تحریر فرمائی ہے وہ بہت مناسب ہے اور ان شاء اللہ میں اس کو اپنے لیے مشعل راہ بناؤں گا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہورہا تھا کہ میری حمایت ہورہی ہے۔ لیکن حیرت اس وقت ہوئی جب مولانا نے میرے دلائل کو بھی توڑنا شروع کردیا۔ جب ہم دونوں خاموش ہوگئے تو مولانا نے فرمایا، میاں! جو کام ذمہ کیا گیا ہے بس اسے کرتے رہو امام مہدی کو جب آنا ہوگا آجائیں گے جو کام اپنے ذمہ ہے ہی نہیں اس میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔"

toobaa:493

12:35 A.M/FRI
14/4/2000
9/1/1421

خوشنویس:۔ محمد نسیم القاسمی سیتاپوری

toobaa-elibrary.blogspot.com